REQUEST CARD (please type)

NO. OF COPIES

Shahid, Muhammad Isma'il

Darjat-i Imamat

RESERVED

LISHER / DATE. Delhi

DEALER / CAT. NO. / ITEM NO. raj Muhammad 58-54

PRICE Rs 8

TRUCTIONS Rush

LOCATION

REQUESTED BY EB

COUNTER SIGNED BY PB

Shahīd, Shāh Muhammad Ismāʻīl

Darajāt-i Imāmat

وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا

الحمد لله والمنة کہ کتاب مستطاب قابل قدر اہل خبرت و فطانت اعنی نسخۂ متبرکہ و شریفہ

درجات الامامت

ترجمہ اردو

منصب الامامت

از تالیفات حبر نبیل جناب مولانا محمد اسمٰعیل شہید رح مترجمہ جناب مولوی محمد عبد اللطیف صاحب سہسوانی عم فیضہ

در مطبع فاروقی دہلی محلہ معظم طبع شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَالَ فَاِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَکْرَمِ الْخَلْقِ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ قَالَ لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ اَوْ یَکُوْنَ عَلَیْھِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِّنْ قُرَیْشٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد ہیچمدان سراپا عصیان ابو حنیف **عبد اللطیف** قرشی شہسپوری غفر اللہ لہ ولوالدیہ عرض پرداز ہے کہ ایک روز جناب فیضمآب مخدوم مکرم منشی **محمد اسحاق** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے **منصب امامت** جناب مقبول بارگاہ رب مجید مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ارشاد فرمایا ہرچند خاکسار نے اپنی ہیچمدانی پر خیال کرکے اس امر سے انکار کیا لیکن جناب ممدوح کی کمتر نوازی اور حسن ظنی نے نہ چھوڑا کہ اس امر سے اعراض کیا جائے چارناچار بنام پروردگار خامہ رہوار کو اس میدان دشوار گزار کی طرف بڑھایا اور جو کچھ خیال نارسا میں آیا سنہ ۱۳۰۶ تیرہ سو چھ ہجری میں اوراق ابیاض پر اُس کا نقش جمایا جناب باری سے دعا ہے کہ اسکو مقبول خاص و عام فرمائے اور قیامت تک لوگوں کو اس کا نفع پہنچائے **اب** ارباب سخن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب میں جس مقام پر خطا اور لغزش ملاحظہ فرمائیں بعین صواب اصلاح فرماکر چشم پوشی کو کام میں لائیں اسلیے کہ بھول چوک انسان کا قدیم شعار ہے لاریب بے عیب ذات پروردگار ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

رسالہ منصب امامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَكْرَمِ الْخَلْقِ مُحَمَّدِ الَّذِیْ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اما بعد میگوید بندۂ ضعیف الراجی رحمۃ اللہ الجلیل احقر العباد محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ کہ این رسالہ ایست در بیان حقیقتِ امامت و ذکر اقسام او و آن مشتمل بر دو فصل ست

فصل اول در بیانِ حقیقتِ امامت

و آن مشتمل بر دو قسم ست قسم اول در ذکر چندی از کمالات انبیاء علیہم السلام کہ در تحقیق معنی امامت دخل میدارد باید دانست کہ امام نائبِ رسول ست و امامت ظلِّ رسالت احکامِ نائب از احکامِ منیب توان شناخت و حقیقت ظل را از حقیقت اصل توان دریافت بنا علیہ تعداد چندی از کمالات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ در تحقیق معنی امامت دخل میدارد درین مقام لازم آمد۔ پس میگوئیم کہ مقامات انبیاء و کمالاتِ ایشان ہر چند بسیار از بسیار و خارج از حدِ شمار کہ در حصار آن امثالِ ما مردم کہ از احاد امتیم متعسر بل متعذر لیکن آنچہ از کمالاتِ ایشان در تحقیق معنی امامت دخل میدارد بہ پنج اصل راجع میشود وجاہت و ولایت و بعثت و ہدایت

ترجمہ منصب امامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف واسطے اللہ کے ہی جسنے فرمایا پس جو آویگی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے میری ہدایت کی پس نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ انکو غم اور رحمت کاملہ اور سلام نازل ہو بزرگترین خلق پر کہ نام پاک انکا محمد ہی (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کا ارشاد ہے ہمیشہ یہ دین قائم رہیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہووے اور رہویں اُن پر بارہ خلیفے سب کے سب قریشی ہوں اور اُن کی آل پر اور اُن کے دوستوں پر سب پر

حمد و صلوٰۃ کے بعد بندۂ ضعیف امیدوار رحمت خدائے جلیل کمترین بندگان محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ منصب امامت میں امامت کی حقیقت کا بیان اور اُس کے اقسام کا ذکر ہے اور اُس کی دو فصلیں ہیں

پہلی فصل میں امامت کی حقیقت کا بیان ہے

اس فصل کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم میں حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کے چند کمالات کا ذکر ہے کہ جو تحقیق معنی امامت میں دخل رکھتے ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ امام نائب رسول ہی اور امامت ظلّ رسالت ہی نائب کے احکام کی حقیقت منیب کے احکام سے پہچاننے چاہیے اور سایہ کی حقیقت اصل کی حقیقت سے جاننا چاہیے بنابریں اس مقام پر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے چند کرامات کی تعداد کہ تحقیق معنی امامت میں اُنکو دخل ہی لازم آئی۔ بنظر بیان گزارش کرتا ہوں کہ مقامات انبیاء اور کمالات مرسلین ہر چند بسیار از بسیار خارج از حد شمار ہیں اور ہم جیسے آدمیوں سے کہ احاد امت سے ہیں اُنکا احاطہ اور احصار دشوار ہے لیکن جو کچھ کمالات کہ تحقیق معنی امامت میں دخل رکھتے ہیں اُن کا مرجع پانچ اصل ہیں۔ وجاہت و ولایت و بعثت و ہدایت

وسیاست پس تحقیق مفہومات این کمالات خمسہ در ضمن تنبیہات خمسہ بیان باید نمود تنبیہ اول در تحقیق معنی وجاہت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام را بحضور حضرت رحمان بہ نسبت جمیع افراد انسان نوعی از امتیاز ثابت ست کہ بہ نگاہ مہربانی منظور اند و بلطف ربانی مسرور بمزیت انعام سرفراز اند و بمزید اکرام ممتاز۔ یاسمین چمن محبوبیت اند۔ اورنگ نشین انجمن مقبولیت۔ اختران افلاک انس اند افسران املاک قدس اند بتفویض مناصب عظیمہ لائق اند و در سرانجام مہمات فخیمہ فائق۔ سرداران محافل کروبیان اند و سران عساکر قدوسیان۔ ہمت ایشان مفتاح اغلاق ابواب ست۔ و دعای ایشان بلاریب مستجاب۔ محب ایشان محبوب حضرت رب الارباب ست۔ مبغض ایشان مبغوض آنجناب۔ محبت ایشان باعث رفع درجات ست و توسل ایشان وسیلۂ نجات۔ انسلاک در سلک ایشان جالب عطیات ست۔ و انہماک در اتباع ایشان دافع بلیات۔ منبع فیض غیب اند۔ و مخزن اسرار لاریب۔ ادنای مساعی متوسل ایشان بغایت مشکور ست۔ و اقبح معاصی متبع ایشان فی الحال مغفور۔ بسا ریاضات شاقہ ست کہ از مرتاض بیگانہ بہ نسبت ایشان بظہور میرسد۔ و آخر مشابہ کوہ کندن و کاہ برآوردن میشود۔ و بسا اعمال سہل ست کہ از متوسل ایشان سر بر میزند۔ بلاریب مثمر ثمرات جزیلہ در دنیا و آخرت میگردد۔ تقرب الی اللہ بتوسل ایشان شاہراہیست کہ سلوک آن بر راہ نوردان طریق اطاعت بغایت سہل ست و آسان و بدون توسل ایشان محض ہرزہ گردی ست بے سر و سامان پس مراد از وجاہت ہمین ست کہ مذکور گردید۔ از ہمین بیان

وسیاست سو ان کمالات خمسہ کی معانی کی تحقیق تنبیہات خمسہ کے ضمن میں کیجاتی ہی پہلی تنبیہ وجاہت کے معنی کی تحقیق میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کو بحضور حضرت رحمان بہ نسبت جمیع افراد انسان ایک نوع کی امتیاز ثابت ہی کہ منظور نظر عنایات خداوند ذوالجلالی ہیں اور بہ لطف ربانی مسرور الوقت اور خوشحال ہیں۔ بہ ازدیاد انعام الٰہی ممتاز ہیں بہ ترقی اکرام نامتناہی سرفراز محبوبیت کے چمن کے یاسمین ہیں مقبولیت کے انجمن کے اورنگ نشین۔ انس کے افلاک کے اختر ہیں قدس کے افلاک کے سرفتر مناصب عظیمہ کی تفویض انھیں کی ذات بابرکات کو زیبا ہی۔ اور مہمات فخیمہ کا سرانجام انھیں کی انفاس قدسیہ کے ساتھ خوشنما ہی کروبیاں کی محفل کے سردار ہیں قدوسیوں کے لشکر کے سربراہ کار ہیں انکی ہمت اور اولوالعزمی درہاے بستہ کی کلید ہی انکی دعا بلاریب مقبول بارگاہ رب مجیب ہے انکا دوست محبوب حضرت رب الارباب ہے انکا دشمن دشمن آنجناب ہے انکی محبت باعث ترقی درجات ہی انکا توسل وسیلۂ نجات ہی انکی تقلید جالب عطیات ہی انکا اتباع دافع بلیات ہی۔ منبع فیض غیب ہیں مخزن اسرار لاریب ہیں۔ انکے متوسلین کی ادنی سی سعی بدرجۂ غایت مشکور ہی۔ انکے متبعین کا بڑے سے بڑا گناہ فی الحال مغفور ہی۔ بہت سے ریاضات شاقہ کہ ان کے بیگانے مرتاض سے عمل میں آئے ہیں۔ آخر کو کوہ کندن اور کاہ برآوردن کے مصداق کہلاتے ہیں اور بہت سے سہل اعمال کہ ان کے متوسل کے ذات سے صدور پاتے ہیں بلاریب مثمر ثمرۂ نجات دنیا و آخرت ہوجاتی ہیں۔ نزدیکی بارگاہ خداوندی انکے توسل سے وہ شاہراہ ہے کہ جسکا طی کرنا سالکان طریقت پر نہایت سہل اور آسان ہے اور بدون توسل انکی کے محض ہرزہ گردی اور کوچہ نوردی بے سر و سامانی ہے سو مراد وجاہت سے یہی ہے کہ جس کا ہمنے ذکر کیا اور اس بیان سے بھی

۱؎ کھینچنے والا ۱۲ منہ ۲؎ ریاضت کنندہ ۱۲ منہ

واضح شد که منصب وجاهت را سه شعبه ست محبوبیت به نسبت رب العالمین و عزت در ملائکه مقربین و وساطت فیض به نسبت عباد صالحین - و همین وساطت را به لفظ سیادت تعبیر توان کرد پس منصب وجاهت مرکب باشد از محبوبیت و عزت و سیادت و چنانکه این منصب به انبیاء الله ثابت ست کما قال الله تعالیٰ فی سورة آل عمران اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ و فی سورة الاحزاب يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا و همچنین دیگر عباد مقربین را هم علیٰ حسب قدرهم این منصب جلیل القدر بدست می آید چنانچه در حدیث وارد شده لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِيْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحْبِبَهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ و نیز وارد شده مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْحَرْبِ و نیز وارد شده اُولٰٓئِكَ عَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ هر چند این وجاهت مذکوره به انبیاء الله و دیگر خواص عباد الله ثابت ست فاما این وجاهت دو قسم ست قسم اول وجاهت اجتبائی قسم ثانی وجاهت کسبی و این معنی را در ضمن تمثیلی ایضاح باید کرد بیانش آنکه چنانچه امراء عالی مقام و رؤسا ذوی الاحترام وجاهتی بحضور بادشاهی البته حاصل می باشد لکن حصول آن به دو طریق

واضح ہوا کہ منصب وجاہت کے تین[1] شعبے ہیں اول محبوبیت بہ نسبت رب العالمین۔ دوم عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین سوم وساطت فیض بہ نسبت بندگان صالحین اور وساطت کو سیادت بھی کہہ سکتے ہیں بنظر برین منصب وجاہت محبوبیت اور عزت اور سیادت بھی مرکب ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب باری جل مجدہٗ نے یہ منصب حضرات انبیاء علیہم السلام کو عنایات فرمایا ہے ایسے ہی بندگان مقربین کو بھی علیٰ قدر مراتب اس مرتبہ جلیل القدر پر پہنچایا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے (ترجمہ جس وقت کہا فرشتوں نے ای مریم تحقیق اللہ خوشخبری دیتا ہے تجھکو ساتھ کلمہ کے اپنی طرف سے کہ اسکا نام مسیح بن مریم ہے دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مرتبہ والوں سے ہے) اور سورۂ احزاب میں (ترجمہ ای لوگو جو ایمان لائے ہو مت ہو مثل ان لوگوں کے کہ تکلیف دی موسیٰ کو پس بری کر دیا انکو اللہ نے اس چیز سے کہ کہا انہوں نے اور تھے نزدیک اللہ کے صاحب وجاہت) اور بندگان بارگاہ کی نسبت حدیث میں یوں وارد ہوا ہے (ترجمہ میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا ہے ساتھ نوافل کے یہاں تک کہ میں دوست کر لیتا ہوں اسکو میں اسکی سماعت ہو جاتا ہوں کہ اس سے سنتا ہے اور اسکی بینائی کہ اس سے دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ کہ چھوتا ہے اس سے اور پیر کہ چلتا ہے اس سے اور البتہ اگر مانگے مجھسے بیشک دونگا میں اسکو اور البتہ اگر پناہ مانگے مجھسے پناہ دوں اسکو اور یہ بھی انکی شان میں ہے (ترجمہ جس نے میرے واسطے ولی بنایا پس تحقیق روبرو ہوا میرے لڑائی کو) اور یہی انکی نسبت ارشاد ہے (ترجمہ یہی لوگ ہیں کہ انکی بزرگی میرے ہاتھ میں ہے) ہر چند یہ وجاہت مذکورہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر خاصان بارگاہ خداوندی کو ثابت ہے لیکن اس کی دو قسمیں ہیں قسم اول وجاہت اجتبائی قسم دوم وجاہت کسبی اس کی مثال ایسی ہے جیسے امراء عالی مقام اور رؤسا ذی الاحترام کو ایک قسم کی وجاہت درگاہ بادشاہی میں حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا حصول دو طریق پر

[1] سہ شعبے ۱۲ منہ

متصور می شود اول آنکه شخصے کمالاتِ نفسانی کہ مرغوب مالک ست حاصل کردہ و خدماتِ شائستہ بجا آوردہ تکالیف و رنج بیش از بیش در امتثالِ اوامرِ او بر خود گوارا ساختہ و جان و مال و عزت و آبرو در اطاعتِ او در باختہ پس نظر بہ لیاقت و اطاعتِ او عنایتِ مالک بحالِ او متوجہ گردیدہ و او را مقام و وجاہت بدست آمدہ و طریقِ ثانی آنکہ بادشاہ حکیم ارادہ فرماید کہ کسے را تربیت و تادیب نمودہ بر منصبِ امارت و وزارت قائم گرداند بناءً علیہ طفلے را از رعایائے خود ممتاز فرمودہ بحلیۂ خاص ملقب نماید و او را بذاتِ خود تربیت و تادیب فرماید و در کنفِ ولایت و کفالتِ خود پرورش کند و نہالِ تربیتِ او را بزلالِ عنایتِ خود آب دہد حتیٰ کہ بسایۂ حمایتِ خود بکمالِ نشو و نما رساند و مثمر ثمرات مقصود گرداند باز کمالاتِ تعلیمیہ خود را در نظرِ حضارِ حضور بانواع تدبیرات بر روئے کار آرد و منصبِ مقصود بہ او سپارد اگرچہ منصبِ مذکور بالفعل بظاہر نظر بظہور کمالاتِ او مسلم شدہ فاما منصبِ مذکور فی الحقیقت در ہمان وقت باو مسلم شدہ بود کہ او را در سنِ طفولیت برائے اقامتِ این منصب پرورش فرمودہ پس این منصبِ وجاہت اول حاصل گردید و حصولِ کمالات و ادائے خدمات از فرعِ اوست پس وجاہتِ اولیٰ مترتب ست بر تحصیلِ کمالات و ادائے خدمات بخلاف ثانی کہ حصولِ کمالات و ظہورِ خدمات مترتب ست بر حصولِ وجاہت ہمچنین خواص عباد اللہ را نیز بحضور ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق منصبِ وجاہت بدو طریق حاصل میشود اول نتیجۂ ادائے عبادت ست و ثانی اصلِ اصولِ ہمہ کمالات

متصور ہوتا ہے اول یہ ہے کہ ایک شخص نے کمالات ذاتی پسندیدۂ خداوند حاصل کیے اور خدمات شائستہ بارگاہ بجالایا اور تکالیف بسیار اور رنج بیشمار کا صدمہ بجا آوری ارشاد میں اپنی ذات پر اُٹھایا اور جان و مال اور عزت و آبرو کو اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری میں لوٹایا پس نظر بہ لیاقت و اطاعتِ عنایات خداوندی و الطافِ بادشاہی اُسکے حال کی طرف متوجہ ہوئیں اور اُسکو مقام و وجاہت حاصل ہوا۔ دوسرے طریق کا یہ بیان ہے کہ بادشاہ دانا چاہیے کہ کسی کو مہذب اور مودب فرما کر منصب امارت اور وزارت پر قائم کرے بنا برین کسی لڑکے[1] خردسال کو اپنی رعایا سے ممتاز اور خوش حال فرما کر حلیۂ خاص کے ساتھ ملقب فرمائے اور اُسکو بذات خود بغرض تادیب اور تربیت میں لائے اور سایۂ ولایت اور ظل کفالت میں اُسکی پرورش کرے اور اُسکی تربیت کے نہال[2] کو اپنی عنایت کے زلال سے تروتازگی اور شادابی بخشے یہانتک کہ اپنے سایۂ حمایت میں اُسکو کمال نشو و نما پر پہنچاوے اور مثمر ثمرات مقصود کرے پھر اپنے کمالات تعلیمیہ کو حاضری حضور کی نظر میں اقسام اقسام کی تدبیرات کے ساتھ ظاہر کرے اور منصب مقصود اُسکو مرحمت فرمائے۔ اگرچہ یہ تفویض منصب بالفعل بنظر ظاہر اُسکے کمالات ظاہری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ مرتبہ اُس کو اُسی وقت مسلم ہو چکا تھا کہ جب ایام طفولیت میں بادشاہ نے اس منصب دینے کے لیے اُس کی پرورش فرمائی تھی۔ الحاصل منصب وجاہت اول حاصل ہوا اور حصولِ کمالات اور ادائے خدمات اُس کی فرع ہے پس وجاہت اولی تحصیل کمالات اور ادائے خدمات پر مترتب ہے بخلاف ثانی کہ اسمیں کمالات کا حصول اور خدمات کا ظہور وجاہت کے حصول پر موقوف ہے ایسے ہی خاصان بارگاہ کو بادشاہ علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق کے حضور میں دو طریق پر منصب وجاہت حاصل ہوتا ہے اول نتیجہ ادائے عبادات اور ثانی اصل اصول جملہ کمالات

[1] درخت ۱۲ منہ [2] لڑکپن ۱۲ منہ

چنانچہ حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ الخ اشارت ست بوجاہت کسبی۔ وکریمہ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ وکریمہ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وکریمہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ وحدیث اُولٰئِكَ غَرَسْتُ کَرَامَتَهُمْ بِیَدِیْ کنایت ست از وجاہت اجتبائی و آں مخصوص است باخص عباد اللہ از انبیاء مرسلین و اکابر صدیقین۔

تنبیہ ثانی در بیان حقیقت ولایت۔ باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام را در معاملات روحانی و کمالات نہانی بہ نسبت عموم ناس عتبارے می باشد کہ از حضرت رب الارباب قابل خطاب اند و حامل کتاب باشارات غیبی مامور اند و بہ بشارات لاریبی مسرور۔ پرورش یافتہ بستان تکریم اند و تربیت یافتہ دبستان تعلیم۔ سر بلندان مجالس تعظیم اند و دانشمندان مدارس تفہیم۔ مخزن اسرار احکام اند۔ و مورد انوار الہام۔ منور بنور بوارق ملکوت اند۔ و مؤید بظہور خوارق ناسوت۔ بنور ایقان و حکمت معمور اند۔ و در بحر اجتناب و خشیت مغمور۔ بکمال محبت و موالات موصوف اند و بادراک لذت مناجات مشغوف۔ در مقام حب فی اللہ راسخ القدم اند۔ و در معرکہ بغض فی اللہ صاحب علم۔ در ابواب خضوع بغایت ہوشیار اند۔ و در آداب خشوع نہایت تجربہ کار۔ در شدت خوف و رجا بسان سیماب در اضطراب اند۔ و بقوت محو و فنا مثل شبنم در آفتاب۔ در تعظیم رب کریم بغایت مؤدب اند و در معاملہ رضا و تسلیم نہایت مہذب۔ در تبتل و تجرید چست و چالاک اند۔ و در توکل و تفرید مطہر و پاک۔ در قطع علائق نفسانی

چنانچہ حدیث میں وارد ہی (ترجمہ) میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہی ساتھ نفلوں کے۔ آخر حدیث تک۔ وجاہت کسبی کی طرف اشارہ ہے اور آیت کریمہ (ترجمہ) اور بنایا مینے تجھکو خاص اپنے واسطے۔ اور (ترجمہ) اور برگزیدہ کیا مینے انکو اور ہدایت کی مینے انکو طرف راہ سیدھی کے۔ اور (ترجمہ) اور ڈالی مینے محبت تجھپر اپنی طرف سے اور تا تیار ہو تو میری آنکھ سامنے۔ اور حدیث (ترجمہ) یہی لوگ ہیں کہ انکی بزرگی میں نے اپنے ہاتھ سے بوئی ہی۔ وجاہت اجتبائی کی طرف اشارہ ہے اور یہ خاص ترین بندگان خدا کے ساتھ مخصوص ہی جو انبیاء مرسلین اور اکابر صدیقین ہیں دوسری

تنبیہ ولایت کی حقیقت کے بیان میں ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کو معاملات روحانی اور کمالات نہانی میں نسبت عوام الناس اس درجہ کا اعتبار ہی کہ بارگاہ پروردگار سے قابل خطاب ہیں اور حامل کتاب باشارات غیبی مامور ہیں اور بہ بشارات لاریبی مسرور پرورش یافتہ چمنستان تکریم ہیں اور تربیت یافتہ دبستان تعلیم سر بلندان مجالس تعظیم ہیں اور دانشمندان مدارس تفہیم مخزن اسرار احکام ہیں اور مورد انوار الہام عالم ملکوت کے شعاعوں کے نور سے منور ہیں اور عالم ناسوت کے معجزات کے ظہور سے مؤید اور مظفر۔ یقین اور حکمت کے انوار سے معمور ہیں اور دریائے پرہیزگاری اور خوف میں سراپا مستغرق اور معمور محبت خدا اور دوستی کبریائے مالا مال ہیں اور بوجہ حصول لذت مناجات عاشق دیدار ذوالجلال مقام الحب فی اللہ میں ثابت قدم ہیں اور معرکہ البغض فی اللہ میں صاحب علم۔ ابواب خضوع میں نہایت ہوشیار ہیں اور آداب خشوع میں کمال تجربہ کار۔ شدت خوف و رجا سے مانند سیماب بیقرار ہیں اور بکمال شوق مثل شبنم در آفتاب محو دیدار تعظیم رب کریم میں بدرجہ غایت مؤدب ہیں اور معاملہ رضا و تسلیم میں نہایت مہذب تبتل اور تجرید میں چست و چالاک ہیں اور توکل اور تفرید میں مطہر اور پاک قطع تعلقات نفسانی میں

ل اشارہ کرنیوالے ۱۲ منہ ۲ بزرگان ۱۲ منہ ۳ مدد کیے گئے ۱۲ منہ ۴ فتحیاب ۱۲ منہ ۵ دوبے ہوے ۱۲ منہ ۶ دوستی رکھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۷ دشمنی کھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۸ نیزہ ۱۲ منہ ۹ عاجزی ۱۲ منہ ۱۰ انکساری ۱۲ منہ ۱۱ ڈر ۱۲ منہ ۱۲ امید ۱۲ منہ ۱۳ علیحدگی ۱۲ منہ ۱۴ تنہائی ۱۲ منہ

بیباک اند و در قلع وساوس شیطانی سفاک۔ بر طہارت فطرت
مجبول اند و در عبادت رب العزت مشغول۔ آتش محبت حق در دل
افروختہ اند و غیر حق را سراسر سوختہ۔ در زہد و قناعت بی بدل اند
و در صبر و استقامت ضرب المثل۔ در حل مشکلات فہم ممتاز اند
و در سر انجام مہمات ہمت بلند پرواز۔ مخزن عقل و علم اند و معدن
عفو و حلم مجمع خلت و وفا اند و منبع عفت و حیا۔ بر کافۂ خلائق رحیم
اند و در مراعات علائق کریم۔ یگانہ ہر بیگانہ اند و ہمائے ہر خانہ۔
در پے ہر گریزندہ دوان اند و در پس ہر گزندہ سرگردان۔ ابر
نیسان سخاوت اند و بہار گلستان سماحت۔ شیران بیشۂ
شجاعت اند و دلیران میدان شہامت۔ راست باز اند۔
سیر چشم و دشمن نواز۔ در مکارم اخلاق یگانۂ آفاق اند و نسبت
طالبین حق عاشق و مشتاق ہمین ست مقصود از لفظ ولایت
درین مقام از ہمین بیان واضح گشت کہ مرتبۂ ولایت را
سہ شعبہ ست اول معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و
تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و
توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و
تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و
حیا و محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت و
امثال ذلک پس گویا منصب ولایت را ازین سہ شعبہ مرکب
توان گفت۔ ہر چند این ولایت جمیع خواص عباد اللہ را
حاصل می شود چنانچہ کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ
بر آن دلالت میدارد لکن ولایت این کبار رنگے دیگر میدارد
بیانش اینکہ حق جل و علی دو کمال بس عظیم از خزانۂ خاص خود
بایشان عطا می فرماید و آن ہر دو را در تمامی کمالات مذکورہ

بیباک ہیں اور دفع وساوس شیطانی میں سفاک ستھرائی اور پاکدامنی
ابتدا سے انکی جبلی اور معمولی ہے اور عبادت رب العزت میں رات
دن انکو مشغولی آتش محبت حق سے انکا دل افروختہ ہے اور غیر
حق انکے نزدیک سراسر سوختہ۔ زہد و قناعت میں بے بدل
ہیں اور صبر و استقامت میں ضرب المثل۔ حل مشکلات فہم میں ممتاز
ہیں اور سر انجام مہمات علم میں بلند پرواز عقل و علم کے مخزن ہیں
اور عفو و حلم کے معدن۔ مجمع خلت و وفا ہیں اور منبع عفت و
حیا۔ جمیع خاص و عام کے حال پر رحیم ہیں اور تمام تعلقات کی
رعایت میں کریم۔ یگانہ بیگانہ ہیں اور ہمائے ہر خانہ۔ ہر بھاگنے
والے اور نفرت کرنے والے کے پیچھے رواں دواں ہیں کہ راہ پر
لائیں اور ہر ایک ستانیوالے اور ایذا دینے والے کے پیچھے سرگرداں ہیں کہ
انکو اُسکے عادات سے باز رکھکر سایۂ عاطفت (مہربانی) میں پہنچائیں۔
سخاوت میں ابر نیساں ہیں اور سماحت میں بہار گلستان شجاعت
اور بہادری کے جہاندہ کے شیر ہیں شہامت اور سرداری کے
میدان میں دلیر۔ سیر چشمی اور راستبازی انکا کام ہے دوست پروری
اور دشمن نوازی انکا سر انجام۔ مکارم اخلاق میں یکتائے زمانہ ہیں
طالبان حق کے عاشق اور پروانہ۔ الحاصل اس مقام پر کہ اسکی تمام
میں مقصود لفظ ولایت سے یہی ہے کہ معروض ہوا۔ ایسے بیان سے ظاہر
ہوا کہ مرتبہ ولایت کے تین شاخیں ہیں اول معاملات صادقہ
مثل الہام و تعلیم و تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و
خشیت (خوف) و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت (قائم رہنا) و زہد و قناعت و
تفرید (تنہائی) و تجرید (آزادی) سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت (بلندی) و وفور (زیادتی) شفقت و حلم و حیا
محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت وغیرہ گویا منصب
ولایت ان تین شعبوں (شاخوں) سے مرکب ہے ہر چند یہ ولایت جمیع بندگان خاص کو حاصل ہوتی
ہے چنانچہ آیت کریمہ (ترجمہ) خبردار تحقیق دوست اللہ کے نہیں خوف اوپر
انکے اور نہ وہ غمگین ہونگے جو ایمان لائے اور تھے پرہیزگار۔ اسپر دال ہے لیکن ان
مقبولان بارگاہ کی ولایت کا رنگ اور ہی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ
خداوند ذو الجلال بہت بڑے دو کمال اپنے خزانۂ خاص سے
انکو عطا فرماتا ہے اور ان دونوں کو تمامی کمالات مذکورہ میں

جاری وساری می نماید پس ہر کمال ایشان برنگے دیگری برآید
ممتاز از کمالات اولیاء دیگر اول عبودیت ست و ثانی
عصمت معنی عبودیت آنست کہ ایشان را باوجود اتصاف بہ
این کمالات نقصان ذاتی خود دائما ملحوظ خاطر می مانند
این کمالات را مثل لباس مستعار می انگارند و مشابہ تقلب
لیل و نہار می شمارند دائما بمحض فضل رب العالمین نظر
می دارند و بہر حال شکر او بجا می آرند و گاہے خود را از حد بندگی
نمی کشند و ہمیشہ راہ تادب می روند و ادنی مراتب گستاخی و
شوخ چشمی ہرگز روا نمی دارند و نوعے از ناز و تبختر بخیال
نمی آرند از سکر و شطح بیزار اند و از شورش و مستی دست بردار
ہمیشہ راہ بندگی پویند و زیادت سرافگندگی می جویند
علی الدوام تضرعات عبودیت می دارند نہ ادعاے تصرفات
الوہیت۔ بسان خاک خاموش اند نہ مثل آتش در
جوش۔ در مقام تجرید و تفرید از بندگان الٰہی متنفر نشوند
و حقوق ذوی الحقوق تلف نکنند و در مقام توکل راہ مستان
لایعقل نروند و طریقہ تادب را کہ عبارت از رعایت اسباب
است بالکل از دست ندہند و بنا بر شوق لذت مناجات
از گم گشتگان بادیہ ضلالت دامن نہ کشند بلکہ تخلل اوقات
مناجات روا دارند و بہدایت ایشان ہمت برگمارند و
در مقام حسن خلق مداہنت در دین متین و مساہلت در احکام
رب العالمین گوارا نمی کنند و ہرگز بہ این راہ ناروا نمی روند
و در مقام سخاوت و سماحت اسراف را راہ نہ دہند و در مقام
شجاعت و شہامت تابع جوش غضب نشوند پس گویا کہ
افعال و اقوال ایشان از اقتضاے اخلاق کاملہ ایشان
صادر نیست بلکہ در محض اطاعت رب العالمین ست و بس

جاری اور ساری کرتا ہے پس انکا ہر کمال دوسرے رنگ میں ظاہر
ہوتا ہے کہ اولیاء کے کمالات سے ممتاز اور جدا ہی اول
عبودیت ثانی عصمت عبودیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ حضرات
باایں ہمہ کمالات اپنے نقصان ذاتی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور
ان کمالات کو مثل لباس مستعار اور ناپایدار جانتے ہیں اور گردش
لیل و نہار کے مشابہ پہچانتے ہیں ہمیشہ محض فضل رب العالمین پر
نظر رکھتے ہیں اور ہر حال میں شکر پروردگار بجالاتے ہیں اور کبھی حد بندگی
سے تجاوز نہیں فرماتے ہمیشہ راہ ادب میں چلتے ہیں گستاخی اور شوخ چشمی
کے ادنی سے مرتبے کے بھی ہرگز ہرگز روادار نہیں ہوتے کسی قسم کا
ناز و تبختر خیال میں نہیں لاتے نشہ اور بیہودہ باتوں سے بیزار ہیں اور
شورش اور مستی سے دست بردار۔ ہمیشہ راہ بندگی میں پویاں ہیں اور
زیادتی سرافگندگی کے جویاں۔ رات دن تضرع و زاری جناب باری
میں اپنی نسبت انکا اشتغال ہی معبودیت اور الوہیت کا دعویٰ اور
نہ ادعا ان کی ذات سے محال ہے مانند خاک کے خاموش ہیں نہ مثل
آتش در جوش بمقام تجرید و تفرید میں بندگان خدا سے انکو نفرت
نہیں ہوتی حقداروں کے حقوق ضائع کرنا انکی عادت نہیں
بمقام توکل میں مستان بے عقل کی راہ پر نہ چلیں اور طریقہ تادب کو
کہ رعایت اسباب اسکو کہتے ہیں بالکل ہاتھ سے نہ دیں باوجود شوق
لذت مناجات گم گشتگان بادیہ گمراہی سے دامن نہ چھڑائیں بلکہ
مناجات کے اوقات میں خلل گوارا کرکے ان کی ہدایت
میں صرف ہمت اپنی فرمائیں مقام حسن خلق میں سے کم ہمتی
اور سہل انگاری دین متین اور احکام رب العالمین میں گوارا
نہیں فرماتے ہرگز ہرگز اس راہ ناروا کی طرف قدم نہیں
اٹھاتے مقام سخاوت اور سماحت میں اسراف کو راہ
نہ دیں معرکہ شجاعت اور سرداری میں جوش و خروش کا نام نہ لیں
الحاصل ان کے افعال اور اقوال انکے اخلاق کاملہ کے باعث
سرزد نہیں ہوتے بلکہ محض اطاعت رب العالمین انکے ظہور کا سبب ہے

[1] بندگی ۱۲ [2] پاک دامنی ۱۲

مثلاً اگر کسی را چیزے می بخشند ہرگز بمقتضائے سخاوت جمیلہ خود می بخشند بلکہ تامل میفرمایند کہ اگر رضائے رب العالمین باین بخشش متعلق ست فی الفور آن را بر روے کار می آرند والا ازان نہایت بیزار اند و اگر در مقامے مقدمۂ کارزار و جنگ و پیکار برپا میکنند بنا بر مقتضائے شجاعت خود برپا نمی کنند بلکہ اگر رضائے مولائے خود دران می بینند داد شجاعت در آن مقام میدہند والا پہلو تہی کردہ براہ خود می روند و ہمچنین در سائر امور قیاس باید کرد پس گویا کہ بظاہر کمالات مذکورہ بسان دانہائے تسبیح متعدد و متکثر ست اما در حقیقت ہمان رشتۂ عبودیت ہمہ را یک سلک گردانیدہ و معنی عصمت آنست کہ انچہ بایشان تعلق میدارد از اقوال و افعال و عبادات و عادات و معاملات و مقامات و اخلاق و احوال آن ہمہ را حق جل و علی از مداخلت نفس و شیطان و خطا و نسیان بقدرت کاملہ خود محفوظ میدارد و ملائکہ حافظین را برایشان می گمارد تا غبار بشریت دامن پاک ایشان را نیالاید و نفس بہیمی بہ بعضی مکنونات خود امر نفرماید و اگر احیاناً چیزیکہ خارج از قانون رضامندی حضرت حق باشد از ایشان بطریق شذوذ و ندرت صادر می گردد فی الفور حافظ حقیقی ایشان را بہ آن آگاہ می فرماید و عصمت غیبیہ طوعاً و کرہاً ایشان را کشان کشان براہ راست می آرد و این ولایت مذکورہ کہ رنگین باشد برنگ عبودیت و عصمت آن را ولایت النبوۃ میگویند پس ولایت النبوۃ غیر منصب نبوت ست چہ منصب نبوت مخصوص ست بہ انبیاء و این ولایت النبوۃ اگرچہ بالاصالت در انبیاء یافتہ می شود اما بعضے اکابر اولیاء را ہم بہ تبعیت انبیاء ازان نصیبے بدست می آید چنانچہ دلائل این دعوی از کتاب و سنت عنقریب

مثلاً اگر کسی کو کوئی چیز عنایت فرماتے ہیں ہرگز اپنی سخاوت جمیلہ کے اقتضا سے نہیں دیتے ہیں بلکہ غور فرماتے ہیں کہ یہ امر عطیہ ہمارا مرضی خداوندی کے متعلق ہی یا نہیں اگر رضائے پروردگار کے تابع ہے فی الفور اُسکے اظہار میں برسر کار ہیں ورنہ اُس سے نہایت بیزار ہیں اگر کسی مقام میں لڑائی بھڑائی اور جنگ و جدل کا مقدمہ برپا کرتے ہیں ہرگز اپنی بہادری اور شجاعت کے باعث برپا نہیں کرتے بلکہ رضائے مولی اگر اُسمیں پاتے ہیں داد شجاعت اُس مقام پر دیتے ہیں ورنہ پہلو تہی کو کام فرما کر اپنی راہ لیتے ہیں اور ایسے ہی تمام امور میں قیاس کرنا چاہیے کمالات مذکورہ ظاہر میں تسبیح کے دانوں کی مانند متعدد اور متکثر ہیں لیکن حقیقت میں اُسی رشتۂ عبودیت نے سب کو ہم سلک بنا رکھا ہے ۔ اب عصمت کے معنی سُنیئے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اقوال اور افعال عبادات اور عادات معاملات اور مقامات اخلاق اور احوال اُنکی ذات بابرکات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں حق جل و علی اُن سب کو نفس اور شیطان خطا اور نسیان وغیرہ کی مداخلت[1] سے اپنی قدرت کاملہ سے بچاتا ہی اور ملائکہ محافظین سے اُن کی نگہبانی کرتا ہے تاکہ غبار بشریت اُنکی پاکدامن کو آلودہ نہ فرمائے اور نفس بہیمی اپنے بعض مکنونات کے ساتھ غالب نہ آئے اگر اتفاقاً کوئی امر حضرت خداوندی کی رضامندی کے قانون کے خلاف اُنسے شذوذاً اور نادراً صدور پاتا ہے فی الفور حافظ حقیقی اُنکو اُسپر مطلع فرماتا ہی اور عصمت غیبی خواہی نخواہی اُنکو کشاں کشاں راہ راست کی طرف لاتی ہی اور آئندہ کو جناب باری کی طرف سے اُنکو تنبیہ ہو جاتی ہے یہ ولایت مذکورہ کہ عبودیت اور عصمت کے رنگ سے رنگین ہو اُسکو ولایت النبوۃ کہتے ہیں پس ولایت نبوت غیر منصب نبوت ہی اسلیے کہ منصب نبوت انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ ولایت نبوت اگرچہ اصالتاً انبیاء میں پائی جاتی ہی لیکن بعض اولیاء کرام کو بھی انکی تبعیت[2] میں حصہ پہنچاتی ہے چنانچہ اس دعوے کے دلائل کتاب اور سنت سے عنقریب

[1] پوشیدگیہا ۱۲ منہ [2] پیروی ۱۲ منہ

مذکور خواہد گردید ان شاء اللہ تعالیٰ تنبیہ ثالث در بیانِ حقیقتِ بعثت - باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور می شوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عوام و بعثت را یکے صورتِ ظاہرہ است و یکے حقیقتِ باطنہ ظاہرش ہمین ست کہ از جانب حق جل علیٰ بطریقِ وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بہ ایشان برسد و حقیقتش آنست کہ رحمتِ فراوان و شفقتِ بے پایان بہ نسبتِ مبعوث الیہم در قلوبِ ایشان القا فرماید بمشابہ القائے شدت محبت و فور شفقت در قلوبِ آبائے بہ نسبت ابناء پس چنانکہ گستاخی ابناء و آوارگی آنہا باعث جد و پیچ و تاب و قلق و اضطراب در قلوب آباء میگردد حتیٰ کہ تلفِ جان و مال در پے تادیب و تعلیم ایشان برخود گوارا میسازند و چہ قدر جد و جہد بہ تبلیغ بجا می آرند و راحت ایشان را بعینہ راحتِ خود می انگارند و رنج ایشان را بعینہ رنج خود می شمارند و از تہ دل خواہانِ بہبود ایشان می باشند و دائما جویائے سود ایشان میشوند و چار و ناچار در پے ایشان می دوند و کشان کشان در پس ایشان می روند خواہ از جانبِ بادشاہِ زمان باین خدمت مامور شوند خواہ نشوند بلکہ اگر مامور ہم شوند و سعی بلیغ بجا آرند و باز بتقدیر الٰہی اثر تادیب و تعلیم در ایشان جلوہ گر نہ گردد ہر آئینہ شکستہ خاطر و مضطرب القلب مانند اگرچہ از طرفِ خود امتثالِ امر نمودند و حق خدمتِ مفوضہ بوجہ اتم ادا کردند آئندہ اگر بتقدیرِ الٰہی واقع نشد باین سبب خوب می دانند کہ ہیچ گونہ عتابِ بادشاہی بحالِ ما متوجہ نیست و ہیچ قصورے بما عاید نہ بلکہ اگر خود بادشاہ بصد زبان ہزار تحسین و آفرین بر حسن خدمت گزاری آنہا فرماید ہر آئینہ پریشانی دل و ملال خاطر از ایشان زائل نگردد ہمچنین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را بہ نسبتِ قوم خود بوجہے شفقتِ کاملہ می باشد کہ از آوارگی آنہا

ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے - تیسری تنبیہ میں بعثت کی حقیقت کا بیان ہے - واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام خاص و عام کی طرف احکام پہنچانے کے واسطے مامور ہوتے ہیں اور بعثت کی ایک صورت ظاہرہ ہے اور ایک حقیقت باطنہ ظاہر اسکا یہی ہے کہ جناب باری بطور وحی یا الہام انکو تبلیغ احکام کا ارشاد فرمائے اور حقیقت اُنکی یہ ہے کہ کمال رحمت اور نہایت شفقت اُنکے دل میں ڈالے کہ ہر حال میں اُمت کے مہربان اور غمخوار ہیں اور ماں باپ کی محبت سے زیادہ اُنکے ساتھ محبت رکھیں جسطرح پر کہ بیٹوں کی گستاخی اور آوارگی باپوں کے دل میں غصہ اور پیچ و تاب قلق اور اضطراب پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اُنکی تادیب اور تعلیم کے پیچھے جان و مال کا ضائع کرنا اپنی ذات پر گوارا فرماتے ہیں اور کمال جد و جہد اُن کی درستی اور صلاح میں بجالاتے ہیں اور اُن کی راحت بعینہ اپنی راحت جانتے ہیں اور اُن کا رنج بعینہ اپنا رنج پہچانتے ہیں اور تہِ دل سے اُن کی بہتری اور بہبودی کے خواہاں رہتے ہیں اور اُنکے سود اور نفع کے ہمیشہ جویاں رہتے ہیں چار و ناچار اُنکے پیچھے جاتے ہیں اور کشاں کشاں اُنکی طرف قدم بڑھاتے ہیں خواہ بادشاہِ زمانہ کی طرف سے اس خدمت پر مامور ہوں یا نہوں بلکہ اگر مامور بھی ہوں اور سعی بلیغ بجالائیں اور پھر تقدیر الٰہی سے تادیب اور تعلیم کا اثر اُن میں ظاہر نہو البتہ شکستہ خاطر اور پریشان دل رہیں اگرچہ اپنی طرف سے حکم بجالا چکے اور خدمتِ مفوضہ کا حق کامل طور پر اُسکے موقع پر پہنچا چکے آئندہ اگر بہ تقدیر الٰہی یہ امر واقع نہوا اس وجہ سے خوب جانتے ہیں کہ ہم کسی طرح پر قابل عتاب بادشاہی نہیں اور کوئی قصور ہماری طرف عائد نہیں بلکہ اگر خود بادشاہ سو زبان سے ہزار تحسین اور آفرین اُنکی حسن خدمتگزاری فرمائے تب بھی پریشانی دل اور رنج خاطر اُن کے دل سے نہ جائے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوم کی نسبت اس قدر شفقت کاملہ اور رحمتِ تامہ ہوتی ہے کہ اُنکی آوارگی

در ورطۂ ضلالت وگمراہی نہایت دل تنگ می شوند و انواع
رنج و ملال دامنگیر حال طہارت اشتمال آنہا میگردد کہ باوجو
نزول کریمہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ
وکریمہ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ہرگز در ہمت
ایشان فتورے و در سعی ایشان قصورے راہ نمی یابد چہ قدر
انواع رنج و ملال ست کہ در مقدمۂ دعوت قوم بر ذات خود نہ
پسندیدہ اند و باوجود این کشاکش گلے ازین امر رنجیدہ سخن
گران ہر کس و ناکس را چہ سبک برداشتہ اند و دشنام سخت تر
نزدیک و دور را چہ سہل انگاشتہ کَافَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ
اَحْسَنَ الْمُكَافَاتِ وَجَازَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ اَحْسَنَ الْمُجَازَاتِ
پس القاے این رحمت ہمین ست حقیقت بعثت و نیز باید
دانست کہ در بعضے اوقات بعضے از اہل کشف و علم ہم حسن و
قبح بعضے اقوال و افعال یا بعضے رسوم و عادات کہ درمیان
قومے جاری و ساری ست بنور وہبی و استدلال کسبی مطلع
می شوند و قوم مذکور را بنابر شفقت و رحمت بر آن آگاہ می فرمایند
و بسوے امور مستحسنہ ترغیب میدہند و از امور مستقبحہ ترہیب ازین قدر
ثابت نمی شود کہ ایشان بمنصب بعثت رسیدہ اند بلکہ منصب
مذکور ہمون وقت ثابت خواہد گردید کہ خدمت تعلیم و تادیب و
ترغیب و ترہیب بایشان مفوض خواہد شد مثلاً ہر کہ از باریابان بار
حضور بادشاہی می باشد لابد آفرین و نفرین او را کہ بنسبت
بعضے رعایا صادر می شود و بگوش خود می شنود و دوستان
خود را بطریق خیرخواہی ہر کرا آگاہ می سازد فاما درین قدر
او را محتسب شہر نتوان گفت بلکہ باین لقب ہمان وقت
ملقب خواہد گردید کہ بمنصب تفویض خدمت احتساب خواہد رسید
پس شخص مبعوث شد برائے تربیت عباد و گر ہست عارف بمقبولیت

اور گمراہی سے نہایت دل تنگ اور پُر ملال ہوتے ہیں اور اقسام اقسام
کے رنج و الم اُن کے لاحق حال ہوتے ہیں اور باوجود نزول کریمہ
(ترجمہ شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اس پر کہ وہ یقین نہیں کرتے)
اور (ترجمہ سوائے اسکے نہیں کہ تو سمجھانے والا ہی نہیں ہے تو
اوپر اُنکے داروغہ) ہرگز ہرگز اُنکی ہمت میں کسی طرح کا فتور اور
اُنکی سعی میں کسی نوع کا قصور راہ نہیں پاتا ہے کیا کچھ رنج و ملال
قوم کی دعوت اور ہدایت کے بارہ میں اپنی ذات پر گوارا نہیں فرماتے
اور باوجود اس کشاکش کے کسی اس راہ سے رنجیدہ ہوکر قدم نہیں
اُٹھاتے ہر کس و ناکس کی بھاری بات کو کیا کچھ ہلکی جانتے ہیں
اور دشنام سخت نزدیک و دور کو کیا سہل پہچانتے ہیں۔
(ترجمہ بدلا دے اُنکو اللہ تعالیٰ اس پر اچھے بدلے اور جزا دے اُنکو
اللہ اس پر اچھی جزائیں) پس انبیاء علیہم السلام کو اس رحمت
اور شفقت کا القا ہونا یہی حقیقت بعثت ہے اور یہ بھی
واضح ہو کہ بعض اہل کشف و علم بھی بعض اقوال و افعال اور
بعض رسوم و عادات کی برائی اور بھلائی جو ایک قوم میں
جاری اور ساری ہیں بنور وہبی اور استدلال کسبی کے ساتھ
مطلع ہوتے ہیں اور قوم مذکور کو بوجہ شفقت و رحمت اس پر آگاہ فرماتے
ہیں اور اچھی باتوں کی رغبت دلاتے ہیں اور بُری باتوں سے
ڈراتے ہیں اس امر سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ منصب
نبوت پر پہنچے ہیں بلکہ منصب مذکورہ اُسی وقت ثابت ہوگا
جب تادیب و تعلیم اور ترغیب و ترہیب کی خدمت اُن کو
سونپی جائیگی مثلاً جو کوئی مقربان حضور بادشاہی سے ہوتا ہے
بالضرور بادشاہ کی آفرین اور نفرین جو بعض رعایا کی نسبت صادر ہوتی
ہے اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اپنے دوستوں کو بطور خیرخواہی اس پر
مطلع کرتا ہے لیکن اتنی بات میں اسکو محتسب شہر نہیں کہہ سکتے
بلکہ اس لقب کے ساتھ اُسی وقت ملقب ہوگا کہ جب احتساب کی خدمت کا
منصب اُنکو عنایت ہوگا پس شخص مبعوث بندگان خدا کی
تربیت کے واسطے اور ہے اور اُنکی مردودیت اور مقبولیت کا

و مردودیت ایشان یا عالم بحسن و قبح افعال و احوال ایشان یا واعظ مشغول در ترغیب و ترہیب ایشان و دیگر و آنچہ از اوصاف ایشان در تنبیہات ثلثہ مذکور گردید ہمہ شرح کمالات ایشان ست آنچہ در تنبیہین آخرین مذکور خواہد شد ہمہ شرح تکمیل ایشان

تنبیہ رابع در بیان حقیقت ہدایت۔ باید دانست کہ ہدایت انبیا علیہم السلام عبارت ست از ظہور اثر سیادت ایشان کہ در تنبیہ اول مذکور شد زیرا کہ سیادت عبارت ست از وساطت ایشان درمیان حق جل و علی و بندگان او در باب وصول فیض غیبی و ہدایت ظہور اثر آن فیض ست بواسطہ ایشان در مقبولین پس درین مقام تامل باید کرد کہ ہدایت از ایشان بچہ چیز و بچہ طریق صادر میگردد اما اول پس بیانش آنکہ اصل مقصود از بعثت ایشان ہمین ست کہ بندگان الٰہی در اقوال و افعال و عبادات و رسوم و معاملات بوجہے مؤدب شوند و در اخلاق بوجہے مہذب گردند و در مقامات و ارادات بوجہے استقامت ورزند و در علوم و اعتقادات بوجہے رسوخ بدست آرند کہ در دنیا انتظام امر معاش و در آخرت بہبودی معاد ایشان را بدست آید و باب معاملات مع اللہ بر روی ایشان مفتوح گردد مگر مراعات جانب حسن معاد و معاملات مع اللہ در نظر ایشان ملحوظ ست بالذات و جانب انتظام معاش بالتبع پس چیزیکہ نافع در معاش باشد و مضر در معاد لابد ایشان ازان امر مانع خواہند گردید و اگر بالعکس ست لابد بہ آن امر خواہند نمود چنانچہ در حق خمر و قمار حق جل و علی می فرماید وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا و قال النبی صلعم اِنَّمَا الْخَمْرُ لَیْسَ بِدَوَاءٍ وَّلٰکِنَّهٗ دَاءٌ

عارف اور انکے احوال و افعال و حسن و قبح کا عالم اور انکی ترغیب و ترہیب کا واعظ شخص دیگر ہی جو کچھ انکے اوصاف تنبیہات ثلثہ میں مدلول ہوئے تمام انکے کمالات کی شرح سمجھنا چاہیے اور جو کچھ دوسری تنبیہوں میں بیان کیا جائیگا سب شرح انکے تکمیل کی ہے

چوتھی تنبیہ میں ہدایت کی حقیقت کا ذکر ہی

معلوم کرنا چاہیے کہ ہدایت انبیا علیہم السلام انکی سیادت کے اثر کا ظہور ہے جسکا تنبیہ اول میں ذکر ہوا اسلیے کہ سیادت انکی وساطت سے عبارت ہی کہ حق جل و علی اور اسکے بندون کے درمیان در باب وصول فیض غیبی واقع ہی اور ہدایت اس فیض کے اثر کا ظہور ہے کہ انکے واسطہ سے مقبولین بارگاہ کو شامل ہی پس اس مقام میں غور فرمانا چاہیے کہ ہدایت انسے کس چیز اور کس طور سے صادر ہوتی ہی لیکن اول پس بیان اسکا یہ ہے کہ اصل مقصود انبیا علیہم السلام کی پیغمبری سے یہی کہ بندگان خدا تمام اقوال اور افعال اور عادات اور عبادات اور رسوم اور معاملات میں ایسے طور پر مؤدب ہوں اور اخلاق اور اعمال میں ایسے وجہ پر مہذب ہوں اور مقامات و واردات میں اس طریق پر استقامت اور استقلال اختیار کریں اور علوم اور اعتقادات میں اس نہج پر رسوخ اور متانت کو کام میں لائیں کہ دنیا میں امر معاش کا انتظام اور آخرت میں بہبودی معاد کا سرانجام انکو حاصل ہوئی اور معاملات مع اللہ کا باب انکے واسطے کھل جاوے مگر حسن معاد و معاملات مع اللہ کی جانب داری اور مراعات انکی نظر میں ملحوظ بالذات ہی اور معاش کی انتظام کی جانب کا لحاظ بالتبع تو جو چیز کہ انکے نزدیک نافع معاش اور ضرر رسانیدہ معاد ہے لابد اس سے بندگان خدا کو بچائینگے اور اگر اسکے برعکس ہے تو ضرور انکو اس کی طرف بلائینگے چنانچہ شراب خواری اور قمار بازی کے بارہ میں اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) اور دریافت کرتے ہیں تجھسے شراب اور جوے بازی کو کہہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہی اور نفع بھی ہیں لوگوں کے اور گناہ بہت بڑا ہے ان دونوں کے نفع سے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ) کہ شراب دوا تو نہیں البتہ بیماری تو ہے۔

مقصود ازین کلام ہدایت التیام ابطال تاثیراتِ طیبۂ خمر نیست مقصود ازان ضرر اوست در معاد پس گویا حاصلِ کلام چنین باشد کہ خمر ہر چند دواے جسمانی ست اما دواے روحانی و قتے کہ بہ نسبت روح انسانی مرض مہلک ست پس او را در امراض باید شمرد نہ در ادویہ بالجملہ انبیاء اللہ بہ ہمین سہ فن ہدایت میفرمایند۔ فن عقاید۔ و فنِ احکام۔ و فنِ اخلاق۔ و فنِ فضائل اکابر دین از شعب فنِ عقائد ست و فنِ فضائلِ اعمال از شعب فنِ احکام و فن مقامات و ارادات از شعب فنِ اخلاق پس فنِ عقائد را بہ لفظِ ایمان تعبیر می فرمایند و فنِ احکام را بہ اسلام و فنِ اخلاق را بہ احسان چہ ہمین ہر سہ امر در معاد کار آمدنی ست نہ بہ فنِ حقائقِ تصوف و نہ دقائقِ تفلسف و نہ بہ اشارات دقیقہ شناسانِ تعمق اندیش و بکنایات چرب زبانانِ تکلف کیش بلکہ در امثال این امور سادگی را می ستایند و طلب آن را از جملۂ آوارگی می شمارند و فن تاریخ و شعر را از جنس افسانہ ہاے بے مغز می دانند اگرچہ بطریقِ تمثیل گاہے دران سخن می رانند بالجملہ حالِ ایشان در تربیتِ روحانی مثل حالِ طبیب ست در معالجہ جسمانی کہ اصلاح مریض را پیشِ نظرِ ہمت میدارد و گفتگوے زائد را از جنسِ لغو می شمارد مثلاً کدام مریض اگر استعمال سنا می فرماید ہمین قدر بیان می نماید کہ برگ سنا چنین و چنان می باشد او را کوفتہ و بیختہ با قدرے عسل آمیختہ باید خورد نہ آنکہ سنا در کدام مقام پیدا می شود و در کدام موسم برگ می برآرد و تاجرانِ ادویہ او را چگونہ می آرند و در کدام ظرف او را می گزارند و از کدام راہ می آرند و بیع و شراے چگونہ می نمایند و نہ آنکہ عسل در خانۂ مگس چگونہ پیدا می شود و رنگ و بوے نباتاتِ مختلفہ کہ اصلِ عسل ست کجا می رود و اجزاے سنا بسبب کوفتن و بیختن

الحاصل اس کلامِ ہدایت التیام سے شراب کی تاثیرات طیبہ کا ابطال مقصود نہیں بلکہ آخرت میں اُسکا ضرر اور نقصان اس سے مراد ہی گویا حاصل کلام یہ ہی کہ شراب ہر چند دواے جسمانی ہی لیکن مرض روحانی ہی اور جس صورت میں بہ نسبت روحِ انسانی مرض مہلکہ مہلک ہے تو اُسکو امراض سے شمار کرنا چاہیے نہ ادویہ میں اختیار کرنا چاہیے بالجملہ حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام انھیں تین فن کی ہدایت فرماتے ہیں اول فنِ عقائد دوم فنِ احکام سوم فنِ اخلاق بزرگان دین کے فضائل کا فن عقائد کے فن کا شعبہ ہے اور اعمال کے فضائل کا فن احکام کے فن کی شاخ ہی اور ارادات اور مقامات کا فن فن اخلاق کی فرع ہی پس فنِ عقائد کو بلفظِ ایمان تعبیر فرماتے ہیں اور فنِ احکام اسلام کا نام ہی اور فنِ اخلاق احسان سے عبارت ہی اسلیے کہ یہی تین امر آخرت میں کام آنے والے ہیں۔ نہ ہے تصوف کے حقائق اور تفلسف کے دقائق کے علوم اور دقیقہ شناسانِ تعمق اندیش کے اشارات اور چرب زبانانِ تکلف کیش کے کنایات کے فنون سو انکی ہدایت سے اُنکو بحث نہیں بلکہ ایسے امور میں سادگی پسند فرماتے ہیں اور اسکی طلب کو منجملہ آوارگی شمار میں لاتے ہیں اور فن تاریخ اور شعر کو افسانہاے بے مغز یعنی قصہ کہانی کے جنس سے پہچانتے ہیں اگرچہ بطور تمثیل کبھی اُسمیں کلام کرنا بُرا نہیں جانتے ہیں بالجملہ تربیت روحانی میں انکا حال طبیعت کے حال کے مشابہ ہی معاملہ جسمانی میں کہ مریض اصلاح اُسکو ہر وقت منظور نظر رہتی ہی اور گفتگوے زائد کو لغو جانتا ہی مثلاً کسی بیمار کو اگر سنا کے استعمال کا حکم کرتا ہی اسی قدر بیان کرتا ہی کہ برگ سنا ایسی اور ایسی ہی اُسکو کوٹ چھان کسی قدر شہد ملا کر کھلانا چاہیے اور اس سے اُسکو بحث نہیں کہ سنا کہاں پیدا ہوتی ہی اور کس موسم میں اُسپر پتے آتے ہیں اور تاجران ادویہ اُسکو کیونکر لاتے ہیں اور کس برتن میں اُسکو رکھتے ہیں اور کس راستے سے لاتے ہیں اور اُسکی خرید و فروخت کس طور پر کرتے ہیں اور اس سے بھی اُنکو غرض نہیں کہ شہد مکھی میں کیونکر پیدا ہوتا ہی اور نباتات مختلفہ کی رنگ و بو جس سے شہد پیدا ہوتا ہے کہاں جاتی ہے اور اجزاے سنا کو ٹنے چھاننے کے باعث

چہ قدر باریک می شود آیا بحد دانہ خردل می شود یا خرد تر ازان و بشہد آمیختن چگونہ می شود بہ نر انگشت باید آمیخت یا بہ انگشتِ شہادت بالجملہ امثالِ این گفتگو در نظرِ طبیب محض پریشانی ست و در پےاش افتادن در حق مریض سراسر نادانی ہمچنین تحقیق نے حاصل و تدقیقِ لاطائل در علمِ احکام اخلاق در حق طالبین حق محض آوارگی ست بلکہ سراسر دیوانگی کسی کہ حق جل و علی او را بحکمتِ بالغہ خود بمنصب ہدایت عموم ناس قائم فرمودہ باشد ظہورِ امثال این قیل و قال از و سراسر متعذر و محال ست این مقام را بخوبی غور باید فرمود و درمیانِ ہادیانِ راہ حق و نائبانِ حکیم مطلق و درمیانِ فضیلت نمایان سخن ساز و چرب زبانان حیلہ باز بخوبی امتیاز باید نمود اما آنکہ از انبیاء علیہم السلام بچہ طریق ہدایت صادر می شود پس بیانش آنکہ اکثر بہ پنج طریق صادر می شود نزولِ برکت و عقدِ ہمت و فیضِ صحبت و خرقِ عادت و اظہارِ دعوت اما نزولِ برکت پس بیانش آنکہ وجود باجود انبیاء علیہم السلام بمثابہ آفتاب عالمتاب ست کہ چون نورِ او در تمام عالم منتشر شود لابد ظلمتِ شبینہ بدر رود و انچہ در محاذات آفتاب بے حجاب واقع ست بتابش او تابناک ست و از ہمہ مراتب ظلمت پاک و انچہ اندرون خانہ از و محجوب ست ہر چند از نفسِ نورِ او محروم ست اما تاریکی شبِ تار از و معدوم چہ نورِ لطیفِ او در رگ و ریشہ تاریکی در رسیدہ و او را از حد ظلمت محض برکشیدہ اگر خانہ بے در و بستہ است تاریکی تا رسراسر رستہ یا مشابہ موسم برشگال باید فہمید کہ چون موسمِ مذکور برسر رسید قوتے در نباتات پیدا گردید انچہ ابرِ ریزان بر و بارید گلہائے رنگارنگ از و دمیدہ والا از نفسِ رطوبت ہوا لابد حالش متغیر گردید و سبزی و تازگی در و جنبید آرے در سنگ سخت ہیچ گل و خار

کس قدر باریک ہوتے ہیں آیا رائی کے دانے کی مقدار ہوتے ہیں یا اس سے بہت چھوٹے اور شہد میں کیونکر ملانی چاہییں انگوٹھے سے ملانا چاہیے یا انگشتِ شہادت سے الغرض اس قسم کی گفتگو طبیب کی نظر میں محض پریشانی ہی اور اسکے پیچھے پڑنا بیمار کے حق میں سراسر نادانی ہی اسی طرح تحقیق بیحاصل اور تدقیق لاطائل علم احکام اور اخلاق میں طالبین حق کے حق میں محض آوارگی بلکہ سراسر دیوانگی ہی جس کسی کو حق جل و علی نے اپنی حکمت بالغہ اور رحمتِ تامّہ سے منصب ہدایت پر لوگوں کی رہنمائی کے واسطے قائم فرمایا ہو اس قسم کی قیل و قال اُسکی ذات سے سراسر متعذر اور محال ہی اس مقام کو بخوبی غور فرمانا چاہیے کہ ہادیانِ راہِ حق اور نائبانِ حکیمِ مطلق اور فضیلت نمایان سخن ساز اور چرب زبانانِ حیلہ ساز کے درمیان فرق زمین و آسمان ہی اور اس بات کا پہچاننا کہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کس طور پر صادر ہوتی ہی اسکا بیان یہ ہی کہ اُنسے ہدایت اکثر پانچ طریق پر صادر ہوتی ہی اول نزول برکت دوم عقدِ ہمت (مضبوط کرنا) سوم فیض صحبت چہارم خرق عادت پنجم اظہارِ دعوت۔ نزولِ برکت کا یہ بیان ہی کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کا وجود سراپا جود آفتاب عالمتاب کے مشابہ ہی کہ جس وقت اُسکا نور تمام عالم میں منتشر ہوتا ہی بالضرور رات کی سیاہی اور تاریکی بالکل جاتی رہتی ہی اور جو چیز آفتاب کے محاذات (مقابل) میں بے حجاب واقع ہی اُسکی تابش اور پرتو سے روشن اور تاریک ہو جاتی ہی اور تمام ظلمت (سیاہی) اور تاریکی سے پاک اور جو کچھ اندرونِ خانہ اُس سے محجوب ہے ہر چند عین نور سے محروم ہی لیکن تاریکی شب تار اُس سے معدوم ہی اسلیے کہ اُسکا نور لطیف تمام رگ و ریشہ تاریکی میں جاری اور ساری ہوا اور ظلمتِ محض کی تاریکی سے اُسکو نکالا اگر خانہ بے در ہی تاریکی شب تار سے سراسر بُر ہی یا اُنکی ذات بابرکات کو موسم برشگال (برسات) کے مشابہ خیال کرنا چاہیے جب موسمِ مذکور عالم میں پیدا ہوا نباتات میں ہر طرح کی قوت اور زور پیدا ہوا اگر بارانِ رحمت الٰہی نے اُسپر نزول فرمایا گلہائے رنگارنگ نے ہر طرح کا جلوہ دکھایا ورنہ محض رطوبتِ ہوا سے اُسکا حال متغیر ہوتا ہے سبزی اور تازگی کا اُسمیں اثر ہوتا ہی ہاں سنگ سخت میں کسی گل اور خار نے

نمی وید و از چوب خشک کسی برگ و بار نمی جوید همچنین چون
این قدوسیانِ بشری لباس و کروبیانِ انسی اساس از اوجِ
فلک الافلاک به تیره دانِ این خاک نزول میفرمایند لابد یک
برکتے همراه ایشان فرود آمده در قلوبِ افرادِ بنی آدم فرو میرود
خود بخود از دل هر سعادتمند طلبِ حق جوش میزند و بر گفته هر واعظ
گوش می نهد همت اعمالِ شاقه در دل پیدا می گردد و عزم
کشیدن رنج و تکلیف در ذهن هویدا می شود بسا علمای آن
زمانه می باشد که علومِ خود را مثل فسانه می خوانند و آن را بر
سبیلِ افسون بر زبان می رانند ناگهان بحقیقتِ فهمِ خود
بیدار می شوند و بمقصدِ علم هوشیار عمل را ضمیمهٔ علم می کنند
و اخلاص را نتیجه فهم از تعمقِ سخن آرائی بیزار می شوند و از تکلفِ
انجمن پیرائی دست بردارد بسا زاهدانِ خلوت گزین و درویشانِ
چله نشین می باشند که ناگاه بر مفاسدِ مکنونه خود آگاه می شوند
و در صلاحِ نفسِ اماره رو براه و حبِ جاه را پس پشت می اندازند
و رضاء الله را پیش نظر می سازند و تمامی نام و نشان درین راه
می بازند و خود را مردانه وار درین دریا می اندازند همین واعظانِ
چرب زبان می باشند که بر سر منابر فریاد می کنند و تمام کوشش خود
برباد میدهند کسی وعظ ایشان بخیال هم نمی آرد و کلام ایشان
را بجوے نمی شمارد باز چون طلبِ حق از دل هر کس و ناکس
جوش می زند هر فرد کلامِ ایشان را بگوش هوش می شنود و
هر کلمه ایشان در دلِ مستمعان مثل تیرے می نشیند و هر کس
ایشان را مثل پیرے می بیند بالجمله کلمهٔ حق بهر دل در جوش ست
و بهر زبان در خروش در هر محفل همین قیل و قال ست و در هر مجمع
همین بحث و جدال آرے هر که شقی ازلی ست درین سعادت
محروم ست و بهر حال مذموم و این انتشار برکت را به نزولِ امانت

ظہور نہ فرمایا اور چوب خشک سے کسی نے برگ و بار نہ پایا ایسے
طور پر جب یہ قدوسیانِ بشری لباس اور کروبیانِ انسی اساس[1]
بلندیِ فلک الافلاک سے اس تیرہ دان خاک پر بحکم حضرت ذوالجلال
نزول اجلال فرماتے ہیں لابد ایک عظیم برکت انکے ہمراہ آتی ہے اور
بنی آدم کے دلوں میں انوار الٰہی پہنچاتی ہے جسکی وجہ سے ہر سعادتمند
کے دل میں طلبِ حق جوش زن ہوتی ہے اور ہر واعظ کے کلام
کی طرف گوشِ حق نیوش کی توجہ بے سخن ہوتی ہے اعمال شاقہ کا
قصد دل میں پیدا ہوتا ہے اور رنج و تکلیف اٹھانے کا عزم ذہن میں
ہویدا ہوتا ہے اس وقت بہت علماء زمانہ ہوتے ہیں کہ اپنے علوم کو افسانہ
جانتے ہیں اور اسکو بطور افسون زبان پر لاتے ہیں ناگہاں حقیقت فہم سے
بیدار ہوتے ہیں اور مقصد علم سے ہوشیار عمل کو علم کے ساتھ ملاتے
ہیں اور اخلاص کو فہم کا نتیجہ بناتے ہیں سخن آرائی کے خوض سے بیزار
ہوتے ہیں اور انجمن پیرائی کی تکلیف سے دست بردار اور بہت سے
زاہدان خلوت گزیں اور درویشان چلہ نشین کا یہ حال ہے کہ ناگاہ اپنے
مفاسد مکنونہ[2] اور عیوب پوشیدہ پر آگاہ ہوتے ہیں اور اصلاح اور درستی
نفس امارہ میں رو براہ[3] حب جاہ اور خواہش نفسانی کو پس پشت ڈالتے
ہیں اور شاہد رضاء مولیٰ کو پیش نظر رکھ کر بہت کچھ دل کے ارمان
نکال لیتے ہیں تمامی نام و نشان اس راہ میں لٹاتے ہیں اور اپنے تئیں مردانہ وار
اس دریائے ناپیدا کنار میں لاتے ہیں یہی واعظان چرب زبان ہیں کہ
بر سر منبر فریاد کرتے ہیں اور تمام کوشش برباد کرتے ہیں کوئی انکی وعظ کی
قدر نہیں پہچانتا انکے کلام کو جو کے برابر نہیں جانتا جس دم ہر کس و
ناکس کے دل میں طلب حق کا جوش ہو ہر فرد کلام گوہر بے بہا کو
در یکتا بگوش ہوش ہو اور ہر کلمہ سامعین کے دل میں مثل تیر
جا پائے اور ہر کوئی انکو پیر کی طرح خیال میں لائے بالجملہ کلمہ حق ہر
دل میں جوشندہ ہے ہر محفل میں یہی قیل و قال ہے ہر مجمع میں یہی
بحث و جدال ہے ہاں جو کوئی شقی ازلی ہے اس سعادت سے محروم ہے
اور ہر حال میں مذموم[6] اور اس انتشار اور ظہور برکت کو نزول امانت

[1] فرشتہ ۱۲ [2] بنیاد ۱۲ [3] چھپی ہوئی ۱۲ [4] سرکش ۱۲ [5] متوجہ ۱۲ [6] مذمت والا

تعبیر می فرمایند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الامانۃ تنزل فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من الکتاب ثم علموا من السنۃ وکلام حق ہموں شخص را نافع می شود کہ اول ہمین برکت در دل او فرود و قال اللہ تعالیٰ وتبارک اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وقال اللہ تعالیٰ فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی پس ہمین برکت را درین ہر دو کریمہ بلفظ خشیت تعبیر فرمودہ اند اما عقد ہمت پس بیانش آنکہ این کمال را ظاہرست وحقیقت اما ظاہرش پس ہمین ست انچہ از انبیاء علیہم السلام در بارہ ہدایت قوم خود در جنس دعا والتجا بحضور حضرت رب العزۃ والکبریاء جلت عظمتہ صادر می گردد عموماً یا خصوصاً یعنی در حق جمیع امت علی سبیل العموم یا در حق بعضے از ایشان بر سبیل خصوص و اما حقیقتش پس توجہ قلبی ست ممزوج بکمال رغبت بسوے ہدایت امت عموماً یا خصوصاً وآن اثر شفقت غیبیہ ست کہ سابق در بیان مقام بعثت مذکور گردید پس چنانکہ ہمت پدر شفیق بہ اصلاح پسر خود دائما مصروف می باشد ہمچنین ہمت این کبار بہ اصلاح جمیع اشرار واخیار دائما مبذول می ماند واین دعاے حالی ست کہ دائما لازمۂ ذات ایشان ست پس گویا تمام وجود باجود ایشان دعائی ست مجسم وہمین دعاے حالی گاہ گاہ بدعاے مقالی ہم ایشان را می کشد وانواع التجا ودعا از ایشان بظہور میرسد واین دعاے روحانی بسہ سبب باعث انتشار ہدایت در قلوب امت می شود اول آنکہ این دعائی ست از شخص ذی اختصاص بکمال صدق واخلاص سر بر زدہ

بولتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ تحقیق نازل ہوتی امانت اصل قلوب رجال میں پھر وہ معلوم کر لیتے ہیں قرآن سے پھر وہ معلوم کر لیتے ہیں حدیث سے) اور کلام حق اُسی شخص کو نفع دیتا ہے کہ اول سے یہی برکت دل میں اُس کے آوے اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ) تو اُسکو ڈر سناوے کہ سمجھانے پر چلے اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ) پس تو سمجھا اگر کام کرے سمجھانا یہ اِسْتِعْتَاب سمجھ جائیگا جسکو ڈر ہوگا۔ پس ایسی برکت کو ان دونوں آیت کریمہ میں بلفظ خشیت تعبیر فرمایا ہے رہی عقد ہمت اُس کا بیان یہ ہے کہ اس کمال کے واسطے ایک ظاہر ہے اور ایک حقیقت سو جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے قوم کی ہدایت کے بارہ میں از جنس دعا والتجا حضور حضرت رب العزت والکبریا میں عموماً یا خصوصاً صادر ہوتا ہے یہ اس کمال کا ظاہر ہے اور اس کی حقیقت اُن کی توجہ قلبی ہے کہ کمال رغبت کے ساتھ عموماً یا خصوصاً اُمت کی ہدایت کی طرف متوجہ ہیں اور یہ شفقت غیبیہ کا اثر ہے کہ مقام بعثت میں مذکور ہوا سو جس طور پر کہ پدر مہربان کی ہمت اصلاح پسر میں ہمیشہ مصروف رہتی ہے ایسے ہی ان حضرات ہمیشہ اچھے اور بُرے لوگوں کی اصلاح اور درستی میں صرف ہمت فرماتے ہیں اور یہ دعاے حالی ہے کہ کبھی اُنکی ذات بابرکات سے جدا نہیں ہوتی ہے گویا انکا تمام وجود باجود سراپا دعاے مجسم ہے اور یہی دعاے حالی کبھی کبھی اُنکو دعاے مقالی کی طرف سے دامن کشاں لاتی ہے نظر برآں کمال درجہ کی دعا اور نہایت درجہ کی التجا انکی ذات قدسی صفات سے جلوہ ظہور دکھاتے تھے اور یہ دعاے روحانی تین وجہ سے قلوب امت میں ہدایت کے انتشار اور ظہور کا باعث ہوتی ہے اول یہ ہے کہ یہ دعا ایک شخص ذی اختصاص سے بکمال صدق واخلاص ظاہر ہوتی ہے

ومثل این دعا و التجا بلاشک و ارتیاب مقبول و مستجاب ست ثانی آنکه حکیم
علی الاطلاق بحکمتِ بالغہ خود ہمین آئین در عالمِ خلق و تکوین جاری
فرمودہ کہ انعقادِ ہمتِ قویہ را در تکوین کائنات اثرے بخشیدہ
چنانچہ اثرِ چشمِ زخم و اثرِ حسد و اثرِ دعا و اثر افسون از ہمین
قبیل ست پس وقتے کہ ہمتِ دون ہمتان را آن قدر اثر بخشید پس اثر
بلند ہمتان را چہ باید دید ثالث آنکہ جوش زدنِ ہمتِ قویہ از قلوب این
بزرگان نیز از قبیل خواہشِ نفسانی و وساوسِ شیطانی ست بلکہ از
جنس احکامِ ربانی ست و الہامِ رحمانی چہ بعثتِ ایشان
موجی ست از دریاے رحمت کہ بنا بر دستگیری تشنگانِ
زلال ہدایت جوش زدہ پس جوش زدنِ ہمت از دلِ
ایشان علامتِ توجہ رحمتِ رحیم مطلق ست بسوے بندگان خود
کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ و کریمہ
لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا
من انفسہم بر ہمین معنی دلالت می دارد و اما فیضِ صحبت
پس بیانش آنکہ این فیض را ظاہرے ست و حقیقتے اما ظاہرش
پس بیانش آنکہ ہدایت بسبب فیضِ صحبت بہ دو طریق
حاصل می شود اول آنکہ کسی کہ بہ صحبت کسی می رسد و
کلام او را بالمشافہ می شنود و روبروے او بقصد استفادہ
می نشیند و اوضاع و اطوار او را و عبادات و عادات و
معاشرت و معاملات بچشمِ غور می بیند البتہ بلاریب و
اشتباہ بر حقیقتِ او آگاہ می گردد و در مزاج دانی و مرضی
شناسی او سلیقہ بہم می رساند کہ مناسب را از نامناسب و مرضی را
از غیر مرضی خود بہمان سلیقہ ممتاز میگرداند و محامل کلام او را
بسبب اطلاع بر سیاق و سباق و مواضع و موارد کلام
بخوبی می داند بسا معانی ست کہ از نفسِ کلام مستفاد نیست

اور اس قسم کی دعا اور التجا بلاشک و ارتیاب مقبول
اور مستجاب ہے ثانی یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے
اپنی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے یہی آئین عالم
خلق و تکوین میں جاری فرمایا کہ ہمتِ قویہ کے
انعقاد کو اشیاے موجودہ کے ایجاد میں اثر بخشا۔
چنانچہ آثار نظر بد و حسد وغیرہ ایسے قبیل سے ہیں
پس جس صورت میں کہ پست ہمتوں کی ہمت کو اس قدر
اثر عنایت ہو تو عالی ہمتوں کے اثر کا کیا کہنا ہے۔
تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمتِ قویہ کا بزرگانِ بارگاہ کے دلوں میں
سے جوش زن ہونا خواہشِ نفسانی اور وساوسِ
شیطانی کے قبیل سے نہیں بلکہ از جنس احکامِ ربانی
اور الہامِ رحمانی ہے کیونکہ ان کی بعثت دریاے رحمت
کی ایک موج ہے جو زلال ہدایت کے تشنوں کی دستگیری کے لیے
ہر وقت جوشاں و خروشاں ہے پس انکے دل فیض منزل سے ہمت کا
جوش مارنا کریم برحق اور رحیم مطلق کی توجہ پر دال ہے کہ ہمیشہ اُسکے
بندوں کی شامل حال ہے چنانچہ آیہ کریمہ (ترجمہ) اور تجھکو جہان
والوں کے واسطے رحمت ہی کرکے بھیجا ہے۔ اور آیت شریفہ (ترجمہ)
اللہ کا احسان ہے ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں انھیں میں کا رسول
اس معنی کی تصدیق کرتی ہے لیکن فیض صحبت پس اُسکے لیے بھی ایک
ظاہر اور ایک حقیقت ہے۔ اول اُسکے ظاہر کا حال سنیے کہ ہدایتِ
فیض صحبت کے باعث دو طریق پر حاصل ہوتی ہے پہلا طریق یہ ہے کہ جو
کوئی کسی کی صحبت میں پہنچتا ہے اور اُسکے کلام کو بالمشافہ سنتا ہے اور اُسکے روبرو بقصد
استفادہ بیٹھتا ہے اور عبادات و عادات و معاشرت و معاملات میں
اُسکی اوضاع اور اطوار کو بچشم خود ملاحظہ کرتا ہے البتہ بلاریب و اشتباہ اُسکی حقیقت
پر آگاہ ہوتا ہے اور اُسکی مزاج دانی اور مرضی شناسی کا سلیقہ بہم پہنچاتا ہے کہ
افعال مناسب و غیر مناسب اور اقوال پسندیدہ اور غیر پسندیدہ میں اُس سلیقہ
سے امتیاز کرتا ہے اور مقامات اور موارد کلام پر مطلع ہو کر موقع اور محل کلام
کو بخوبی جانتا ہے بہت معانی ایسے ہیں کہ نفس کلام سے حاصل نہیں ہوتی

و چون در ما سبق و ما لحق نظر کرده شود و حال متکلم و سامع
ملحوظ داشته شود همان معنی از کلام مفهوم شود بالجملہ ہمنشین
عاقل را در مقدمات رئیس خود ملکۂ اجتہاد البتہ حاصل مشود
و طریق ثانی آنکہ بسبب ملاحظہ حال ایشان از علو ہمت
در باب استقامت بر احکام رب العالمین و مسابقت
از تابعانِ خود در ادای حقوق دین متین و در دل این مستفید
ہم علو ہمت و وفور رغبت در اطاعت رب العزة حادث
می شود و کلام وعظ و تذکیر ایشان در تہ قلب او می رسد
و شخصے کہ دیگران را بسوے یک امر دعوت می نماید و خود
را بران اقدام نفرماید پس سامعین ہم کلام او را بمثابہ فسانہ
بے مغز می انگارند و از جنس مضامین شعریہ می شمارند کہ کریمہ
إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کاشف حال ایشان است
و لہذا در قرآن حکیم بر واعظان بے عمل بغایت ملامت
متوجہ گردیدہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ وقال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ زیرا کہ واعظ بے عمل سد راہ طالب حق است
کہ بسبب مداہنت در عمل کلام حق را در نظر ایشان بے اعتبار
می گرداند و چون ہادی راہ در عمل بہ نسبت اتباع خود مبادرت
کرد و در تحمل رنج و تکلیف بر ایشان سابقت نمود لابد اتباع او
ہم بقدر استطاعت خود خواہند کوشید و عیب دون ہمتی خود را
چار و ناچار بہ تکلف خواہند پوشید ہر گاہ کہ میر قافلہ را پیش پیش
خواہند دید کشان کشان در پے او خواہند دوید لہذا حق جل و علےٰ
اولاً انبیاء خود را بہ امتثال امر خود مامور می فرماید بعد ازان دیگران را

اور جب گزشتہ اور آئندہ کی طرف نظر کیجاتی ہے اور حال سامع اور
متکلم کا پہچانا جاتا ہے تو وہی معانی کلام سے خالی نہیں ہوتے
ہیں الحاصل ہمنشین عاقل کو اپنے رئیس کے مقدمہ میں ملکہ اجتہاد
حاصل ہوتا ہے دوسرا طریق یہ ہے کہ انکی علو ہمتی کا حال ملاحظہ
کرنے سے (کہ اجرائے احکام رب العالمین میں نہایت درجہ کی
استقامت اور ادائے حقوق دین میں اپنے تابعین سے کمال سبقت
رکھتے ہیں) انکے ملازمان بارگاہ اور مستفیضان ذی جاہ کے دل میں
بھی دربارۂ اطاعت رب العزت کمال ہمت اور نہایت رغبت
پیدا ہوتی ہے اور کلام وعظ و نصیحت انکے تہ دل میں جانشین ہوتا ہے
کیونکہ انکے دل اور زبان میں مطابقت تامہ حاصل ہے اور جو شخص کہ
دوسروں کو کسی امر کی جانب توجہ دلائے اور آپ اسکی طرف نہ آئے تو
سامعین بھی اُسکے کلام کو فسانہ بے مغز اور قصہ کہانی جانتے ہیں اور
مضامین شعریہ کے جنس سے پہچانتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ)
بے شک وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اُنکے حال پر دال ہے اسی لیے
واعظان بے عمل پر کلام تقدس التیام میں نہایت درجہ کی ملامت
واقع ہوئی چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) لوگوں کو تو
اچھی باتیں بتاتے ہو اور اپنی خبر ہی نہیں حال یہ کہ تم کتاب
پڑھتے ہو کیا بھلا تمھیں عقل نہیں۔ اور یہی ارشاد ہے (ترجمہ)
اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے بڑا گناہ ہے نزدیک
اللہ کے کہ تم کہتے ہو اُس کو اور کرتے نہیں
واعظ بے عمل طالب حق کے حق میں سد راہ اور سراپا خلل ہے کہ اپنے عمل کی کوتاہی
اور مداہنت کے باعث کلام کو اُسکی نظر میں بے اعتبار کرتا ہے اور جب ہادی
راہ اور مرشد ذی جاہ کسی فعل کا خود عامل ہوئے اور رنج و تکلیف کی برداشت
میں دوسروں سے سبقت لیجائے لہذا اور لوگ بھی بقدر استطاعت اُسکی اتباع میں سعی
فرمائینگے اور چار ناچار اپنی پست ہمتی کے عیب کو بہ لباس تکلف چھپائینگے
اور جس وقت میر قافلہ کو اپنے آگے رواں دواں پائینگے بالضرور آپ بھی
اُسکے پیچھے کشاں کشاں جائینگے لہذا حق جل و علی اپنے مقربین بارگاہ
یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام کا فرماتا تھا اسکے بعد اوروں کو

بسوے آن ترغیب می نماید قال اللہ تبارک و تعالیٰ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
این ست صورتِ ظاہرہ ادراک فیض صحبت و اما حقیقتش
پس بیانش آنکہ از بسکہ روح ایشان گلدستہ ایست از
گلشنِ ملکوت و تند شعلہ ایست از آتش جبروت پس چنانکہ
ہرگاہ گلدستہ درمیان محفل می نہند حاضران از ہر سو بہ او
می شوند لابد بوے دل آویز او بہ دماغ ہر کس می رسد و
روح را فرحتے و سرورے حاصل می شود کسی کہ مزکوم ست
البتہ از ادراکِ لذت محروم ست ہمچنین ہرگاہ کہ شمعے در
محفلے روشن می شود نورِ او بہ ہر کس و ناکس می رسد اگر آئینہ
است از نورِ او تابناک ست بلکہ از عکسِ او بحدے درخشان ست
کہ بر دیگران نور افشان ست و اگر آئینہ نیست این قدر البتہ
کہ در ظلمتِ تار نیست بالجملہ این قدر ضرور ست کہ تمام محفل پر
از نور ست ہر کس بلاحظہ او مسرور آری کسی کہ نابصرست
البتہ از نور افشانی او بیخبر ست ہمچنین قلوب ہمنشینان ایشان
بلذتِ روحانی مسرور ست و بقوتِ ایمانی معمور آنچہ از انوار
ہدایت از دل ایشان تابش میکند عکسِ آن دل ہمنشینان
را آرایش می دہد بروق عظمت و کبریا بر دل ہاے
ایشان می درخشد قلوبِ ہمنشینان از خشیت ہیبت می لرزد
آتش تفرید و تجرید در قلوبِ ایشان می افروزند چرک بشریتِ
ہمنشینان از آن می سوزند زلالِ رحمت بر ایشان می بارد
نہال ہمنشینان از آن برگ و بار می آرد چنانچہ این معنی
در احادیث متعددہ مذکور گردیدہ از انجملہ آنکہ صحابہ عرض
نمودند کہ یا رسول اللہ نکون عندک تذکرنا بالنار و
الجنۃ کانا رای عین فاذا خرجنا من عندک

اُسکی اتباع کی رغبت مے لاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ)
پس لڑ اللہ کی راہ میں نہیں تکلیف دیجاتی ہی مگر جان تیری اور
رغبت دلا ایمان والوں کو۔ یہ فیض صحبت کے ادراک کی صورتِ ظاہرہ کا
بیان ہوا اب اُسکی حقیقت سننا چاہیے از بسکہ روح انبیا گلشن
ملکوت کا ایک گلدستہ ہے اور آتش جبروت کا ایک تند شعلہ ہی
سو جس طرح پر کہ جس وقت گلدستہ محفل میں رکھتے ہیں اور
حاضرین ہر طرف سے اُسکے گرد اگرد جمع ہوتے ہیں بالضرور اُس کی
بوے دلاویز ہر کسی کے دماغ میں راحت پہنچاتی ہی اور
روح کو فرحت اور سرور میں لاتی ہے جو کوئی مزکوم ہی البتہ
حصول لذت سے محروم ہے ایسے ہی جس وقت کہ شمع محفل
میں روشن ہوتی ہی اُس کا نور ہر کس و ناکس کو پہنچتا ہے اگر
آئینہ ہے اُسکے نور سے تابناک ہے بلکہ اُسکے عکس سے
اس قدر درخشاں ہی کہ اوروں پر نور افشاں ہی اور اگر آئینہ
نہیں ہے اسی قدر بس ہی کہ ظلمت سے خارج ہی قصہ کوتاہ
یہ امر ضرور ہے کہ تمام محفل پر نور ہے اور ہر کوئی اُسکے
ملاحظہ سے مسرور۔ ہاں جو کوئی نابصر ہی البتہ اُسکے نور فشانی
سے بیخبر ہی۔ اسی طرح پر انکے ہمنشینوں کے دل روحانی لذت سے
مسرور ہیں اور قوتِ ایمانی سے معمور جس قدر انکے دل فیض منزل سے
انوار ہدایت کا ظہور ہوتا ہی انکے عکس سے ہمنشینوں کا دل سراپا نور
ہوتا ہی شانِ عظمت اور کبریائی کی بجلیاں انکے دلوں پر ہمیشہ
درخشاں ہیں ہمنشینوں کے دل خوف اور ہیبت سے ہر وقت لرزاں ہیں
آتشِ تفرید و تجرید انکے دل میں روشن ہوتی ہی ہمنشینوں کی بشریت کے
آلائش اُس سے زائل و بے سخن ہوتی ہی ابر کرم اُن پر ہر دم آب رحمت
برساتا ہی نہال ہمنشینان اُس سے برگ و بار تازہ لاتا ہی چنانچہ یہ معانی احادیث
متعددہ میں جا بجا مذکور ہوئی انہیں سے چند حدیثیں نقل کیجاتی ہیں۔
ایکروز صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ترجمہ) ہم آپکی خدمت
میں ہوتے ہیں آپ ہمکو دوزخ اور جنت کا ذکر سناتے ہیں تو گویا
ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں پھر جب ہم آپکے نزدیک سے چلے جاتے ہیں

عافسنا الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده لو تدومون على ما تكونون عندى وفى الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفى طرقكم وروى قال اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم اعرابى وقال جهدت الانفس و جاع العيال ونهكت الاموال وهلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك على الله ونستشفع بالله عليك فقال النبى صلى الله عليه وسلم سبحان الله سبحان الله فمازال يسبح حتى عرف ذلك فى وجوه اصحابه وروى عن بعض الصحابة انه قال كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم جاء الى مقبرة فجلس فجلسنا حوله وكان على رؤسنا الطير وقال النبى صلعم ان خيار عباد الله من اذا رأوا ذكر الله وروى عن بعض الصحابة انهم قالوا كنا ندفن النبى صلى الله عليه وسلم بايدينا والايمان يطير من قلوبنا بالجملہ این ہدایت کہ از فیض صحبت حاصل میشود امریست بس طویل و عریض کہ تفصیل آن درین چند اوراق متعسر ست بل متعذر بنا برعلیہ برین چند کلمات اکتفا کردہ شد این قدر مسئلہ اجماعیہ ہست کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم افضل اند از سائر امت اگرچہ بعضے از ایشان مرتبہ اجتہاد و منصب ولایت تامہ نمی داشتند ہمچنین قیاس باید نمود کہ ہمنشینان ہر صاحب کمال افضل اند و اکمل از سائر اتباع او پس ہدایتیکہ بفیض صحبت حاصل می شود لابد افضل ست بنسبت اقسام دیگر اما خرق عادت پس بیانش آنکہ حق جل وعلی بقدرت کاملہ خود

مشغول ہو جاتے ہیں ہم بیبیوں اور بچوں اور کاموں میں تو بھول جاتے ہیں ہم بہت پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمھارا ہمیشہ وہی حال رہتا جو میرے پاس ہوتا ہے اور ذکر میں تو راہوں میں اور بچھونوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گاؤں والا آیا اور کہا ہم پر بڑی سختی ہے اور بھوکوں مرتے ہیں گھروں والے اور مال کم ہو گئے اللہ پاک سے آپ ہمارے واسطے پانی کی دعا مانگیے ہم تمھاری سفارش اللہ کے پاس لیجاتے ہیں اور اللہ کی سفارش تمھارے پاس لاتے ہیں۔ پس فرمایا نبی اللہ نے پاک ہے اللہ پاک ہے اللہ تعالی پھر حضرت تسبیح ہی پڑھتے رہے یہانتک کہ اسکا اثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں میں معلوم ہونے لگا اور روایت ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ تھے آپ قبرستان میں تشریف لائے پھر آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی گرداگرد بیٹھ گئے اور ہم بالکل چپ بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا نبی صلعم نے کہ اللہ تعالی کے بندوں میں بہتر وہ بندہ ہے جب انکو دیکھیں اللہ تعالی یاد آوے اور روایت کیا گیا بعض صحابہ سے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے تھے اور ہمارے دلوں میں سے ایمان اڑا جاتا تھا۔ الحاصل یہ ہدایت کہ فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے ایک امر نہایت طویل و عریض ہے جسکی تفصیل ان چند اوراق میں متعذر ہے بناءً علیہ ان چند کلمات پر اکتفا کیا گیا۔ اس قدر مسئلہ متفق علیہ ہے کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت سے افضل ہیں اگرچہ ان میں سے بعض صحابہ مرتبہ اجتہاد اور منصب ولایت تامہ نہ رکھتے تھے ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ ہر صاحب کمال کے ہمنشین اُسکے تمام تابعین سے افضل و اکمل ہیں پس جو ہدایت کہ فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے لابد بنسبت تمام دیگر فضل ہے۔ اب خرق عادت کو ملاحظہ فرمائیے جناب باری تقدس صفاتہ اپنی قدرت کاملہ سے

بنا بر تصدیق انبیا علیہم السلام چیزے اظہار می فرماید کہ صدور
آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگرچہ بہ نسبت دیگر کس
ممتنع نمی باشد تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیا بحسب عادت اللہ
موقوف میباشد بر فراہم آمدن اسباب و ادوات آنچیز پس کسیکہ ادوات و آلات
حاصل می دارد صدور چیز مذکور از خرق عادت نیست کسی کہ
ادوات مذکورہ حاصل نمی دارد البتہ صدور آن از قبیل خرق
عادت ست مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست
بہ نسبت اُمّی خرق عادت ست و کشتن بسلاح خرق عادت
نیست و بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ست پس ازین بیان
واضح گشت کہ این معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج
از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمین قدر لازم ست کہ بہ نسبت
صاحب خارقہ صدور آن خلاف عادت باشد بجہت فقدان
ادوات و آلات پس بسیار چیزہاست کہ ظہور آن از مقبولین حق از
قبیل خرق عادت شمردہ می شود حالانکہ امثال ہمان
افعال بلکہ اقوی و اکمل از آن از ارباب سحر و اصحاب طلسم
ممکن الوقوع باشد پس وقتی کہ بر حاضران واقعہ این قدر ثابت
باشد کہ صاحب خارق مہارت در فن سحر و طلسم
نمی دارد پس لابد صدور خارقہ مذکورہ علامت صدق او
تواند بود و لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح
شمردہ می شود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے از اشیاء نفیسہ
از جنس میوہ و شیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند
و در دوستان و ہمنشینان خود افتخار می نمایند چون معنی
خارق عادت واضح گشت لابد درین مقام تامل باید نمود کہ
خرق عادت چرا ظاہر میگردد و چگونہ ظاہر میگردد اما اول
پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست

انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے ایسے امر کا ظہور فرماتا ہے کہ
اُنکی نسبت اُسکا صدور غیر ممکن معلوم ہوتا ہی اگرچہ دوسرے کی سبب
متعذر نہو تفصیل اسکی یہ ہی کہ بعض اشیاء کا وجود بحسب عادۃ اللہ
اُنکے اسباب اور آلات کے فراہمی پر موقوف ہوتا ہی پس جس کسیکو
اُنکی ادوات و آلات حاصل ہیں اُس سے اُن چیز کا صدور خرق
عادات میں داخل نہیں ہاں جو کوئی یہ اسباب اور آلات اپنے
پاس مہیا نہیں رکھتا ہے اُس سے ایسی اشیاء کا ظہور خرق
عادت کہلاتا ہی مثلاً کتابت کاتب کی نسبت خرق عادت
نہیں اور اُمّی کی نسبت خرق عادت ہی اور ہتیار سے قتل
کرنا خرق عادت نہیں اور بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ہی
تو اس بیان سے واضح ہوا کہ یہ معنی ضروری نہیں کہ ہر خرق عادت
مطلقا طاقت بشری سے صادر ہوتا ہے بلکہ اسی قدر
لازم ہی کہ بہ نسبت صاحب خارقہ اُسکا صدور بجہت فقدان آلات
خلاف عادت ہوئی پس اکثر اشیاء کا ظہور مقبولان حق سے منجملہ
خرق عادت شمار کیا جاتا ہی حالانکہ اُن جیسے افعال بلکہ اُنسے
اقوی اور اکمل ارباب سحر اور اصحاب طلسم سے ممکن الوقوع
اور سہل الصدور ہیں سو جس صورت میں کہ حاضران واقعہ پر اِس
قدر ثابت ہوئی کہ صاحب خارق فن سحر اور طلسم میں مہارت
نہیں رکھتا ہے تو بالضرور صدور خارقہ مذکورہ اُسکے صدق
اور راستی کی علامت ہے اور اسی بنا پر نزول مائدہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے شمار کیا جاتا ہے بخلاف
اہل سحر کہ بہت سے اشیاء نفیسہ از جنس میوہ و شیرینی وغیرہ
شیاطین کی استعانت اور مدد سے حاضر کرتے ہیں اور
اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں اپنی کمالیت کا دم بھرتے
ہیں جب کہ خرق عادت کے معنی مذکور ہوئے بالضرور
اس مقام میں تامل کرنا چاہیے کہ خرق عادت کس لیے
اور کیونکر ظاہر ہوتے اول کا بیان یہ ہے کہ ظہور
خرق عادات بالذات اسباب ہدایت سے نہیں

گو کہ در حق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہورِ آن بالذات برائے اتمام حجۃ و اسکات مخالفین و الزام مجادلین و تادیبِ گستاخان شوخ چشم و تخویفِ معاندانِ پُرخشم ست قال اللہ تعالیٰ و تبارک وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا چہ پُر ظاہر ست کہ ہدایت عبارت ست از نورے کہ از رحمتِ الٰہیہ در قلبِ سعیدِ ازلی باران صفت می ریزد کہ او را بر محبتِ محبوبِ حقیقی و اطاعتِ معبودِ تحقیقے می انگیزد حتّٰی کہ در محبتِ او جان و مال می بازد و در اطاعتِ او مثلِ باد پا می تازد و این معنی از مشاہدہ ظہور خوارق کمتر حاصل می شود چہ شخصے کہ در مناظرہ و مجادلہ ملزم و لاجواب می شود در دل و محبت و اخلاص کمتر حادث می شود آرے حیران و سرگردان و دست و پا گم کردہ ساکت می شود پس ازین بیان واضح شد کہ ظہورِ خوارق گاہ گاہ کافی ست و صدور آن ہر بار از لوازم ہدایت نیست و نیز واضح گشت کہ اگر از شخصے خوارق ظہور نمود و کسی را از حاضران معنی ہدایت حاصل نگردید این معنی باعثِ نقصانِ منصبِ او نمی تواند شد و اما آنکہ چگونہ حادث می شود پس بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرتِ کاملہ خود در عالمِ تکوین تصرفے عجیب و غریب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولانِ خود می نماید نہ آنکہ قدرتِ صدور خرقِ عادت در وے ایجاد می فرماید و او را بہ اظہار آن مامور می نماید حاشا و کلا قدرتِ تصرف در عالمِ تکوین از خواصِ قدرتِ ربانی ست نہ از آثارِ قوت انسانی اما اظہار دعوت پس بیانش آنکہ حق جل و علی ایشان را بحکمتِ کاملۂ خود سلیقہ تربیت اشخاص مختلف المزاج و قوتِ کلامِ فصیح بیانِ بلیغ

اگرچہ بعض مقبولین کے حق میں اتفاقاً سبب ہدایت ہوئی بلکہ بالذات اسکا ظہور اتمام حجت و اسکات مخالفین اور الزام مجادلین اور تادیب گستاخانِ شوخ چشم اور تخویف معاندان پُرخشم کے لیے ہی چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) اور نہیں بھیجتے ہیں ہم نشانیاں مگر ڈرانے کو۔ کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہے کہ ہدایت اُس نور کو کہتے ہیں جو جناب باری کی رحمت سے سعیدِ ازلی کے دل میں باران صفت آتا ہی اور اسکو محبتِ محبوبِ حقیقی اور اطاعتِ معبودِ تحقیقی پر اُٹھاتا ہی یہانتک کہ اُسکی محبت میں جان و مال سے مُنہ نہیں موڑتا ہے اور اُسکی اطاعت میں مثل باد پا دوڑتا ہی اور یہ معنی خوارق کے مشاہدہ سے کمتر حاصل ہوتے ہیں اسلیے کہ جو شخص مناظرہ اور مجادلہ میں ملزم اور لاجواب ہوتا ہی اُسکے دل میں محبت اور اخلاص بہت کم پیدا ہوتا ہی ہاں حیران اور سرگردان ہاتھ پیر گم کرکے چُپ ہو جاتا اور پریشان ساکت ہوتا ہی پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ظہور خوارق کبھی کبھی کافی ہی اور اُسکا صدور ہر بار لوازم ہدایت سے نہیں ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی شخص سے خوارق کا ظہور ہو اور کسی کو حاضرین سے معنی ہدایت حاصل نہوی تو یہ بات اُسکے منصب کے نقصان کا باعث نہیں ہوتے۔ رہا اس بات کا ذکر کہ خوارق عادت کا ظہور کیونکر ہوتا ہے سو بیان اُسکا یہ ہے کہ جناب باری جل جلالہ و عم نوالہ اپنی قدرت کاملہ سے عالم موجودات میں اپنے مقبولین بارگاہ کے تصدیق کے بارہ میں عجیب و غریب تصرف فرماتا ہی نہ یہ کہ خرق عادت کے صدور کی قدرت اُنمیں پیدا کرتا ہی اور اُسکو اُسکے اظہار کے واسطے مامور فرماتا ہی حاشا و کلا عالم ایجاد میں تصرف کی قدرت قدرتِ ربانی کا خلاصہ ہے قوت انسانی کے آثار سے نہیں۔
اب اظہار دعوت کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے بیان اُس کا یہ ہی کہ جناب کبریا حضرت انبیاء کو اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اشخاص مختلف المزاج کی تربیت کا سلیقہ اور در بارۂ ہدایت بیان بلیغ اور کلام فصیح کی قوت

در مقدمۂ ہدایت وایضاح تقریر در باب اظہار مافی الضمیر
عطا می فرماید چنانچہ حق جل وعلی در حق حضرت داؤد علیہ السلام
می فرماید وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب مراد از حکمت
ہمین سلیقہ تربیت ست ومراد از فصل خطاب بیانِ
بلیغ وحضرت پیغمبر را صلے اللہ علیہ وسلم را امر فرمودہ وقل
لہم فی انفسہم قولاً بلیغاً لیکن تامل باید نمود کہ دعوت
ہادیانِ مبعوثین بطرزے دیگر می باشد وتعلیم دانشمندانِ
فنون بطرزے دیگر وامتیاز فیما بینہما بدو وجہ ست اول
آنکہ کلام دعوتِ ایشان جاری می باشد بر محاوراتِ
اہلِ عرف کہ در معاملات ومکالماتِ خود آن را استعمال
می نمایند نہ بر اصطلاحاتِ دانشمندان کلام ومصنفانِ
کتب کہ تحریر وتقریر خود را بر آن مبنی می سازند وبسا مجاز
کہ در محاورات عرفیہ بہ نسبت حقیقت شائع تر ست و
بسا قید ست کہ اتفاقی ست نہ احترازی وبسا تکرار است
کہ محض برائے تقریر وتاکید نہ برائے افادہ مضمونِ جدید
وبسا مضمون ست کہ جزوے از ان کلام مستفاد میشود
وپارہ از ان مفوض بقرائن حالیہ می باشد وبسا کلمات ست
کہ از اصل خود خارج شدہ بطریق غلط العام بر زبان خواص و
عوام دائر وسائر گردیدہ پس تکلم بہ کلمۂ مذکورہ بہمین طریق دائرہ
سائرہ فصیح ست بر قانون اصل غیر فصیح بالجملہ کلامِ دعوت ایشان را بر آئین
تقریر وخطاب باید فہمید نہ بر قانون تصنیف کتاب وجہ ثانی آنکہ حال ایشان
در بابِ تربیت قومِ خود حال پدر شفیق ست یا اتالیق دانشور کہ بنظر تربیت
خورد سالان سر رشتہ ہر گاہ چیزے غیر مناسب از انہا صادر میشود او را بطریق
تالیف وانس وترہیب وعنف یا در لباس مشورہ وصلاح یا در رنگ
طیبت ومزاح یا بطریق اشارہ وکنایہ یا بطریق خواندن شعرے

اور در باب اظہار مافی الضمیر تقریر کی وسعت اور وضاحت عطا فرماتا ہے
چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں سُناتا ہے (ترجمہ)
یعنی ہمنے اسکو حکمت اور فصل خطاب عنایت فرمایا۔ مراد حکمت
سے یہی سلیقہ تربیت ہے اور فصلِ خطاب سے بیانِ بلیغ
مراد ہے اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو ارشاد ہوا
(ترجمہ) اور کہہ تو اُن کے نفسوں میں قول بلیغ۔ لیکن غور
فرمانا چاہیے کہ ہادیانِ مبعوثین کی دعوت کا طرز اور ہے اور
دانشمندانِ فنون کی تعلیم کا طریقہ دوسرا ہے اور امتیاز ان دونوں میں
دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے اول یہ ہے کہ انکی دعوت کا کلام محاورات
اہلِ عرف پر جاری ہوتا ہے کہ جسے معاملات اور مکالمات میں اُس کا
استعمال کرتے ہیں اور دانشمندانِ کلام اور مصنفین کتب کے اصطلاحات
پر اسکا اجرا نہیں ہوتا کہ انکی تحریر و تقریر کی اصطلاحیں اور ہیں
بہت مجازات ایسے ہیں کہ محاوراتِ عرفیہ میں بہ نسبت حقیقت
زیادہ شیوع رکھتے ہیں اور بہت سی قیدیں اتفاقی ہیں اور اکثر مقام
پر اس قسم کی تکرار ہے کہ محض تقریر اور تاکید کے بارہ میں اس کا
اعتبار ہے اور مضمون جدید کا فائدہ اُس سے متصور نہیں اور بہت
مضمون اس قسم کے ہیں کہ اُسے بلفظ معانی حاصل ہوتے ہیں
اور کسی قدر قرائنِ حالیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اکثر کلمات کا
یہ حال ہے کہ اپنی اصل سے خارج ہو کر غلط العام کے طور پر خاص و عام
کی زبان پر جاری ہے جب یہ بات معلوم ہو چکی تو تامل فرمانا چاہیے کہ کلمہ
مذکورہ ایسے طریق جاریہ کے ساتھ فصیح ہے اور قانون اصل پر غیر فصیح۔
الحاصل انکے کلام دعوت کو آئین تقریر و خطاب جاننا چاہیے نہ
قانون تصنیف کتاب پر۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ قوم کی تربیت کے بارہ میں
ان حضرت کا حال پدر مہربان کے باحال خیال فرمانا چاہیے یا اتالیق
دانشور پر قیاس کرنا چاہیے اور انکی نگاہ تربیت ہر وقت انکے حال کی طرف
نگراں ہے جس وقت کوئی شے غیر مناسب اُنسے صادر ہوتی ہے اسکو طرح طرح
سمجھاتے ہیں کبھی انکو بطریق تالیف و انس اچھی بات کی رغبت دلاتے ہیں
اور کبھی ادب اور سختی سے بری باتوں سے بچاتے ہیں کبھی بہ
لباس مشورہ و صلاح اور کبھی برنگ خوش طبعی و مزاح انکے ساتھ پیش آتے
ہیں اور کبھی انکو اشارے اور کنایہ کے طور پر آگاہ کرتے ہیں

از اشعارِ مناسب حال یا بطریق بیان مثلی از امثال یا درضمنِ افسانه هاے گزشته یا درضمنِ مواعید پیوسته او را بران آگاه می سازد و همچنین وقتے که او را می بیند که عملی از اعمال مستحسنه می کند اما طریقِ آن عمل نمی داند او را برین معنی بطریقِ مذکوره آگاه می سازد یا به این طریق که خود روبروے او همان عمل را بطریقِ احسن بجامی آرد تا بلاحظهٔ او طریق آن را یاد گیرد بالجمله این پاره ایست از تفصیلِ اقسامِ کلامِ ایشان پس دعوت از ایشان برهمین طریق ظاهر می گردد نه بطریق مدرسانِ مدارس که وقتے براے تدریس علم تعین می کنند و درهمان وقت نشسته به تعلیم بابے از ابوابِ احکام مثل مسائلِ طهارت یا صلوٰة یا زکوٰة همت می گمارند و مسائل همون باب را دران مجلس خواه واقع باشد خواه فرضی یک یک مسلسل می شمارند که این طریقِ دانش آموزان ست نه روشِ تربیت کنندگان بالجمله نفعِ دعوتِ ایشان ممزوج ست به فیضِ صحبتِ ایشان و انتفاعِ کامل از کلامِ ایشان مخلوط ست بطولِ ملازمتِ ایشان تعمق کتاب و تکلف خطاب کمتر از ایشان راست می آید شانِ امیت بر ایشان غالب می باشد و نشانِ تعمق و تکلف مغلوب سادگی در نظرِ ایشان محبوب می باشد و بے تکلفی مرغوب و نیز باید دانست که دعوتِ ایشان به دو طریق واقع می شود بیانِ حکمت و کلامِ موعظت اما بیانِ حکمت پس تفصیلش آنکه حق جل و علیٰ به رحمت خاصه خود ایشان را قوت بیانی به وجهے عنایت می فرماید که مکنون مافی الضمیر را به وجهے ادا می فرمایند و آن را به شواهد و دلائل به وضعے مبرهن می گردانند و غوامضِ مقاصد را در ضمن تمثیلات و تشبیهات بطریقے روشن می کنند که مدعاے ایشان در نظرِ سامعین

اور کبھی اشعارِ مناسبِ حال پڑھکر روبراہ کرتے ہیں کبھی عبرتاً کوئی مثل یا فسانہ سناکر اُن کے کان کھول دیتے ہیں کبھی نہایت نرمی سے اُنکے سامنے بولتے ہیں اور ایسے ہی جس وقت یہ حضرات اُن کو کوئی اچھا عمل خلافِ طریق پر کرتے ہوے دیکھتے ہین اُن کو اس معنی پر بہ طریقِ مذکورہ آگاہ کرتے ہیں یا اُسی عمل کو بہ طریقِ احسن اُس کے روبرو تعلیماً خود بجالاتے ہیں قصہ کوتاہ اُن کے کلام کے اقسام بہت ہیں یہ قسمِ کلام بھی اُنمیں سے ہی خیال کرنا چاہیے پس ان حضرات سے دعوت اسی طریق پر ظاہر ہوتی ہے نہ مدرسانِ مدارس کے طور پر کہ علم پڑھانے کے واسطے ایک وقت معین کرتے ہیں اور اُسی وقت کسی جاپے بیٹھکر مسائلِ طہارت اور احکامِ زکوٰة وغیرہ تعلیم فرماتے ہیں خواہ وہ مسائل واقعی ہوں یا فرضی ایک ایک مسلسل سمجھاتے ہیں سو یہ دانش آموزوں کا طریق ہے تربیت کرنے والوں کی روش ایسی نہیں ہوتی - الحاصل ان کی دعوت کا نفع ان کے فیض صحبت سے مربوط ہے اور انتفاع کامل ان کے طول ملازمت کے باعث ان کے کلام سے مخلوط ہے۔ تعمقِ کتاب اور تکلف خطاب بہت کم ان کی ذات سے ثابت ہوتا ہے بلکہ شان اُمیت ان پر غالب ہوتی ہے اور نشانِ تکلف مغلوب سادگی ان کی نظر میں محبوب ہوتی ہے اور بے تکلفی مرغوب اور یہ بھی واضح ہو کہ ان کی دعوت اکثر دو طریق پر واقع ہوتی ہے اوّل بیان حکمت دوم کلامِ موعظت۔ بیان حکمت کی یہ تفصیل ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ و عمّ احسانہٗ اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو قوتِ بیانی ایسے وجہ پر عنایت فرماتا ہے کہ مکنونِ مافی الضمیر کو اس طور پر ادا کرتے ہیں اور اُس کو دلائل اور شواہد کے ساتھ اس وضع پر ظاہر کرتے ہیں اور غوامض (باریکی) مقاصد کو ضمن تمثیلات اور تشبیہات میں ایسے طریق پر روشن کرتے ہیں کہ اُن کا مدعا سامعین کی نظر میں

چندان پیدا وهویدا می گردد که گویا معنی معقول بصورت محسوس متمثل شده پیش روی مستمعین حاضر می شود و صورت آن مو بمو بر صفحهٔ خیال ایشان منقش می گردد حتی که از نهٔ دل هر مستمع گواهی بحقیقت آن سر میزند و اطمینان بصدق آن در وجدان هر سلیم الوجدان فرو می رود و عقل هر صاحب عقل پسند می کند و فکر هر صاحب فکر بهمان سمت بلندی پرد اگرچه بسیارے از مستمعین بسینه زوری آن را اختیار نه کنند و از زبان خود بسبب تعصب به آن اقرار نه نمایند اما در دل می دانند که حق بجانب ایشان ست و تبختر و تکبر بجانب ایشان کما قال الله تعالیٰ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا اه و اما کلام موعظت پس بیانش آنکه در اکثر احیان بنا بر بیدار کردن غافلان و آگاه کردن جاهلان و چالاک کردن سست همتان کلام شوق آمیز و وجد انگیز از جنس بیان محبت الٰهی یا ذکر وسعت رحمت و شدت غضب یا بیان معاملات راز و نیاز که فیما بین او تعالیٰ[1] و بندگان او تعالیٰ مشخص گردیده یا ذکر تقلب ایام و ادوار اسلاف و اخلاف یا تفصیل معاملات تعذیب و تنعیم که در ایام گزشته یا در ایام پیوسته خواهد گزشت از احوال برزخ و حشر و نشر و جنت و نار و امثال ذالک بیان می فرمایند تا در باطن مستمعین شورشے پیدا شود و در خواطر ایشان جوششے هویدا گردد که از قسوت قلبی زائل گردد و رقتے در دل حاصل شود و هر چند امثال این کلمات از واعظان هر زمان صادر می گردد فاما واعظ را آهمین همین قدر مقصود مے باشد که گریه هائے جان سوز و نعره هائے جگر دوز بوجد و اضطراب و حالت پیچ و تاب در حاضران مجلس حادث گردد و انبیاء علیهم السلام را همین قدر مقصود نمی شد

اس قدر پیدا اور ہویدا ہوتا ہی کہ گویا معانی معقولہ صُوَرِ محسوسہ کے رنگ میں سامعین کے روبرو حاضر ہو کر جلوہ ظہور دکھاتے ہیں پردۂ معانی مو بمو اُن کے صفحۂ خیال نقش پذیر ہو جاتے ہیں یہانتک کہ ہر سامع اُنکی حقیقت پر واقف ہو کر صدق دل سے اُنکی واقفیت کی شہادت دیتا ہی اور اطمینانِ قلبی ہر سلیم الوجدان کو اُس سے حاصل ہوتی ہی اور ہر صاحبِ عقل کی عقل اُن کو پسند کرتی ہی اور ہر صاحب فکر کا فکر اُن کی جانب بلند پروازی کرتا ہی اگرچہ بہت سے سامعین اپنی سینہ زوری اور بے انصافی سے اختیار نہ کریں اور تعصب کی باعث اپنی زبان سے اقرار نہ کریں لیکن دل میں جانتے ہیں کہ حق اُنکی جانب ہے اور تبختر اور تکبر اُن کی جانب جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (ترجمہ اور انکار کیا اُنھوں نے اُسکا اور یقین کیا اُنکی جانوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کیا) لیکن کلامِ موعظت پس اُسکا بیان یہ ہی کہ اکثر اوقات میں غافلوں کے بیدار کرنے اور جاہلوں کے ہوشیار کرنے اور سست ہمتوں کے چالاک کرنے اور ناپاکوں کے پاک کرنے میں طرح طرح کی نصیحت فرماتے ہیں اور کلام شوق آمیز اور وجد انگیز کہ جو بیانِ محبتِ الٰہی اور ذکر وسعت رحمت و شدتِ غضب اور بیانِ معاملات راز[1] و نیاز اور ذکر گردش زمانہ اور تفصیلِ معاملات رنج و راحت اور احوالِ برزخ و قیامت اور کیفیتِ بہشت و دوزخ وغیرہ کو شامل ہو سُناتے ہیں تاکہ سامعین کے دل میں ایک قسم کی سوزش پیدا ہو اور اُنکی خاطر میں ایک طرح کا جوش ہویدا ہو جس سے دل کی سختی اور سیاہی زائل ہو اور اعلیٰ درجہ کی رقت حاصل ہو ہر چند کہ اس قسم کے کلمات ہر زمانہ کے واعظین کے زبان سے صادر ہوتے ہیں لیکن اُن کو وعظ و نصائح سے یہی غرض ہوتی ہے کہ گریہ ہائے جاں سوز اور نعرہ ہائے جگر دوز اور بسببِ وجد و اضطراب اور حالتِ پیچ و تاب حاضرین مجلس سے پیدا ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے یہ غرض نہیں

[1] کہ فیما بین او تعالیٰ و بندگان او مشخص گردیدہ ۱۲ منہ

بلکه مقصود ایشان آن ست که ورود این حال وسیلهٔ رسوخ ایشان
در مقام اطاعت وانقیاد وامتثال احکام رب العباد گردد
وباعث تهذیب اخلاق وصلاح اعمال ایشان شود واین را
موعظهٔ حسنه می گویند وگاه گاه ایشان در مقام دعوت طریق
ثالث هم استعمال می فرمایند وآن جدل ست بیانش آنکه
گاہے مجادل معاند را بلطیفهٔ عام فهم ونکتهٔ ظریف پسند ساکت و
ملزم می فرمایند گو که اصل حقیقت به آن منکشف نه گردد کما
قال الله تعالیٰ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ
ضِيزَىٰ هر چند نسبت مطلق ولد خواه ذکر باشد خواه انثیٰ
به جناب او تعالیٰ سراسر باطل ومحال ست فاما از بسکه مخالفین
برائے او تعالیٰ بنات ثابت می کردند وبرائے خود بنین آرزو
می داشتند بناء علیه به این لطیفه مخاطب شدند هر چند اکثر
ظرفا این فن جدل را در مابین خود نهایت استعمال می کنند
لکن در ان یک مضرتے هم هست وآن این ست که ظریف
را در حال لطیفه گوئی ونکته سنجی پاس دین وایمان ومراعات
آئین ادب باقی نمی ماند بلکه هر لطیفه که مناسب حال می بیند
بلا تکلف آن را بر زبان می راند واین را عین کمال خود
می داند واین هرگز طریقهٔ انبیاء علیهم السلام نیست بلکه
مقصود ایشان همین می باشد که با وجود حفاظت دین و
رعایت ادب معاندین دین را ساکت می فرمایند وبس و
این را جدال حسنه می گویند انبیاء به استعمال این هر سه
طریق مامور اند کما قال الله تعالیٰ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
واز بسکه جدل فی الحقیقت از جنس دعوت الی الحق نیست
لکن از لواحق وتوابع اوست بناء علیه این را علیحده فرمودند

بلکہ انکا مقصود اصلی وعظ ونصیحت سے یہ ہے کہ بندگان خدا کو مقام اطاعت
اور فرماں برداری میں رسوخ حاصل ہو اور تہذیب اخلاق اور صلاح
اعمال بدرجہ کامل ہو اسی کا نام موعظہ حسنہ ہے اور کبھی کبھی حضرات
مقام دعوت میں طریق ثالث کا بھی استعمال فرماتے ہیں جس کو
جدال کہتے ہیں اور بیان اُس کا یہ ہے کہ کبھی مجادل معاند یعنی دشمن
کو لطیفہ عام فہم اور نکتہ ظریف پسند کے ساتھ ساکت اور ملزم فرماتے
ہیں اگرچہ اصل حقیقت اس سے منکشف اور ظاہر نہ ہوئی
چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کیا تمھارے واسطے بیٹے
ہیں اور اُس کے واسطے بیٹیاں تو یہ بانٹنا بھونڈا ہے) ہر چند
نسبت مطلق ولد خواہ مذکر ہو یا مؤنث جناب باری کی
طرف کرنا سراسر باطل اور محال ہے لیکن ازبسکہ مخالفین اُس
ذات پاک کے واسطے لڑکیاں ثابت کرتے تھے اور اسی واسطے
لڑکوں کی آرزو رکھتے تھے بناءً علیہ اس لطیفہ کے ساتھ اُن کی
طرف خطاب ہوا۔ اگرچہ اکثر ظریف لوگ اس فن جدل کو
باہم بدرجہ کمال استعمال کرتے ہیں لیکن اُس میں ایک قسم
کی مضرت بھی جس کا بیان یہ ہے کہ ظریف کو لطیفہ گوئی اور نکتہ
سنجی کی صورت میں دین وایمان کا پاس اور آئین ادب کا
لحاظ باقی نہیں رہتا ہے بلکہ جس لطیفہ کو کہ مناسب حال
اور موافق قال خیال میں لاتا ہے بلا تکلف زبان پر چلاتا ہے
اور اس کو عین کمال جانتا ہے اور یہ ہرگز طریقہ انبیاء علیہم السلام
نہیں بلکہ مقصود اُن کا یہی ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت
اور ادب کی رعایت بھی ہاتھ سے نجائے اور دشمن دین بھی سکوت
میں آئے اسی کو جدال حسنہ کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو ان
طریقے کے استعمال کا حکم ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
(ترجمہ بلا اپنے پروردگار کی راہ کی طرف تدبیر سے اور اچھی نصیحت سے
اور جھگڑ اُنسے اُس طرح سے کہ وہ اچھی ہے) اور ازبسکہ جدل فی
الحقیقت جنس دعوت الی الحق سے نہیں لیکن اُس کے
لواحق سے ضرور ہے نظر برآں اس کا ذکر علیحدہ فرمایا

و در تحت دعوت داخل نمود و این ہر سہ را باین وضع
در یک سلک نہ کشید ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ
الحسنۃ والجدال الحسن۔ اما امتیاز درمیان این طریق و ہر دو
طریق اول واضح گردید **تنبیہ خامس در بیان سیاست**
باید دانست کہ سیاست درین مقام عبارت ست از بندگانِ
الٰہی بر قانون اصلاح معاش و معاد بطریق امامت و حکومت
پس مقصود از سیاست صلاح ایشان ست بحکمرانی خود و نفع رسانی
ایشان در معاش و معاد نہ تحصیل منفعتے برائے ذات خود بہ استخدام
ایشان تفصیلش آنکہ سیاست بدو وجہ متحقق میشود اول سیاست
مربیانہ دوم سیاست امیرانہ مثلاً شخصے می خواہد کہ طفلے
را ہنرے و ادبے تعلیم نماید و او را بہ وجہے مہذب و مودب
گرداند کہ استعداد انسلاک در سلک سپاہیان سخت
معاش و جفاکش کہ دشت نوردی و کوہ گردی کار ایشان ست
و قطع منازلِ دور و دست و طے مراحل بالا و پست بے
نان و آب و بے استراحت و خواب در شدت تمازت
آفتاب شعار ایشان ست حاصل نماید و لیاقت ملازمت
بادشاہی کہ موقوف بر یاد گرفتن طریق بجا آوردن آداب
تعظیمات آن بادشاہ ست و بر خو گرفتن ہیئت تعظیم کہ عبارت
از دست بستہ ایستادن تا مدتے سرنگون و خاموش ست
بدست آرد لابد او را مامور می فرماید کہ خدمت اسپ من
بکن کاہ برائے او بیار و بوقت حاجت او را دانہ و آب بدہ
و مالش بکن و زین بہ این طریق بنہ و لگام بہ این وضع بدہ
و رکاب این قدر دراز بکن و امثال آن ہمچنین میفرماید کہ
روبروے من تسلیمات و تعظیمات بہ این طریق ادا بکن و تا مدتے
دست بستہ ایستادہ باش و سر بالا مکن و بنظر تیز مرا مبین و

اور تحت دعوت میں داخل نہ کیا اور تینوں کو اس وضع پر ایک سلسلہ
میں نہ کھینچا (ترجمہ بلا اپنے رب کی طرف تدبیر اور اچھی نصیحت سے
اور جھگڑ اُنسے اچھی طرح) پس امتیاز اس طریق اور دونوں تدبیر گزشتہ میں
بخوبی واضح ہوئی **پانچویں تنبیہ بیان سیاست میں**
جاننا چاہیے کہ سیاست اس مقام میں اس بات کو کہتے ہیں کہ
بندگان خدا کی تربیت اور تہذیب قانون اصلاح معاش اور
آئین درستی معاد پر امامت اور حکومت کے طور پر لیے
جائے پس سیاست سے اُن کے حال کی اصلاح اور درستی
دربارہ معاش و معاد مقصود ہوتی ہے کہ ان کی حکمرانی اور اُن کی
نفع رسانی اس کا باعث ہوتی ہے اور ان کو اُنکی خدمت سے
اپنی ذات کا کوئی نفع ملحوظ خاطر نہیں ہوتا اس کی تفصیل اس طور
سُننا چاہیے کہ سیاست دو طرح پر جاری ہوتی ہے اول سیاست
مربیانہ دوم سیاست امیرانہ مثلاً کوئی شخص چاہے کہ کسی لڑکے کو
ہنر اور ادب سکھائے اور اُسکو اس طور پر مہذب اور مؤدب بنائے کہ
سپاہیوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی استعداد حاصل کرے کیسے
سپاہی سخت معاش جفاکش کہ دشت نوردی اور کوہ گردی اُنکا
کام ہے بے نان و آب اور بے استراحت و خواب عین تمازت آفتاب میں قطع
منازل دور و دست اور طے مراحل بالا و پست اُنکا شعار لا کلام ہے
اور ملازمت بادشاہی کی لیاقت بہم پہنچائی کہ آداب تعظیمات
کی بجا آوری کے طریق کا یاد کرنا اور تعظیم دست بستہ اور تسلیم
دو دستہ کی ہیئت کا خوگر ہونا اسکے واسطے امر لابدی ہے یہ لیاقت
اُسکو حاصل ہوتی ہے تو لابد اُسکو مامور فرماتا ہے کہ میرے گھوڑے کی خدمت
بجا لا اور گھاس اُسکے واسطے بہم پہنچا اور بوقت حاجت اُس کو
دانہ دے اور اُسکے پانی کی خبر لے کر مالش اس طرح پر کر زین
اس طریق پر رکھ لگام اس طرح پر دے رکاب اس قدر دراز کر
وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ میرے روبرو تسلیمات و
تعظیمات اس طریق پر ادا کر اور ایک مدت میرے سامنے
دست بستہ سرنگوں کھڑا رہ سر نہ اٹھا تیز نظر سے مجھکو نہ دیکھ اور

کلام عنف وبیہودہ روبروے من مکن پس وقتیکہ آن طفل مطابق امر مربی خود بجامی آرد آن مربی اورا تحسین وآفرین می کند والا سرزنش ونفرین می فرماید ورنجے از دست و زبان باو می رساند ومقصود از ینہمہ تربیت اوست نہ خدمت او برائے ذات خود لہذا سرانجام دیگر حوائج خود کہ دخل در تربیت او نمی دارد اورا مامور نمی فرماید مثل پختن طعام ودوختن جامہ وچرانیدن گاؤ ومحافظت سگ کہ ہرگز این خدمات اصلا باو تفویض نمی کند واورا بسرانجام دادن این خدمات تکلیف نمی دہد پس این تربیت را سیاست مربیانہ می گویم وشخصے باشد کہ کسے را برائے خدمت خود نوکر گیرد پس بہمین امر مذکورہ ودیگر خدمات خود اورا مامور می سازد واگر ازو قصورے صادر می گردد اورا تعزیرے می رساند پس چنانکہ تادیب طفل درصورت اول بر تقدیر قصور او را برائے سد باب آوارگی او بود ہمچنین تعزیر او درصورت ثانیہ بنابر انتقام ضرر سابق اوست بہ نسبت امور خود وبرہم زدن خدمات او ہمچنین نظم ونسق رعایا وتادیب برایا بنابر تربیت ایشان می باشد کہ مبادا انتظام معاملات ایشان برہم شود وایشان بسبب بے انتظامی سرگردان وبے سروسامان شوند یا در دنیا بغضب ملک جبار گرفتار شوند یا در عقبی در درکات نار رسند پس ہرچیزے کہ در انتظام معاملات معاش یا حصول نجات معاد دخلے داشتہ باشد در ہمون مقدمہ امر ونہی باو متوجہ می فرمایند ودر مداہنت آن باو تعزیر می رسانند وچیزے کہ بہ آن ہردو تعلق نمی دارد باو تعرض نمی کنند وبنابر اظہار تحکم خود ایشان را در امور بے فائدہ تنگ نمی کنند وہمچنین محض بنابر بقائے امتیاز خود

کلام سخت وبیہودہ میرے حضور میں نہ کر پس جب وقت وہ لڑکا اپنے مربی کے امر کے مطابق حکم بجالاتا ہے وہ مربی اسکی تحسین اور آفرین کرتا ہے ورنہ سرزنش اور نفرین فرماتا ہے اور ایک طرح کا رنج ہاتھ اور زبان سے اسکو پہنچاتا ہے اور ان سب باتوں سے اسی کی تربیت مقصود ہوتی ہے اپنی ذات کے واسطے کوئی نفع اس کی خدمت سے نہیں چاہتا لہذا حوائج دیگر کا سرانجام کہ اس کی تربیت میں اس کو مداخلت نہیں کراتا جیسے کھانا پکوانا اور کپڑے سلوانا گاؤ کا چروانا کتے کی محافظت کرانا کہ ہرگز یہ خدمات اس کو تفویض نہیں کرتا ہے اور اس کو ان خدمتوں کے سرانجام کرنے کی تکلیف نہیں دیتا ہے سو اس تربیت کو سیاست مربیانہ کہتا ہوں میں اور بعض شخص کا یہ حال ہے کہ کسی کو اپنی خدمت کے واسطے نوکر کرے پس امر مذکورہ اور دوسری خدمتوں کے واسطے اسکو مامور فرمائے اگر کوئی قصور اس سے ظہور میں آئے اسکو تعزیر پہنچائے پس جیسے کہ تادیب طفل صورت اول میں بر تقدیر تقصیر سد باب آوارگی ہوتی ہے ایسی ہی تعزیر اسکی صورت ثانیہ میں اسکے ضرر سابق کے انتقام کی بنا پر ہے کہ بہ نسبت امور مرجوعہ اور برہمزنی خدمات اس سے ظہور میں آنا علیٰ ہذا القیاس رعایا کا بندوبست اور انتظام اور برایا کی تادیب کا اہتمام انکی تربیت کی بنا پر ہوتا ہے کہ مبادا انکے معاملات کا انتظام برہم ہووے اور وہ بے انتظامی کے باعث سرگردان اور بے سروسامان ہووین یا دنیا میں بادشاہ جبار کے غصہ میں گرفتار اور حیران ہوں یا قیامت کو طبقات جہنم میں پہنچے۔ پس جس چیز کو معاملات معاش کے انتظام یا نجات معاد کے حصول میں داخل ہو اسی مقدمہ میں امر ونہی اسکی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور اسکی سستی اور مداہنت میں اسکو تعزیر اور ایذا پہنچاتے ہیں اور جو چیز کہ ان دونوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اُس سے بحث نہیں کرتے اور اپنے بحکم اور سیاست کے ظاہر کرنے کے واسطے انکو ہو رہے فائدہ میں تنگ اور مجبور نہیں کرتے اور ایسے ہی محض اپنی بقاء امتیاز کے لیے

ایشان را از تشبیہ بخود در لباس و طعام و زی و کلام ممانعت نمی کنند و از مساوات خود در نشستن و برخاستن و گفتن و شنفتن و سائر عادات و معاملات کہ مضر در حق ایشان در معاش و معاد نباشد باز نمیدارند مگر بہ امور تربیت حتی المقدور طریقے از طرق ہدایت کہ سابق مذکور گردید از دست نمی دہند اگر حصول تربیت بہ طریق ہدایت متعذر می نماید ہمان وقت بسیاست رغبت می رسانند و ترغیب در سیاست ایشان اغلب می باشد از زجر و لطف اظہر می باشد از قہر اول آئین سیاست را بر جان خود قبول می نمایند بعد ازان ایشان را طوعاً یا کرہاً بسوے آن می کشند و این را سیاست ایمانی می گوئیم و گاہے بنابر جلب منفعتے براے ذات خود باشد بمحکوم کردن ایشان مثلاً فراہم کردن خزانہ بیشمار بنابر حصول معنی تکلف در طعام و لباس و عمارت و سلاح و غیر ذلک یا براے تحصیل معنی بادشاہت و فرمانروائی سلطنت و کشور کشائی براے ذات خود یا بنابر جمع آوری لشکر جرار خونخوار یا بنابر زیر و زبر کردن مخالف خود یا بنابر مجرد حصول امتیاز از ما بین بنی نوع خود بہ زیادت عزت و مکنت و امثال ذلک پس مقصود ایشان از سیاست افراد انسان مجرد اصلاح حال ایشان نیست بلکہ اصل مقصود ہمین ست کہ ایشان اطاعت و رفاقت اختیار کنند تا بہ اعانت ایشان اغراض نفسانیہ خود بدست آید پس حال این سیاست در امور مذکورۃ الصدر عکس حال سیاست اول باشد و این را سیاست سلطانی می گوئیم پس مقصود درین مقام یعنی در مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام ہمان سیاست

تشبیہ لباس و طعام وغیرہ سے اُن کو مانع نہیں ہوتے اور اُٹھنے اور بیٹھنے اور کہنے اور سننے اور تمام عادات اور معاملات میں بشرطیکہ ان کے حق میں معاش اور معاد میں مضر نہو مساوات سے باز نہیں رکھتے حتی المقدور اُمور تربیت میں کوئی طریقہ طرقِ ہدایت سے کہ جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہاتھ سے نہیں دیتے اگر حصولِ تربیت بطورِ ہدایت متعذر معلوم ہوئی اُسی وقت سیاست کی نوبت پہنچاتے ہیں۔ اُن کی سیاست کی صورت میں اُن کی ترغیب اُن کی زجر و توبیخ سے بڑھکر ہوتی ہے اور لطف و مہربانی قہر اور غضب سے اظہر ہوتی ہے اول آئینِ سیاست کو اپنی جان پر قبول کرتے ہیں اور اُس کے بعد طوعاً یا کرہاً اُنکو اُسکی طرف کھینچتے ہیں اور اس کو ہم سیاستِ ایمانی کہتے ہیں اور کبھی اُن کے محکوم کرنے کے ساتھ اپنی ذات کے نفع حاصل کرنے کے واسطے ہوئی مثلاً خزانہ بیشمار کا جمع کرنا جس سے طعام اور لباس اور عمارت اور ہتیار وغیرہ میں تکلف کے معنی حاصل ہویں یا بادشاہت اور فرمان روائی اور کشور کشائی کے معنی کا حصول ان کی ذات کے واسطے ہوئی یا دشمن ناہنجار کے زیر و زبر کرنے کے واسطے لشکر جرار خونخوار کی جمع آوری مقصود ہوئی یا زیادتی عزت اور مکنت کے ساتھ اپنے بنی نوع اور ہمجنسوں میں محض حصولِ امتیاز کا خیال ہوا ور اس کے سوا اور بھی بہت اُمور ہیں جو فراہمی خزانہ کا باعث ہوتے ہیں پس مقصود اُن کا سیاست افراد انسان سے مجرد انکے حال کی اصلاح نہیں بلکہ اصل مقصود یہی ہے کہ وہ لوگ اطاعت اور رفاقت اختیار کریں تاکہ اُن کی مدد اور اعانت کے ساتھ اپنے اغراض نفسانیہ حاصل ہوئیں سو اُمور مذکورۃ الصدر میں اس سیاست کا حال سیاست اول کے عکس ہے اور ہم اسکو سیاست سلطانی کہتے ہیں پس مقصود اس مقام میں یعنی مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام میں وہی سیاست

ایمانی ست نہ سیاستِ سلطانی پس میگویم کہ سیاستِ ایمانی دو قسم ست اول آنکہ سیاست بنا بر انتظام صلاحِ معاملات معاشیہ بنی آدم و بنا بر انتظامِ صورت اجمالیہ ایشان باشد و آن را سیاست مدنی می گویم مثل احکامِ معاملات از بیع و شرا و شراکت و احکامِ قضا و دعویٰ و شہادت و یمین و امثال ذلک و قسم ثانی آنکہ بنا بر پاسداری دین و خدمت گزاری ملت باشد مثل قتلِ کفار و اہانتِ مبتدعین و الزام جزیہ و خراج بر ذمہ ذمیین و امثال ذلک و این را سیاستِ ملت می گویم و ہر یک ازین دو قسم بر دو قسمست اول آنکہ سیاست در بعضے افعال جاری شود کہ فلان فعل را از ایشان مطلوب ست و فلان ممنوع و این را سیاست افعالی گویم و قسم ثانی آنکہ سیاست جاری شود در بابِ انفاقِ اموال یعنی این قدر مال در بیت المال باید رسانید تا سدِ بابِ حوائجِ بنی آدم باو کردہ شود و یا در خدمت گزاری دین و ملت صرف گردد و این سیاست را اموالی می گویم پس گویا کہ سیاست ایمانی چہار قسم شد سیاستِ مدنی افعالی و سیاستِ مدنی اموالی و سیاستِ ملت افعالی و سیاستِ ملتِ اموالی پس پارہ ازین ہر چہار گانہ درین جا مذکور می نمایم تا نمونہ باشد ازین پس می گویم قسم اول تعینِ احکام معاملاتے ست کہ فیما بین بنی آدم جاری و ساری ست مثل تعینِ احکام نکاح بتبیین ارکان و شروط و لوازمِ آن مثل ایجاب و قبول و حضور شہود و وجوب مہر و امثالِ آن و ہمچنین احکامِ طلاق و عتاق و نسب و لادت و حضانت و وراثت و نفقات ذوی الحقوق و احکام بیع و شرا و قمار و ربا و احکامِ تجارت و شرکت و اجارہ و عاریت و مضاربت

ایمانی ہے نہ سیاست سلطانی پس کہتا ہوں میں کہ سیاستِ ایمانی دو قسم پر ہے اول سیاست یہ ہے کہ معاملات معاشیہ بنی آدم کے اصلاح کا انتظام اور اُن کی صورت اجمالیہ کا اہتمام اُس کے ساتھ متعلق ہے اور اس کو سیاست مدنی کہتے ہیں مثل احکامِ معاملات بیع و شرا و شرکت اور احکامِ قضا و دعویٰ و شہادت وغیرہ اور قسم ثانی یہ ہے کہ اُس کا حصول پاسداری دین اور خدمت گزاری ملت کے واسطے ہوئی مثل قتل کفار و اہانت مبتدعین والزام جزیہ و خراج بہ ذمہ ذمیین وغیرہ اور اس کو سیاستِ ملت کہتے ہیں الخ پھر یہ دونوں قسم دو قسم پر منقسم ہیں اول یہ کہ سیاست بعضے افعال میں جاری ہوئی کہ فلاں فعل اُن سے مطلوب ہے اور فلاں ممنوع اور اس کو سیاست افعال کہتے ہیں اور قسم ثانی یہ ہے کہ سیاست در باب انفاق اموال جاری ہوں یعنی اس قدر مال بیت المال میں پہنچانا چاہیئے تا بنی آدم کے حوائج کا باب اُس کے ساتھ مسدود کیا جاوے یا خدمت گزاری دین اور ملت میں صرف ہووے اور اس کو سیاست اموال کہتے ہیں پس گویا کہ سیاستِ ایمانی کی چار قسمیں ہوئیں سیاستِ مدنی افعالی سیاستِ مدنی اموالی سیاستِ ملتِ افعالی سیاستِ ملتِ اموالی اب کسی قدر اِن چاروں قسموں سے بطور نمونہ اس مقام پر بیان کرتا ہوں میں کہ قسم اول اُن معاملات کے احکام کے تعین کے واسطے ہے جو فیما بین بنی آدم جاری اور ساری ہیں مثل تعین احکامِ نکاح مع بیانِ ارکان و شروط و لوازم مثل ایجاب و قبول و حضورِ شہود و وجوب مہر وغیرہ اور ایسے ہی احکامِ طلاق و عتاق و نسب و ولادت و حضانت و وراثت و نفقات ذوی الحقوق اور احکام بیع و شرا و ربا اور احکامِ تجارت و شراکت و اجارہ و عاریت و مضاربت

ومضارعت وقضا وشہادت ودعوی وانکار واقرار و احکام یمین ونکول واحکام شفعہ واحکام جنایات واحکام غصب واحکام حدود وتعزیرات واحکام بغی وخروج واما قسم ثانی پس بیان طریق تحصیل مال و بیت المال و طریق انفاق آن مثل اخذ زکوۃ نقود و مال تجارت و سوائم و تعیین عشر بر اراضی وبیان مقادیر آن وتعیین نصاب آن وبیان مصارف آن اما قسم ثالث پس بیان طریق حفاظت ملت حقہ از تغیر وبیان طریق تائید آن واہانت ملت باطلہ وطریق استیصال آن مثل بیان احکام جہاد و ہدم بناء کفر وابطال رسوم جاہلیت واستیصال اقسام بدعت وممانعت از شیوع فواحش وظہور فسق وسد ابواب لہو لعب وامثال آن وتاکید بر تعمیر مساجد وترمیم معابد و اقامت جمعہ واعیاد ونصب ائمہ وموذنین و قضاۃ و محتسبین وامثال ذلک واما قسم رابع پس بیان احکام غنایم وتعیین خمس در آن ووضع جزیہ وخراج و امثال ذلک چون اقسام سیاست ایمانی مجملاً مذکور شد پس باید دانست کہ مطلق سیاست ایمانی خواہ عمالی باشد خواہ اموالی خواہ سیاست مدنیہ باشد خواہ سیاست ملت بہ تمام وکمال نمی رسد مگر بچند سلیقہ کہ یا خود صاحب سیاست بہ آن ہمہ موصوف باشد یا ارباب آن تدابیر را بحضور خود فراہم آرد و ایشان را تابعان خود سازد ہر چند این سلیقہ ہا بسیار است اما اصول آن پنج است فراست و امارت و عدالت و حفاظت و نظامت اما فراست پس عبارت است از مردم شناسی کہ از قرائن عالیہ ومقالیہ از رفتار و گفتار صادق را از بدخواہ ومطلع را از مخلص و خائن را از امین و پست ہمت

ومضارعت وقضا وشہادت ودعوی وانکار واقرار اور احکام قسم اور انکار اور احکام شفعہ اور احکام جنایات اور احکام غصب اور احکام حدود و تعزیرات اور احکام بغاوت و فساد وغیرہ لیکن قسم ثانی پس بیان اس کا یہ ہے کہ بیت المال میں مال کے تحصیل کا کیا طریق ہے اور اسکے انفاق کی کیا صورت ہے اور نقود اور مال تجارت اور سوائم کی زکوۃ کیونکر لے اور اراضی پر عشر وغیرہ کا تعین کس طرح پر ہے اور اسکے مقادیر کا بیان اور اسکے نصاب کی تعیین اور اسکے مصارف کا ذکر وغیرہ وغیرہ یہ دوسری قسم میں شامل ہے قسم ثالث کے بیان کو شامل ہے بیان طریق حفاظت ملت حقہ از تغیر اور بیان طریق تائید مذہب اور اہانت ملت باطلہ اور اسکے استیصال کا طریق مثل بیان احکام جہاد و ہدم بناء کفر و ابطال رسوم جاہلیت و بیخ کنی اقسام بدعت و ممانعت از شیوع فواحش و ظہور فسق و سد ابواب لہو ولعب و امثال ذالک اور تاکید تعمیر مساجد اور ترمیم معابد اور اقامت جمعہ اور عیدین اور نصب ائمہ و موذنین اور اقامت قضاۃ و محتسبین وغیرہ وغیرہ اور قسم رابع بیان احکام غنائم اور تعیین خمس اور وضع جزیہ و خراج وغیرہ کو حاوی ہے جب کہ سیاست ایمانی کے اقسام مجملاً مذکور ہوئے تو معلوم کرنا چاہئیے کہ مطلق سیاست ایمانی خواہ اعمالی ہو خواہ اموالی خواہ سیاست مدنیہ ہو خواہ سیاست ملت چند طریقہ اور سلیقہ کے ساتھ کمال کو پہنچتی ہے وہ سلیقے یہ ہیں یا خود صاحب سیاست اُس تمام کے ساتھ موصوف ہو ارباب تدابیر کو اپنے حضور میں حاضر لاوے اور اُن کو اپنا تابع بناوے ہر چند یہ سلیقے بہت ہیں لیکن اصول اس کے پانچ ہیں فراست ۔ امارت ۔ عدالت ۔ حفاظت ۔ نظامت ۔ فراست مردم شناسی کو کہتے ہیں کہ قرائن عالیہ اور مقالیہ اور رفتار اور گفتار کی باعث صادق کو منافق سے تمیز کر سکے اور خیرخواہ اور بدخواہ میں فرق معلوم کرے اور مطلع کو مخلص سے اور خائن کو امین سے اور پست ہمت اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت

وتنگ حوصلہ را از بلند ہمت وفراخ حوصلہ وعقل وگیاست
ہر کس را بمیزانِ فراست خود بسنجد کہ کدام کس لائقِ کدام خدمت
است وکدام کس لائقِ کدام منصب وامّا امارت پس عبارت
است از سلیقۂ لشکر کشی ودشمن کشی وتدبیر صلح وجنگ ومعرکہ
آرائی وعربدہ پیرائی وکسرِ شوکتِ مخالف خواہ مخالف
ہیئتِ اجتماعیہ مسلمین باشد مثل اہلِ بغی وخروج قطاع الطریق
خواہ مخالفِ ملتِ ایشان باشد مثل کفارِ جنودِ ایشان پس
لابد قدر شناس اربابِ شجاعت وشہامت باشد واصحابِ
صولت وسطوت بہ وجہے جرأت واستقامت داشتہ
باشد کہ بزدل موافق را پردل گرداند وپردل مخالف را بزدل
امّا عدالت پس عبارت ست از سلیقۂ فیصل خصومات کہ
درمیان بنی آدم در معاملات واقع می شود پس لابد خدا شناس
وتابعِ قانونِ عدل وانصاف باشد نہ پاسدار غنی وفقیر و
وضیع وشریف وقریب وبعید ودوست ودشمن کہ این ہمہ را
در بابِ انصاف وعدالت بہ یک نگاہ بیند واز طرفِ این ہمہ
درین مقدمہ پہلو تہی کند ونیز صاحب گیاست ودرایت باشد کہ
از وضع چشم ورد واز طریقۂ کلام وگفتگوے محق را از مبطل
تمیز نماید وراستباز را از سخن ساز وسادہ لوح را از حیلہ باز نیز
محنت کش باشد وفراخ حوصلہ نہ مساہل نازک طبع کہ از تفحص
حق بسببِ تکاسل فرو ماند واز قیل وقالِ اہلِ خصومات
دل تنگ شود وامّا حفاظت پس عبارت ست از سلیقۂ سدِ ابوابِ
فسق وفجور وتعدی وجور وافساد مفسدین ورخنہ اندازی ملحدین
ومبتدعین پس لابد دانشور ودلیر وصاحب حمیتِ اسلامی
وغیرتِ ایمانی وخیر خواہِ صالحین وبدخواہ مفسدین باشد تا
مانع شود از زنا وشربِ خمر وقمار بازی ومزامیر نوازی برہم زند

اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت اور فراخ حوصلہ سے فیصل کرے اور
ہر کسی کی عقل و دانائی کو میزان فراست میں تولے کہ کون آدمی
کس خدمت کے لائق ہے اور کون شخص کس منصب کا مستحق ہے
لیکن امارت پس وہ عبارت ہے سلیقہ لشکر کشی اور دشمن کشی اور تدبیر
صلح و جنگ اور معرکہ آرائی اور عربدہ پیرائی اور کسرِ شوکت مخالفت
سے خواہ مخالف ہیئت اجتماعیہ مسلمین ہو مثل اہل بغی و خروج
وقطاع الطریق خواہ مخالفِ ملت ہو مثل کفار و جنود کفار پس بالضرور
قدر شناسِ اربابِ شجاعت و شہامت ہو اور قدر دانِ اصحاب
صولت و سطوت اسی وجہ پر جرأت اور استقامت رکھتا ہو کہ
بزدل موافق پردل کرے اور پردل مخالف کو بزدل بنائے
اور عدالت سلیقہ فیصل خصومات سے مراد ہے کہ فیما بین بنی آدم
معاملات میں واقع ہوئی پس لابد خدا شناس اور تابع قانونِ
عدل و انصاف ہووے اور کسی کی پاسداری اور رعایت کو
خیال میں نہ لائے خواہ کوئی غنی ہو یا فقیر وضیع ہو یا شریف قریب ہو
یا بعید دوست ہو یا دشمن بلکہ ان سب کو مقدمہ انصاف و
عدالت میں ایک نظر سے دیکھے اور ان سب کی طرف سے
اس معاملہ میں پہلو تہی کرے اور بھی صاحب گیاست[1] اور
درایت[2] ہو کہ وضع چشم اور رد اور طریقۂ کلام اور گفتگوے
محق[3] کو مبطل[4] سے تمیز کرے اور راستباز کو سخن ساز اور
سادہ لوح کو حیلہ باز سے جدا فرماوے اور محنت کش اور فراخ حوصلہ
بھی ہو نہ مساہل نازک طبع کہ تلاش حق سے تکاسل کے
سبب عاجز رہے اور اہل خصومات کی قیل و قال سے دل تنگ
ہووے لیکن حفاظت پس عبارت ہے سلیقہ سد ابواب فسق و
فجور اور تعدی اور جور و فساد مفسدین اور رخنہ اندازی ملحدین و
مبتدعین سے پس لابد دانشور اور دلیر اور صاحب حمیت اسلامی و
غیرتِ ایمانی اور خیر خواہ صالحین اور بد خواہ مفسدین ہووے تاکہ
زنا اور شرب خمر اور قمار بازی اور مزامیر نوازی سے مانع آئے

[1] سمجھ ۱۲ [2] دانائی ۱۲ [3] حق گو ۱۲ [4] باطل گو ۱۲

ومحافلِ طرب ونشاط ومجالس مزاح وانبساط را ہدم کند عمارات مُطلّا ومذہّب را مانع شود از اختلاطِ رجال بانسوان وامارد واز تکلف واسراف در طعام ولباس و در رسومِ شادی و ماتم ومحفوظ دارد ضعفاء مسلمین را از گزند متعدیانِ جفاکش خواہ بر آبروے کسے دست اندازد مثلِ قذف وسب دشنام وخواہ بر جان کسے مثل قتل وضرب خواہ بر مال کسے مثل سرقہ ونہب وخیانت وغصب ومانع شود از اظہار بدعات مثل گور پرستی ورسومِ جاہلیت واعمالِ سحر وطلسم وتعلیمِ نجومِ غیر شرعیہ وشیوعِ مذاہبِ غیر اہلِ سنّت وجماعت وتقریر شبہات ملاحدہ وزنادقہ وتشبّہ بہ کفار در زی ولباس ورفتار وگفتار وامثال ذٰلک واین منصب حفاظت فی الحقیقۃ دو منصب است سدِ ابوابِ ظلم وتعدی کہ صاحب آنرا عسس می گویند سدِ ابوابِ فسق وفجور وبدعات ومنکرات کہ صاحب آن را محتسب گویند اما انتظامات پس عبارت از سلیقہ بند وبستِ مداخل ومخارجِ بیت المال پس لابد صاحب کیاست وامانت باشد تا در تحصیل مال وصرفِ آن اصلاح حال مسلمین وخدمت گزاری دین متین پیش نظر دارد نہ منفعتِ جان خود واقارب ودوستانِ خود ونہ مضرّت مخالفان ودشمنانِ خود ہرچند بحثِ سیاست ایمانی صحرائیست بیکران ودریائیست بے پایان اما آنچہ درین مقام ذکر کردہ شد ذرہ ایست ازہمون صحرا و قطرہ ایست ازہمون دریا ہر کہ صاحبِ ذہنِ ثاقب وفکر صائب ست ازہمین کلمات چند بدان مضامین پس باریک وبلند پے توان برد این ست فکر چندے از کمالات

اور محافلِ طرب ونشاط اور مجالس مزاح وانبساط کے رسومات کو مٹائے اور عمارات مُطلّا[1] اور مذہّب کو گرائے اور مردوں کو عورتوں اور امردوں کے اختلاط سے بچائے اور کھانے اور پہننے اور رسوم شادی وغمی میں تکلف واسراف سے لوگوں کو باز رکھے اور ضعفاء مسلمین کو متعدیان جفاکیش کے ایذاؤں مثل تہمت وسب وشتم وقتل وضرب وسرقہ و غارت وخیانت وغصب وغیرہ سے محفوظ رکھے اور اظہار بدعات مثل گور پرستی اور رسوم جاہلیت اور اعمال سحر و طلسم اور تعلیم نجوم غیر شرعیہ اور شیوع مذاہب غیر اہل سنت وجماعت اور تقریر شبہات ملاحدہ وزنادقہ[2] وتشبہ[3] بہ کفار وغیرہ سے مانع ہووے اور یہ منصب حفاظت در فی الحقیقت دو منصب کو شامل ہے ایک ظلم وتعدی کے دروازہ کا بند کرنا کہ اسکے منتظم کو عسس اور کوتوال کہتے ہیں اور دوسرا سدِ ابواب فسق وفجور وبدعات ومنکرات کہ اس کے عامل کو محتسب کہتے ہیں اما انتظامات پس سلیقہ بند وبست آمد و خروج بیت المال سے عبارت ہے سو بالضرور ایسا شخص صاحب کیاست وامارت ہو تاکہ مال کی تحصیل اور اس کے صرف میں اصلاح حال مسلمین اور خدمت گزاری دین متین پیش نظر رکھے اور اپنے اور دوست واقارب کی منفعت اور دشمن اور مخالفوں کی مضرت کا خیال دل میں نہ لائے ہرچند کہ مبحث سیاست ایمانی ایک صحرا ہے بیکراں اور ایک دریا ہے بے پایاں لیکن جو کچھ اس مقام میں ذکر کیا گیا اسی صحرا کا ایک ذرہ ہے اور اسی دریا کا ایک قطرہ ہے جس کسی کو اللہ تعالےٰ نے ذہن ثاقب[4] اور فکر صائب[5] عطا فرمایا ہے انہیں چند کلموں سے وہ شخص ان مضامین عالیہ کی طرف راہ پاتا ہے یہ چند کمالات

۱؎ سنہری ۱۲ ۲؎ کافر ۱۲ ۳؎ خواہ مشابہت صورت میں ہو یا لباس میں۔ رفتار میں ہو یا گفتار میں ۱۲ ۴؎ روشن ۱۲ ۵؎ رسا ۱۲

انبیا رکہ بیانِ آن در تحقیقِ حقیقتِ امامت بکار آید و چنان مناسب مے نماید کہ درین مقام نامہاے کمالاتِ مذکورہ بشماریم تا در مقامِ تحقیقِ حقیقتِ امامت اگر کمالے ازین کمالات مذکور شود ناظر را در تفحصِ آن در جنسِ این کلامِ طویل پریشانیٔ خاطر دامن گیر نشود پس می گویم کمالِ اول وجاہت ست و آن سہ شعبہ است۔ محبوبیت بہ نسبتِ رب العالمین و عزت در ملائکہ مقربین و سیادت بہ نسبت عباد صالحین و کمالِ ثانی ولایت ست و آن را سہ شعبہ ست معاملاتِ ربانی و مقاماتِ روحانی و اخلاقِ نفسانی اما معاملات پس چندے ازان درین مقام مذکور گردیدہ کلام و الہام و تعلیم و تفہیم و حکمت اما مقامات پس عبودیت و عصمت و محبت و توکل و رضا و تسلیم و خوف و رجا و محو و فنا و صبر و شکر و تجرید و تفرید اما اخلاق پس سخاوت و شجاعت و علو ہمت و وسعتِ حوصلہ و استقامت و وفورِ رحمت و شفقت و خیر خواہیٔ دشمنان و قدر شناسیے دوستان و کمالِ ثالث بعثت ست و او را صورتے ست و حقیقتے صورتش نزول امر ست بہ ترتیبِ خلق اللہ حقیقتش حدوثِ شفقتِ کاملہ است بہ نسبت انسان در دل کمالِ رابع ہدایت ست و آن را پنج قسم ست نزولِ برکت و عقدِ ہمت و فیضِ صحبت و خرقِ عادت و اظہارِ دعوت و فیضِ صحبت را ظاہرے ست و حقیقتے ظاہرش حدوثِ رغبتِ اتباع ست در قلب بسبب ملاحظہ حالِ ایشان و حقیقتِ انعکاس نورِ غیبی ست از دلِ ایشان بر دلِ ہمنشینانِ ایشان و اظہارِ دعوت بر طریقِ محاوراتِ عرفی ست نہ اصطلاحاتِ کتابی و دو طریق در آن اصل ست بیانِ حکمت

انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے کہ بیان اس کا تحقیق حقیقت امامت میں کام آئے اور ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام میں ہم کمالات مذکورہ کے نام بیان کریں تا مقامِ تحقیق حقیقت امامت میں اگر کوئی کمال ان کمالات میں سے مذکور ہو ناظر او مطالعہ کرنے والے کو اس جیسے کلام طویل میں پریشانی خاطر دامن گیر نہوئی نظر بریں گزارش کرتا ہوں کہ کمال اول وجاہت ہے اور اسکی تین شاخیں ہیں محبوبیت بہ نسبت رب العالمین عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین سیادت بہ نسبت عباد صالحین کمال ثانی ولایت ہے اور اسکے بھی تین شعبے ہیں معاملات ربانی مقامات روحانی اخلاق نفسانی اما معاملات پس اُن میں سے چند معاملات کا اس مقام پر ذکر ہوا کلام الہام تعلیم تفہیم حکمت مقامات یہ ہیں عبودیت عصمت محبت۔ توکل رضا تسلیم۔ خوف۔ رجا۔ محو۔ فنا۔ صبر شکر۔ تجرید۔ تفرید۔ اخلاق اس کا نام ہے سخاوت۔ شجاعت علو ہمت۔ وسعت حوصلہ۔ استقامت۔ وفور رحمت شفقت۔ خیر خواہی دشمناں۔ قدر شناسی دوستاں کمال ثالث بعثت ہے اور اسکے واسطے ایک صورت ہے اور ایک حقیقت صورت اس کی تربیت خلق اللہ کے واسطے امر ہے اور حقیقت اس کی بہ نسبت انسان دل میں شفقت کاملہ کا حادث ہونا ہے کمال رابع ہدایت ہے اور اس کی پانچ قسمیں ہیں نزول برکت۔ عقد ہمت۔ فیض صحبت۔ خرق عادت۔ اظہار دعوت فیض صحبت کے لیے بھی ایک ظاہر او ایک حقیقت ہے ظاہر اسکا یہ ہے کہ انکے حال کے ملاحظہ کرنے سے قلب میں اتباع اور پیروی کی رغبت ظاہر آئی اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ انکے ہمنشینوں کے دل پر انکے دل سے نور غیبی کا انعکاس جلوہ دکھائے اور اظہار دعوت طریق محاورات عرفی پر ہے نہ مصطلحات کتابی پر اور دو طریق اسمیں اصل ہے بیانِ حکمت

وکلامِ موعظت و طریقِ ثالث از توابع آن و آن فنِ ظرافت است و جدل و آنچہ بہ آن ہدایت می نمایند سہ چیز ست عقائد و احکام و اخلاق۔ کمال خامس سیاستِ ایمانی ست و آن بر چہار قسم ست سیاست مدنیہ اعمالی و اموالی و سیاست ملتِ اعمالی و اموالی و آن را پنج ملکات می باید۔ فراست و امارت و عدالت و حفاظت و نظافت و کمال اول و دوم و سوم و شعب و لوازم آن را کمالات می نامند و چہارم و پنجم و اقسام و طرق آن را تکمیل می نامند

قسم ثانی دربیان آنکہ بعضے از اکابر اولیاء در کمالات مذکورہ بہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام مشابہت میدارند و آن مشتمل بر دو تنبیہ ست

تنبیہ اول دربیان آنکہ بعضے از بندگانِ مقبولین ہر چند منصبِ نبوت نمی دارند اما از کمالاتِ مذکورہ نصیبہ فراخورِ استعداد خود می دارند باید دانست کہ دلائلِ کتاب و سنت برین معنی دلالت میدارند کہ نصیبہ ازین کمالاتِ مذکورہ بہ دیگر بندگانِ مقبولین ہم میرسد ہر چند آیات و احادیث کہ دلالت بر اتصاف مقبولین باین کمالات مذکورہ می دارد اگر ہمہ را بالاستیعاب ذکر کردہ شود و دربیان ہر ہر کمال علیحدہ علیحدہ شواہد از آیات و احادیث گذرانیدہ شود نہایت تطویلِ کلام درین مقام لازم آید بناءً علیہ بہ ذکر چندے از کمالاتِ مذکورہ اجمالاً کہ عمدہ ترین آنہاست درین مقام اکتفا کردہ شد تا حال دیگر کمالات بالاولیٰ در آن فہمیدہ شود پس میگوئیم اما ثبوت وجاہتِ اجتبائی مر غیر انبیاء را پس مستفاد ازین آیہ می شود وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کلامِ موعظت اور طریق ثالث اُس کی توابع میں سے ہے اور وہ فنِ ظرافت اور جدل ہے اور تین چیزیں ہدایت کا باعث ہیں۔ عقائد۔ احکام۔ اخلاق۔ کمالِ خامس سیاستِ ایمانی ہے اور وہ چار قسم پر ہے سیاستِ مدنیہ اعمالی و اموالی و سیاستِ ملتِ اعمالی و اموالی اور اسکے لیے پانچ ملکے چاہئیں۔ فراست۔ امارت۔ عدالت۔ حفاظت۔ نظافت اور کمال اول اور دوم اور سوم اور اُسکے شعبوں اور لوازم کو کمالات کہتے ہیں اور چہارم اور پنجم اور اُس کے اقسام اور طرق کو تکمیل نام رکھتے ہیں

قسم ثانی اس بات کے بیان میں ہے کہ بعضے از اکابر اولیاء کمالاتِ مذکورہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہ پر مشتمل ہے

تنبیہ اول اس بات میں ہے کہ بعض بندگانِ مقبولین ہر چند منصبِ امامت نہیں رکھتے لیکن کمالاتِ مذکورہ سے اپنی استعداد کے موافق نصیبہ رکھتے ہیں۔ معلوم کرنا چاہیے کہ کتاب اور سنت کے دلائل اس معنی پر دال ہیں کہ ان کمالاتِ مذکورہ سے دوسرے بندگان مقبولین کو بھی حصہ پہنچتا ہے جس قدر کہ آیات اور احادیث ان مقبولین کی شان میں ان کمالات مذکورہ کے اتصاف پر دال ہیں اگر سب کا باستیعاب ذکر کیا جاوے اور ہر ہر کمال کے بیان میں علیحدہ علیحدہ شواہد اور نظیریں آیات اور احادیث سے گزاری جائیں نہایت تطویل کلام اس مقام میں لازم آوے نظر بریں چند کمالات عمدہ ترین مجملاً اس مقام میں ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ اور کمالات کا حال بالاولیٰ اُس سے سمجھا جاوے پس کہتا ہوں میں کہ وجاہتِ اجتبائی کا ثبوت غیر انبیاء کو اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے (ترجمہ جب کہا فرشتوں نے اے مریم بے شک اللہ نے برگزیدہ کیا تجھکو اور پاک کیا تجھکو اور برگزیدہ کیا تجھکو جہان کی عورتوں پر

وقال اللہ تعالیٰ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ودرین کریمہ ثانیہ ذکر توجہ وعنایت حضرت حق سبحانہ بسوے حضرت مریمؑ در سن طفولیت وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفاطمۃؓ ان اللہ اطلع علی اهل الارض فاختار اباك وبعلك وذکر شعب آن تفصیلاً پس ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین درین آیات واحادیث واقع شدہ۔ قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ومراد ازین قوم درین کریمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واتباع ایشانند کہ بہ مرتدین مقابلہ نمودند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم ائتني باحب خلقك اليك يأكل معي هذا الطير فجاءه علي فاكل معه وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الله تبارك وتعالى امرني بحب اربعة واخبرني انه يحبهم قيل يا رسول الله سمهم لنا قال علي منهم يقول ذلك ثلثا وابوذر ومقداد وسلمان امرني بحبهم واخبرني انه يحبهم واما ذکر عزت در ملائکہ مقربین۔ فقد قال اللہ تعالیٰ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الله وملئكته يصلون على معلم الناس الخير وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبعض الصحابة اذ راهم جالسين لذكر الله ان جبرئيل اخبرني ان الله

اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پس قبول کیا اُسکو پروردگار اُسکے نے اچھا قبول کرنا اور بڑھایا اُسکو اچھا بڑھانا) اور اس آیت ثانیہ میں جناب باری کی عنایت اور توجہ کا ذکر ہے جو حضرت مریمؑ کی طرف سن طفولیت میں متوجہ ہوئی اور جناب نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا تو پسند کیا تیرے باپ کو اور خاوند کو) اور اُسکے شعبوں کا ذکر تفصیلاً مثل ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین ان آیات اور احادیث میں واقع ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے مسلمانو تم سے جو پھر جاوے دین سے پس لے آویگا اللہ تعالیٰ ایسی قوم کہ دوست رکھیگا وہ اُنکو اور دوست رکھینگے وہ اُسکو) اور مراد قوم سے اس آیت کریمہ میں حضرت صدیق اکبرؓ اور اُنکے اتباع ہیں کہ مرتدوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ لا میرے پاس وہ کہ زیادہ محبوب ہو تجھکو تیری خلقت سے کھاوے میرے ساتھ یہ جانور پس آئے آپ کے پاس حضرت علیؓ پھر آپکے ساتھ کھایا) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم فرمایا چاروں کی محبت کا اور خبر دی مجھکو کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے عرض کیا کہ اے رسول اللہؐ ہمکو اُنکے نام بتاؤ فرمایا علیؓ اُنہیں سے ہے فرمایا اسکو تین مرتبہ اور ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ حکم کیا مجھکو اُنکی دوستی کا اور خبر دی مجھکو کہ وہ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے) رہا ذکر عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین پس تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ جن لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے پھر قائم رہے اُترتے ہیں اُنپر فرشتے یہ کہ مت خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور خوش ہو ساتھ جنت کے کہ وعدہ دیے جاتے تھے ہم ہیں دوست تمہارے دنیا اور آخرت میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں بھلی بات کے بتانیوالے پر اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے (ترجمہ جس وقت دیکھا اُنکو کہ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں کہ مجھکو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ

يبتاهى بكم الملائكة وقال النبي صلى الله عليه وسلم
من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به
طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع
اجنحتها رضىً لطالب العلم وان العالم ليستغفر
له من في السموات ومن في الارض حتى الحيتان في جوف
الماء وقال صلى الله عليه وسلم ان احب الناس الى
الله يوم القيامة واقربهم مجلسا امام عادل وقال حكاية
عن ربه تبارك وتعالى ان عبدي اذا ذكرني في ملاء
ذكرته في ملاء خير منه وقال النبي صلى الله عليه و
سلم ان الله اذا احب عبدا دعا جبرئيل فقال
اني احب فلانا فاحبه قال فيحبه جبرئيل ثم
ينادي في السماء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه
فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول في الارض
وقال صلى الله عليه وسلم اهتز العرش لموت سعد
ابن معاذ وقال صلى الله عليه وسلم العالم يدعى عظيما
في السماء اما سیادت یعنی وساطت درمیان رب
العالمین و عباد مقبولین و وصول فیض غیبی و انحصار
مقبولیت و محبت و اتباع ایشان۔ قال اللہ تبارک و
تعالی وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وقال الله تعالى الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ
ذُرِّيَّتُهُمْ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وقال
النبي صلى الله عليه وسلم في حق علي لا يحبه الا مؤمن
ولا يبغضه الا منافق وقال النبي صلى الله عليه
وسلم اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

فخر کرتا ہے بسبب تمہارے فرشتوں میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ جو علم کی طلب میں راہ چلا تو اللہ تعالی اسکو جنت کی
راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کو اپنے پر بچھاتے ہیں عالم
کی بخشش آسمانوں اور زمین والے مانگتے ہیں یہانتک کہ پانی کے اندر
کی مچھلیاں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
یہ کہ محبوب لوگوں سے طرف اللہ کے قیامت کے دن اور
قریب تر اُن کا درجہ میں امام منصف ہے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے (ترجمہ
میرا بندہ جب میری یاد جماعت میں کرتا ہے تو میں بھی اسکو بہتر
جماعت میں یاد کرتا ہوں) اور فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے
(ترجمہ تحقیق اللہ تعالی جس وقت کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو
جبرئیل علیہ السلام کو بُلا کر فرماتا ہے کہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو
تو بھی محبت کر۔ فرمایا رسول اللہ نے پس اسکو دوست کرتا ہے جبرئیل پھر
ندا کرتا ہے آسمان میں کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہے تم بھی دوست
رکھو محبت کرنے لگتے ہیں آسمان والے پھر زمین میں بھی قبولیت ہوجاتی ہے
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہل گیا عرش بسبب موت
سعد بن معاذ کے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
کہ عالم عظیم پکارا جاتا ہے آسمان میں) اب سیادت یعنی وساطت
درمیان رب العالمین و عباد مقبولین اور وصول فیض غیبی
اور انحصار مقبولیت محبت و اتباع انکی میں اللہ تبارک و تعالی
فرماتا ہے (ترجمہ جسنے اطاعت کی اللہ کی اور اُسکے رسول کی پس وہی
لوگ ہیں ساتھی اُنکے کہ انعام کیا اللہ نے اُنپر نبیوں اور صدیقین اور
شہیدوں اور نیکوں سے) اور فرمایا اللہ صاحب نے (ترجمہ جو لوگ ایمان
لائے اور تابعداری کی اُنکی اولاد نے ہم اُنکو اُنکی اولاد ملا دینگے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا (ترجمہ
کہ نہیں محبت رکھتا اس سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھتا مگر منافق)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ دوستی کر
جو کوئی دوستی رکھے اُس سے اور دشمنی کر جو کوئی دشمنی رکھے اُس سے

وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة
نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك
وقال انی تارك فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما
لن تضلوا بعدی کتاب الله وعترتی اهل بیتی
وآما ذکر ولایت اجمالاً۔ فقد قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ
اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون ٥
الذین آمنوا وکانوا یتقون ٥ لهم البشرے
فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة وقال اللہ تعالیٰ
اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ٥ وآما ذکر شعب آن
تفصیلاً پس باید دانست کہ از آن جملہ الہام ست ہمین الہام
کہ بہ انبیاء اللہ ثابت ست آن را وحی می گویند و اگر بغیر
ایشان ثابت می شود وا را تحدیث می گویند و گاہے در
کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بہ انبیاء اللہ ثابت ست
خواہ بہ اولیاء اللہ وحی نامند و این مطلق الہام گاہے در
صورت کلام از پردہ غیب بکمن لاریب نازل می گردد
کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ
اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ وقال اللہ تعالیٰ
وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ
عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا
رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ٥
وقال اللہ تعالیٰ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ
وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا وقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من الامم
مُحَدَّثُوْنَ وان یك فی امتی احد فانه عمر
وگاہے ہمین الہام بواسطہ ملک می شود کما قال اللہ تعالیٰ

آور فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اہل بیت مثل نوح کی کشتی
کے ہے جو سوار ہوا بچا اور نہ ہلاک ہوگیا) آور فرمایا (ترجمہ ہیں
تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان کو
مضبوط پکڑے رہوگے میرے بعد بہکنے کے نہیں ایک تو قرآن
شریف دوسری اہل بیت) آب ولایت کا ذکر اجمالاً ملاحظہ فرمایئے
پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ خبردار ہو اللہ کے دوست
نہ انپر خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے جو لوگ کہ ایمان لائے اور بچتے
پرہیزگار انھیں کو دنیا اور آخرت میں خوشی ہے) آور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے (ترجمہ ہیں اُس کے دوست مگر پرہیزگار) آور اُس کے
شعبوں کا ذکر تفصیلاً معلوم کرنا چاہیے از آن جملہ الہام ہے
یہی الہام کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کے واسطے ثابت ہے
اُس کو وحی کہتے ہیں اور اگر انکے غیر کے لیے حاصل ہے اُس کو
تحدیث کہتے ہیں اور کبھی کتاب اللہ میں مطلق الہام کو وحی
کہتے ہیں خواہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہو خواہ اولیاء کرام کو
اور یہ مطلق الہام کبھی صورت کلام میں پردۂ غیب سے
لاریب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے
(ترجمہ اور جب حکم بھیجا ہمنے حواریین کو کہ مجھ پر اور میرے
رسول پر ایمان لاؤ) آور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (
کہ ہمنے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم دیا کہ اس کو دودھ پلا
اور جب تجھکو خوف ہو تو دریا میں ڈال دے اور ڈر مت
اور نہ رنجیدہ ہو کیونکہ ہم اس کو تیرے ہی پاس لوٹا دیں گے
اور اُس کو رسول بنا دیں گے۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ کہ کہا ہمنے اے ذوالقرنین چاہے تو سختی کر
ان میں یا بھلائی سے پکڑ ان کو) آور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ پہلی امتوں میں محدث تھے
اگر میری اُمت میں ایک ہو تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے)
آور کبھی یہی الہام فرشتے کے واسطے سے
ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا
فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝
قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝
قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝
قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ
بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ
لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ
اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ وقال اللہ تعالے
وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ
طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ
اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ
وقال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ
اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وگاہے ہمین الہام بہمین طریق واقع
می شود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلامے جوش
می زند و آن را بر زبان می راند و فی الحقیقت آن کلام
رحمانی ست کہ بر زبان او جاری گشتہ نہ کلام انسانی
این قسم الہام کہ بہ انبیاء اللہ می شود او را نفث فی الروع
گویند۔ کما قال النبی علیہ السلام الا ان روح القدس
نفث فی روعی واگر بہ نسبت اولیاء اللہ می شود او را
نطق سکینہ می گویند چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمودہ اند
ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر و قلبہ
و بسیار قصص از امثال این از جناب فاروق اعظم مروی ست

(ترجمہ یاد کر مریم علیہا السلام کا قصہ جبوقت اپنے گھر والوں سے علیحدہ
ہو کر شرقی مکان میں گئی پھر درمیان میں ایک پردہ ڈال لیا۔
پھر اُسکے پاس ہمنے اپنی روح بھیجی وہ اسکو آدمی کی شکل میں نظر آیا
کہا مریمؑ نے کہ مَیں تو اللہ کی پناہ مانگتی ہوں چاہیے تو پرہیزگار
کیوں نہو۔ کہا اُس نے کہ مجھے تو تیرے پروردگار نے بھیجا ہی کہ
مَیں تجھے ایک لڑکا پاک سا دوں۔ کہا مریمؑ نے کہ بھلا میرے لڑکا
کہاں ہوسکتا ہے مجھے کسی مرد نے تو چھوا ہی نہیں اور مَیں خراب
بھی تو نہیں ہوں۔ کہا اُس آنے والے نے کہ اسی طرح ہوگا
تیرے پروردگار نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور ہم اسکو لوگو نکے
واسطے ایک نشانی بنائینگے اور ہماری طرف سے ایک رحمت ہی اور
یہ بات تو ہوئی ہوائی ہے) اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب
کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے تجھکو پسند کیا اور پاک کیا
اور پسند کیا جہان کی عورتوں پر۔ اے مریم فرمانبرداری کر اپنے
پروردگار کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے)
اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب کہا فرشتوں نے اے
مریمؑ اللہ تعالیٰ تجھکو خوشی سناتا ہی اپنی طرف سے ایک کلمہ کی کہ
نام اُسکا مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہے خوبی والا ہی دنیا
اور آخرت میں اور نزدیک والوں سے ہے) اور کبھی یہی الہام
اس طور پر واقع ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے
کلام جوش مارتا ہے اور اُسکو زبان پر لاتا ہے اور فی الحقیقت
وہ کلام رحمانی ہے کہ اُس کی زبان پر جاری ہوا نہ کلام نفسانی
اس قسم کا الہام کہ انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے اُسکو نفث
فی الروع کہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ خبردار ہو کہ روح پاک نے میرے دل میں پھونک دیا)
اور اگر بہ نسبت اولیاء اللہ ہو تو اُسکو نطق سکینہ کہتے ہیں۔ چنانچہ
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے (ترجمہ ہمکو دوری نہیں ہوتی تھی کہ
سکینہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری ہو) اور اکثر
اس جیسے قصے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں

وازجملہ اقسام الہام خواب ست کہ کسے را ازمقبولین عالی
مقام درحالتِ منام برامرے ازامور غیبیہ مطلع می فرمایند
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا
المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یریہا
المؤمن اوتری لہ وازعمدہ کمالاتِ ولایت تعلیمِ غیبی ست
قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ
بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وظاہرست کہ
طالوت نبی نبود قال اللہ تعالیٰ فَوَجَدَا عَبْدًا
مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ
مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ومراد ازعبد درین مقام حضرت خضر
اند وایشان براصح اقوال ازجملہ انبیا نیستند وازکمالاتِ
مذکورہ تفہیم غیبی ست ومعنی آن القاء برکت ست در
فکر ونظر کہ قوتِ نظریہ را کشان کشان بہ راہ راست
آرد وبحق مشخص رساند۔ قال اللہ تعالیٰ فَفَهَّمْنَاهَا
سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وظاہرست
کہ حضرت سلیمانؑ درین زمان کہ ہفت سالہ بود بہ منصبِ
نبوت فائز نہ شدہ بودند وقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
والذی خلق الجنۃ وبرء النسمۃ ما عندنا الا ھذا القرآن
وقال علی بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی الیمن قاضیا فقلت یارسول اللہ ترسلنی و
انا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال
ان اللہ سیھدی قلبک ویثبت لسانک قال علی

اور منجملہ اقسامِ الہام خواب ہے کہ کسی کو مقبولین عالی مقام میں
سے حالتِ منام یعنی خواب میں کسی امرِ غیبی پر مطلع اور آگاہ کرتے
ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ نہیں باقی رہا نبوت سے مگر
خوشخبریاں صحابہ نے پوچھا کہ خوشخبریاں کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ
خواب نیک جو مؤمن دیکھتا ہے) اور عمدہ کمالاتِ ولایت سے
تعلیم غیبی ہے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ (ترجمہ اور اُن سے اُنکے نبی نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہی
کہا انھوں نے وہ ہمپر بادشاہ کیونکر ہوگا اور بادشاہی کے تو
ہم زیادہ حقدار ہیں اُس سے اور وہ مالدار بھی تو نہیں ہے کہا
اللہ تعالیٰ نے اُسکو پسند کیا تمپر اور زیادہ کیا اُسکو علم اور
جسم میں) اور ظاہر ہے کہ طالوت نبی نہ تھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے (ترجمہ کہ وہ دونو ہمارے ایک بندہ سے ملے کہ اُسکو
ہمنے رحمت اور علم اپنے پاس سے دیا تھا) اور مراد عبد سے
اس مقام میں حضرت خضر ہیں اور وہ اصح قول پر منجملہ انبیا نہیں
بلکہ از زمرۂ اولیا ہیں اور کمالات مذکورہ سے تفہیم غیبی ہی
اور معنی اُن کے یہ ہیں کہ القاء برکت فکر اور نظر میں ہو
کہ قوتِ نظریہ کو کشاں کشاں راہِ راست پر لاسکے اور
حق مشخص کو پہنچائے چنانچہ جناب باری جل جلالہ
فرماتا ہے (ترجمہ پھر سمجھا دیا وہ ہمنے سلیمان علیہ السلام کو
اور ہر ایک کو دیا ہمنے حکم اور علم) اور ظاہر ہے کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام اس زمانے میں کہ سات برس کے تھے
منصب نبوت پر نہ پہنچے تھے) اسی بارہ میں حضرت علیؓ نے
فرمایا ہے (ترجمہ قسم ہے اُس ذات کی کہ پیدا کیا جنت کو اور جان کو
سوائے اس قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے مگر سمجھ
جو آدمی کو دیا گیا) اور علیؓ سے ہے (ترجمہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھکو
یمن کا قاضی کرکے بھیجنے لگے تو میں نے کہا آپ مجھکو بھیجتے ہیں اور میں کم عمر
ہوں اور فیصلوں کا مجھکو علم نہیں پس فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا دل کھول دیگا
اور ثابت رکھے گا تیری زبان کہا علی رضی اللہ عنہ نے

فما شککت فی قضاء بعد وفی التوریۃ المقدسۃ انہ لیس قاض
یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملک وعن شمالہ
ملک یسددانہ ویوفقانہ للحق مادام علی الحق
فاذا ترک الحق عرجا وترکاہ ۵ واز انجملہ حکمت ست
قال اللہ تبارک وتعالی وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ
اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا دار العلم
وعلی بابہا ودعی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس
اللّٰہم علمہ الحکمۃ واز عمدہ ترین مقامات ولایت عبودیت
ست۔ قال اللہ تعالی فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا
اٰتَیْنَاہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وقال اللہ تعالی اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ
مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوْرًا ۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ
بِہَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَہَا تَفْجِیْرًا ۵ ومراد از
عباد اللہ درین مقام حضرت مرتضی وحضرت زہرا وامامین
شہیدین علیہم السلام اند وقال اللہ تعالی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ
الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ
الْجَاہِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ۵ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ
لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۵ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًا ۵
اِنَّہَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۵ وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا
لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۵
وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ
النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ
یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ۵ یُّضَاعَفْ لَہُ الْعَذَابُ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہٖ مُہَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ

پھر مینے شک بھی تونہیں کیا فیصلے میں) اور توراتِ مقدس میں ہے
(ترجمہ یہ کہ کوئی قاضی جب حق کرتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکے سیدھے
طرف اور ایک اُلٹی طرف ہوتا ہی کہ مدد کرتے رہتے ہیں واسطے حق کے
جب تک حق پر ہوتا ہی پھر جب حق کو ترک کردیتا ہی تو چڑھ جاتے ہیں
اور چھوڑ جاتے ہیں اُسکو) اور از انجملہ حکمت ہی۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے
(ترجمہ اور البتہ دی ہمنے لقمان کو حکمت یہ کہ اللہ کا شکر کرے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ مَیں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ
دروازہ اُسکا- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رض کے
واسطے دعا کی کہ ای اللہ سکھا اسکو حکمت) اور عمدہ ترین مقامات ولایت سے
عبودیت ہی۔ فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ کہ پلے وہ دونوں ہمارے ایک
بندے سے کہ ہمنے اپنے پاس سے اُسکو رحمت دی تھی) اور فرمایا اللہ تعالی نے
(ترجمہ بیشک نیک لوگ پئینگے پیالہ کہ ملونی اُسکی کافور سے ایک چشمہ ہو کہ
پیتے ہیں اُس سے بندے اللہ کے چلاتے ہیں وہ اُسکی نالیاں) اور
مراد عباد اللہ سے اس مقام میں حضرت مرتضی اور حضرت زہرا اور امامین
شہیدین علیہم السلام ہیں اور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور بندے
رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرم اور جب جھگڑتے ہیں اُنسے
جاہل کہتے ہیں سلامتی ہے اور وہ جو رات گزارتے ہیں پروردگار
اپنے کو سجدے اور قیام میں اور وہ جو کہتے ہیں ای رب ہمارے پھیر ہم سے
عذاب جہنم کا بیشک اُسکا عذاب بھاری ہے تحقیق وہ بُری جگہ
اور بُرا مقام ہے اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہیں زیادتی
کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور درمیانہ ٹھیک ٹھیک ہیں
اور وہ جو نہ پکارتے ہیں ساتھ اللہ کے معبود اور نہ مار ڈالتے
ہیں جان کو جو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر اور نہ زنا کرتے
ہیں اور جس نے ایسا کیا گناہ کیا دونا کیا جاوے گا عذاب
قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اُس میں رسوا مگر جس نے
توبہ کی اور ایمان لایا اور کام کیے اچھے پس یہی لوگ ہیں کہ
بدل دیں اللہ نے برائیاں اُن کی نیکیوں سے اور
ہے اللہ بخشش کرنے والا مہربان ؛

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ○ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○

وازاعظم مقاماتِ ولایت عصمت ست باید دانست کہ حقیقتِ عصمت حفاظتِ غیبی ست کہ جمیع اقوال و افعال و اخلاق و احوال و اعتقادات و مقاماتِ معصوم را برراہ حق کشاں کشاں می برد و از انحرافِ حق مانع می شود ہمیں حفاظت کہ بہ انبیاء اللہ متعلق می باشد آنرا عصمت می نامند و اگر بہ کاملے دیگر متعلق می باشد آنرا حفظ میگویند پس عصمت و حفظ فی الحقیقت یک چیز ست امابنابر تادب لفظ عصمت را بر حفظ کہ متعلق بہ اولیاء اللہ ست اطلاق نمی نمایند بالجملہ مقصود ازین مقام آن ست کہ این حفاظت غیبی چنانکہ بہ انبیاء اللہ متعلق ست ہمچنین بعضے اکابر از اتباعِ ایشان ہم متعلق می باشد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ○ پس معلوم شد کہ تعلق حفاظتِ غیبیہ ثمرۂ کمال عبودیت ست خواہ در انبیاء اللہ یافتہ شود خواہ در اتباعِ ایشان وقال اللہ تعالیٰ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ در قرأۃ ابن عباسؓ این کریمہ مسطورہ بہ این طریق مرویست وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی

اور جس نے توبہ کی اور کام کیے اچھے پس بیشک وہ رجوع کریگا اللہ کی طرف رجوع کرنا اور وہ جو نہیں حاضر ہوتے ہیں گناہ کو اور جب گزرتے ہیں بیہودہ پر گزر رہتے ہیں باکرامت اور وہ کہ جب سمجھائی اُنکو رب کی باتیں نہ ہو پڑیں اُنپر بہرے اندھے اور وہ کہ کہتے ہیں ای رب ہمارے دے ہمکو بیبیوں ہماری اور اولاد ہماری سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور کر ہمکو پرہیزگاروں کے آگے اُنکو بدلا ملیگا کوٹھوں کے جھروکے اسپر کہ ٹھہرے رہے اور لینے آوینگے وہاں اُنکو سلام اور دعا کہتے ہوئے رہا کرینگے اُنمیں خوب جگہ ہی ٹھہراؤ کی اور رہنے کی) اور اعظم مقامات ولایت سے عصمت ہی جاننا چاہیے کہ حقیقت عصمت کی حفاظت غیبی ہے کہ جمیع اقوال اور افعال اور اخلاق اور احوال اور اعتقادات اور مقامات معصوم کو راہ حق کی طرف کشاں کشاں لیجاتی ہے اور حق سے انحراف کرنے کو مانع آتی ہے یہی حفاظت کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہی اُسکا عصمت نام ہی اور اگر کسی کامل دوسرے کے ساتھ متعلق ہو اُسکو حفظ کہتے ہیں پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک چیز ہے لیکن بوجہ ادب لفظ عصمت کو حفظ متعلق بہ اولیاء اطلاق نہیں کرتے ہیں بالجملہ مقصود اس مقام سے یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسے کہ انبیاء اللہ کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی بعض بزرگان دین کو بھی شامل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ تحقیق میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہے اور کافی ہی پروردگار تیرا کارساز) پس معلوم ہوا کہ تعلق حفاظت غیبیہ ثمرہ کمال عبودیت ہی خواہ انبیاء اللہ میں پائی جائے خواہ اولیاء اللہ میں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور نہیں بھیجا ہمنے پہلے تجھسے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش اُنکی میں پھر مٹا دیا اللہ تعالیٰ نے جو القا کیا تھا شیطان نے پھر محکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ آیتیں اپنی) قرأۃ ابن عباسؓ میں یہ آیت اس طور پر مروی ہے (ترجمہ اور نہیں بھیجا پہلے تجھسے کوئی رسول اور نہ نبی

ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته
فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته
پس برین تقدیر معنی عصمت که مفاد این کریمه ست چنانکه
به رسل و انبیا ثابت شده همچنین به محدثین هم ثابت گردید هرچند
قرأة ابن عباسؓ از قرأة متواتره نیست و اما قرأة غیر متواتره
در اثبات حکم بمنزلهٔ خبر مشهور ست پس امتیاز متواتر از
غیر متواتره در تلاوت ست نه در اثبات حکم۔ وقال النبی صلعم
لعلی اللّٰهم ادر الحق معه حیث دار وقال النبی صلعم
القرآن مع علی وعلی مع القرآن وقال النبی صلی الله
علیه وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی
اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض
وقال النبی علیه السلام الحق ینطق علی لسان عمر وقلبه
وقال النبی صلی الله علیه وسلم نعم المرء صهیب
لو لم یخف الله لم یعصه و از جمله مقامات ولایت زہد ست
قال النبی صلی الله علیه وسلم ان تؤمروا ابابکر تجدوه
امینا زاهدا فی الدنیا راغبا فی الآخرة
وقال النبی صلی الله علیه وسلم من احب
ان ینظر عیسی ابن مریم فی زهده فلینظر الی
ابی الدرداء و از انجمله تفرید ست قال النبی علیه السلام
سیروا سبق المفردون قالوا وما المفردون یا
رسول الله قال الذین وضع الذکر عنهم اثقالهم
و از انجمله توکل ست قال النبی صلی الله علیه وسلم
سیدخل من امتی الجنة سبعون الفا بغیر
حساب وجوههم کالقمر لیلة البدر هم الذین
لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربهم یتوکلون

اور نہ محدث مگر جس وقت کہ تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش انکی
میں پھر مٹا دیا اللہ نے جو ڈالا شیطان نے خواہش انکی میں پھر
محکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ آیتیں اپنی) پس اس تقدیر پر معنی عصمت کے
اس آیت کریمہ کے مفاد ہیں جیسے کہ حضرات انبیاء اور مرسلین کی
ذات کے واسطے ثابت ہیں ایسے ہی محدثین کو بھی شامل ہیں
ہرچند قرأۃ ابن عباسؓ قرأۃ متواترہ سے نہیں اور قرأۃ غیر متواترہ
اثبات حکم میں بمنزلہ خبر مشہور ہے لیکن امتیاز متواتر از غیر متواتر
تلاوت میں ہے نہ اثبات حکم میں اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علیؓ کے حق میں (ترجمہ اے اللہ حق جاری کر اسکے ساتھ جس جگہ وہ
جائے) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ قرآن شریف
ساتھ علیؓ کے اور علیؓ ساتھ قرآن کے) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ میں چھوڑے جاتا ہوں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں
قرآن شریف اور اہل بیت اپنی اور جدا نہیں ہونے کے وہ
یہانتک کہ حوض پر آویں گے) اور فرمایا نبی صلعم نے (ترجمہ
حق جاری ہوتا ہے عمرؓ کی زبان اور دل پر) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ اچھا آدمی صہیب ہے اگر خوف کرتا اللہ سے نہ نافرمانی
کرتا اسکی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اگر حکم کرو
ابوبکرؓ کو پاؤ گے اسکو امین بے رغبتی کرنیوالا دنیا میں رغبت کرنیوالا
آخرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ جو کوئی دوست
رکھے کہ دیکھے عیسی ابن مریم کو اسکی زہد میں تو ابو درداء کو دیکھے)
اور از انجملہ تفرید ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
پھر کرو کہ سبقت لیگئے مفردون دریافت کیا کون ہیں مفردون
فرمایا آپنے وہ ہیں کہ دور کردیے انسے ذکر نے انکے بوجھ) اور از انجملہ
توکل ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری امت
کے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب جائینگے چودھویں رات
کے چاند جیسے انکے منہ ہونگے وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہ
کرتے تھے اور نہ جانوروں سے فال لیتے تھے اور نہ داغ
لگاتے تھے اور اپنے پروردگار ہی سے بھروسہ رکھتے تھے

فقام عکاشة فقال یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم قال انت منهم و از انجمله محو و فناست۔ قال النبی صلے الله علیه وسلم عن ربه تبارک وتعالی لایزال یتقرب الی عبدی بالنوافل حتی احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه و از انجمله تهذیب اخلاق ست۔ قال النبی صلی علیه وسلم لجعفر ابن ابی طالب اشبهت خلقی وخُلقی واخبر النبی صلی الله علیه وسلم عن المهدی علیه السلام انه یشبه فی خُلقی و لایشبه فی خَلقی و از انجمله کمالات مذکوره درین مقام بعثت ست۔ قال الله تبارک وتعالی وَلَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ و ظاهر ست که این دوازده بزرگ از انبیاء الله نبودند۔ قال الله تعالی اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ ظاهر ست که این بزرگوار از حواریین حضرت عیسی علیه السلام بودند نه انبیاء الله تعالی۔ وقال لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ وقال الله تعالی وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ قال النبی علیه السلام ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها و از انجمله

عکاشہ رضؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ای رسول اللہ میرے واسطے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو انھیں میں کر دے فرمایا تو انھیں میں سے ہے) و از انجملہ محو اور فنا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرا بندہ نوافل سے میری قربت حاصل کرتا رہتا ہی یہانتک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہی جب میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اُسکے کان ہوں گویا مجھے سنتا ہی اور بینائی کہ دیکھتا ہی اور ہاتھ کہ چھوتا ہی اور پاؤں کہ چلتا ہے اگر مجھسے پناہ مانگے تو میں اُسکو پناہ دوں) اور منجملہ اُسکے تہذیب اخلاق ہی فرمایا نبی صلعم نے جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری صورت اور سیرت میں) اور خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام اکے حال سے (ترجمہ بیشک وہ مشابہ ہوگا خو میری میں اور نہ مشابہ ہوگا صورت میری میں) اور اُن کمالات مذکورہ میں سے اس مقام میں بعثت ہی۔ فرمایا تبارک تعالیٰ نے (ترجمہ ہمنے بنی اسرائیل کا عہد لیا اور اُنمیں بارہ نقیب بنائے) اور ظاہر ہے کہ بارہ بزرگ نبی نہ تھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ جب بھیجے ہمنے اُنکی طرف دو پیغمبر جھٹلایا انکو پھر ہمنے زور دیا تیسرے سے جب کہا ہم آئے ہیں تمھاری طرف بھیجے بولے تم تو انسان ہو جیسے ہم اور رحمن نے کچھ نہیں اُتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو کہا ہمارا رب جانتا ہے ہم بیشک تمھاری طرف بھیجے ہوے آئے ہیں اور ہمارا ذمہ یہی ہے کھول کر پہنچا دینا) اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگوار حوارین حضرت عیسی علیہ السلام سے تھے نہ نبی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور کہا انکے نبی نے بیشک اللہ نے بھیجا ہے تمھارے واسطے طالوت کو بادشاہ بناکر) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور کیے ہمنے اُنمیں سے امام ہمارے حکم سے امام بناتے ہیں جب صبر کیا اُنھوں نے اور ہماری آیتوں پر یقین سے ہم) اور فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ بیشک اللہ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایک شخص ایسا اُٹھا دیگا کہ دین کی درستی کر دیا کریگا) اور منجملہ

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ست۔ قال النبی علیہ السلام
ان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً
مھدیاً یأخذ بکم الصراط المستقیم اما اقسامِ ہدایت
پس از انجملہ نزولِ برکت ست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الشام ان فیھا ابدالا بہم یمطر اھل الارض
وبہم یرزقون وبہم ینصرون من اعدائھم وامّا
عقدِ ہمت۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ
اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝ وقال اللہ تعالیٰ حَتّٰی
اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ
اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ
تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ارحم امتی بامتی ابوبکر یعنی بسیار شفقتِ وافرہ
دارد بہ نسبتِ ایشان وہمت بغایت مصروف
میدارد بہ اصلاحِ حالِ ایشان واما فیضِ صحبت
فقال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ
کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الذین یجلسون لذکر اللہ ھم القوم
لا یشقی بھم جلیسھم وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان خیار عباد اللہ الذین اذا
رُءُوا ذُکر اللہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک
ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک
واما ان تبتاع منہ واما ان تجد ریحا طیبۃ

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ہی فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ اگر امیر
بناؤ گے تم علیؓ کو اور نہیں دیکھتا ہوں میں تمکو کرنے والا پاؤ گے
تم اُسکو ہادی مہدی لیگا ساتھ تمہارے راہ سیدھی) اب اقسام
ہدایت سنیے از انجملہ نزولِ برکت ہی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ ملکِ شام میں کہ یہاں ابدال ہیں انھیں کی وجہ سے
زمین والوں پر بارش ہوتی ہے اور انھیں کے سبب رزق
دیے جاتے ہیں اور انھیں کے سبب دشمنوں پر فتح پاتے ہیں)
اب عقدِ ہمت کا حال ملاحظہ فرمایئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں ای رب ہمارے دے ہمکو
بیبیوں اور اولاد ہماری سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمکو
نیکوں کے آگے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ یہانتک کہ
پہنچا جوانی کو اور پہنچا چالیس برس کو کہا اے رب میرے
توفیق دے مجھکو یہ کہ شکر کروں میں تیری نعمت کی کہ تونے انعام کیا
مجھپر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ میں اچھے کام کروں کہ
تو انسے ہوجاوے اور میری اولاد کو سنوار دے تحقیق مینے رجوع
کیا طرف تیرے اور میں ایمان والوں سے ہوں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری اُمت میں
سب سے زیادہ رحم کرنیوالا اُمت پر ابوبکرؓ ہے) یعنی اُنکی نسبت
شفقت کامل رکھتا ہے اور اُنکی اصلاح حال میں ہمت کو
بدرجۂ غایت مصروف رکھتا ہے اور لیکن فیضِ صحبت پس
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو
اور سچوں کے ساتھ رہو) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ اُن لوگوں میں کہ بیٹھتے ہیں اللہ کے ذکر کو کہ وہ قوم
ہے کہ اُنکے پاس والے بھی تو بے نصیب نہیں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ کے اچھے بندے
وہ ہیں جب انکو دیکھو تو خدا یاد آوے) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ اچھا ساتھی اور بُرا ساتھی ایسے ہیں جیسے
مشک والا اور لُہار پس مشک والا یا تو تجھکو یہ مشک دیگا یا تو خر

ونافخ الكيراما ان يحرق ثيابك واما ان تجد منه ريحا خبيثة وقال ابن مسعودؓ لمجلس من عمر خير من عبادة سنة وآما خرق عادت پس احتیاج بہ بیان ندارد زیراکہ ظہور خوارق از ہادیان راہ حق کہ از اتباع انبیا اند بوجہے مشہور و متواتر ست کہ حاجت بیان نیست وآما اظہار دعوت۔ قال اللہ تعالیٰ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ قال اللہ تعالیٰ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من دعی الی الهدی كان له اجره واجر من عمل علیه من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما العلماء ورثة الانبیاء وآز جملہ کمالات مذکورہ سیاست ایمانی ست۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم يكون ملكا عاضا فيكون ما شاء الله ان يكون ثم يرفعها الله ثم يكون ملكا جبرية فيكون ما شاء الله ان يكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج نبوة ثم سكت وآز جملہ مناصب سیاست ایمانی فراست ست وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسة المومن

ورنہ اچھی خوشبو تو تجھکو آوے ہی گی اور بھٹی والوں نے تو تیرے کپڑے ہی پھونکے اور بد بو سے تو تو بچ ہی نہیں سکتا) یعنی ابن مسعودؓ نے فرمایا (ترجمہ البتہ عمرؓ کی مجلس ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے) اب رہا خرقِ عادت تو اسکے بیان کی حاجت نہیں اسلیے کہ ظہور خوارق ہادیانِ راہِ حق سے ایسے طور پر مشہور اور متواتر ہے کہ حاجت بیان نہیں اب اظہارِ دعوت کا حال سنیے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ تم بہترین اُمت ہو لوگوں کے واسطے نکالے گئے بھلی باتیں بتاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہو) فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو کہ بھلائی کی طرف بلاوے اور اچھی باتیں بتاوے اور برائی سے روکے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں بھلائی کے بتانیوالے پر) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جو بلاوے ہدایت کی طرف اُسکا ثواب ہوتا ہے اور جو کوئی عمل کرے اور عمل کرنیوالے کا کچھ ثواب کم نہیں ہوتا) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ بیشک علماء نبیوں کے وارث ہیں) اور منجملہ کمالاتِ مذکورہ سیاستِ ایمانی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ ہمنے بیشک توراۃ اُتاری اسمیں ہدایت اور نور ہے حکم کرتے ہیں اُس سے نبی کہ ایمان لائے اُن لوگوں کو کہ یہودی ہوے اور اللہ والوں کو اور علماء کو) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ نبوت تم میں جب تک چاہے اللہ کہ رہے پھر اُٹھالیگا اُسکو اللہ تعالیٰ پھر ہو خلافت نبوت کے طریق پر جب تک چاہے اللہ کہ رہے پھر اُٹھالیگا اللہ تعالیٰ اُسکو پھر ہو بادشاہی مضبوط پھر رہے جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھالیگا اُسکو پھر ہو بادشاہی زبردستی کی پھر جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھاوے اُسکو پھر ہوئی خلافت نبوت کے طریق پر پھر آپ چپ ہو رہے) اور سیاست ایمانی کی مناصب سے فراست بھی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خیال رکھو فراست مومن کا

فانہ ینظر بنور اللہ تعالی و آز انجملہ امارت ست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اسامۃ بن زید ان کنتم تطعنون فی امارتہ فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ و آز انجملہ عدالت ست قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقضی ھم علی الخ و از انجملہ حفاظت ست و آنرا دو شعبہ ست انتظام امت کہ صاحب این خدمت را عسس میگویند و سد مفاسد دین و ملت کہ صاحب این خدمت را محتسب میگویند اما اول فقد روی کان قیس بن سعد من النبی صلعم بمنزلۃ صاحب الشرط من الامیر و صاحب الشرط عسس را میگویند۔ و اما ثانی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضیت لامتی ما رضی بھا ابن ام عبد مراد از ابن ام عبد عبد اللہ بن مسعود ست و اما نظامت کہ آنرا امانت نیز گویند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ امین و امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح آنچہ درین تنبیہ مذکور گردید از اتمام این بیان واضح شد کہ کمالات مذکورہ چنانکہ در انبیاء اللہ یافتہ میشوند ہمچنین اتباع ایشان را ہم ازان نصیبے میرسد ہرچند ہمہ کمالات مذکورۃ الصدر درین مقام بالاستیعاب مذکور نگردیدہ و آنچہ مذکور گردیدہ تمامی شواہد آن از کتاب و سنت مذکور نشدہ بلکہ از کمالات مذکورۃ الصدر آنچہ عمدہ ترین آنہا بود درین مقام مذکور گردید و بر ذکر شواہد و دلائل قلیلہ از کتاب و سنت اکتفا کردہ شد تا نمونہ باشد برائے منفعت طالب حق و ہر کہ ذہن ثاقب و فکر صائب داشتہ باشد کمالات غیر مذکورہ را بر کمالات مذکورہ قیاس تواند کرد و از ہمین شواہد قلیلہ بدلائل کثیرہ پے تواند برد۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم تنبیہ ثانی۔ در تحقیق معنی مشابہت اولیاء بانبیاء در کمالات مذکورہ باید دانست

کیونکہ وہ دیکھتا ہے ساتھ نور اللہ کے۔ اور از انجملہ امارت بھی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی بابت (ترجمہ اگر تم اسکے امیر ہونے میں طعن کرتے ہو تو تم پہلے اسکے باپ کی امارت میں بھی طعن کرتے تھے قسم ہے اللہ تعالی کی اور بیشک وہ خلیق تھا واسطے امارت کے) اور از انجملہ عدالت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ انمیں اچھا فیصلہ کرنے والا علی ہے آخر تک) اور از انجملہ حفاظت ہے اور اُسکی دو شاخیں ہیں اول انتظام امت کہ اس خدمت والے کو عسس (کوتوال) کہتے ہیں دوم سد مفاسد دین و ملت کہ اس خدمت والے کو محتسب فرماتے ہیں۔ پہلے کا حال سنیے (ترجمہ پس تحقیق روایت کیا گیا کہ تھے قیس بن سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنکی جگہ صاحب شرط امیر سے) دوسرے کی کیفیت یہ ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ راضی ہوں میں اپنی اُمت کو جو کہ راضی ہوا ساتھ اُسکے ابن اُم عبد) یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ۔ اب نظامت یعنی امانت کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہر اُمت میں امین ہوتا ہے اس اُمت میں امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے) جو کچھ اس تنبیہ میں مذکور ہوا اُسکے اتمام بیان سے واضح ہوا کہ کمالات مذکورہ جیسے کہ حضرات انبیا میں پائے جاتے ہیں ایسے ہی اُنکے تابعین کو بھی اسمیں سے حصہ ملتا ہے اب سننا چاہیے کہ تمام کمالات مذکورہ اس مقام میں کامل طور پر مذکور نہیں ہوئے اور جو کچھ مذکور ہوئے اُن کے تمامی شواہد اور دلائل کتاب اور سنت سے مذکور نہوئے بلکہ کمالات مذکورۃ الصدر سے جو کچھ عمدہ تھے اس مقام میں ذکر کیے گئے اور کسی قدر ذکر کرنے اور شواہد اور دلائل پر کہ کتاب و سنت سے ثبت ہیں اکتفا کیا گیا تا طالب حق کی منفعت کے لیے نمونہ ہو اور جو کوئی ذہن ثاقب اور فکر صائب رکھتا ہے کمالات غیر مذکورہ کو کمالات مذکورہ پر قیاس کر سکتا ہے۔ (ترجمہ سیدھی راہ پر چلانا اللہ ہی کا کام ہے) تنبیہ ثانی۔ معنی مشابہت کی تحقیق میں ہے کہ اولیا کو انبیا کے ساتھ کمالات مذکورہ میں کیونکر حاصل ہوتی ہے معلوم کرنا چاہیے

کہ ہر چند مراتب عالیہ ازکمالات مذکور مخصوص ست بذات انبیاء علیہم السلام فاما اصل ہر کمال وتخم این نہال در دل ہر مومن صحیح الاعتقاد و مُسلم قوی الانقیاد یافتہ می شود مثلاً ہر مومن صادق را یک گونہ وجاہتے بحضور حضرت رب العالمین و در مجامع ملائکہ مقربین ثابت ست۔ کما قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہمچنین نوعے از ولایت مومن مخلص را ثابت ست کما قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ چنانکہ ثبوت نوعے از اصل ولایت برائے ہر مومن ازین کریمہ مستفاد گردید ہمچنین ثبوت نوعے از شعب و فروع آن ہم برائے ہر مومن از آیات و احادیث مستفاد می شود مثلاً از انجملہ الہام ست کہ ملک مُلہم خیر ہمراہ ہر مومن ملازم ست و آن مومن در اکثر اقوال تابع الہامات اوست وہمچنین تعلیم و تفہیم در منام بطریق رویا ہر مومن را حاصل و قدرے از توکل کہ باعث بر ترک اسباب شرکیہ و محرمیہ شرعیہ باشد از لوازم اصل ایمان ست۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وہمچنین قدرے از زہد کہ باعث آن بر ترک مستلذات ممنوعہ شرعیہ باشد از ارکان اسلام ست وہمچنین بوجہے حفاظت غیبی بواسطہ ملک مُلہم خیر یا بواسطہ وعظ و تذکیر ہادیان راہ حق بسوے ہر مومن متحقق ست وہمچنین مرتبہ از بعثت و ہدایت کہ ادنائے آن فرضیت امر بالمعروف و نہی عن المنکر ست ہر مومن را حاصل وہمچنین شرکت در ریاست ایمانی در بعضے اوقات

کہ ہرچند مراتب عالیہ منجملہ کمالات مذکورہ ذوات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن ہر کمال کی اصل اور اُسکا تخم ہر مومن صحیح الاعتقاد اور مُسلم قوی الانقیاد کے دل میں پایا جاتا ہی مثلاً ہر مومن صادق کو ایک طرح کی وجاہت حضرت رب العالمین کے حضور اور ملائکہ مقربین کے مجمع میں ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (ترجمہ جو کہ اُٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو گرد اُسکے ہیں تسبیح کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے کی اور یقین لاتے ہیں اُسپر اور بخشش ایمان والوں کی) اور ایسی ہی ایک قسم کی ولایت مومن مخلص کو حاصل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ خوف اور نہ غم اور جو یقین رکھتے ہیں اور رہیں پرہیزگار) جس طور پر کہ اصل ولایت کی ایک نوع کا ثبوت ہر مومن کے حق میں اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوا اسی طور پر اُسکے فروعات کی بھی ایک نوع کا حصول ہر مومن کے واسطے آیات اور احادیث سے مستفاد ہوتا ہے مثلاً از انجملہ الہام ہے کہ ایک فرشتہ ملہم خیر ہر مومن کے ہمراہ ہر وقت رہتا ہی اور وہ مومن اکثر اقوال میں اسکے الہامات کا تابع ہوتا ہے اور ایسے ہی تعلیم و تفہیم خواب میں بطریق رویا ہر مومن کو حاصل ہے۔ اور کسی قدر توکل منجملہ لوازم ایمان ہے کہ اسی کی وجہ سے انسان اسباب شرکیہ اور محرمہ شرعیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ایمان والے) اور ایسے ہی کسی قدر زہد ارکان اسلام سے ہے جسکے باعث ممنوعات شرعیہ سے اجتناب حاصل ہوتا ہے اور ایسے ہی ایک طرح کی حفاظت غیبی بواسطہ ملہم خیر اور بذریعہ وعظ و نصیحت ہر مومن کی طرف متحقق ہے اور ایسے ہی ایک مرتبہ بعثت اور ہدایت کا کہ ادنیٰ اسکا فرضیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ہر مومن کو حاصل ہے اور ایسے ہی شریک ہونا ریاست ایمانی میں بعض اوقات میں ذمہ

مثل شرکت در اقامت جہاد در صورت نفیر عام یا غلبہ کفار بر ذمہ ہر مسلم واجب پس فی الحقیقت اصل این ہمہ کمالات از لوازم کمال آن قدر کہ ایمان کامل تر ظہور آثار این کمالات قوی تر پس گویا کہ ہر کمال را ازین کمالات یک سلسلہ ست کہ ابتداء آن از نفس ایمان حادث می شود و بہ اعتبار تفاوت مراتب ایمان در مراتب آن کمال ہم تفاوت می گردد تا آنکہ مرتبہ نبوت منتہی می شود کہ ہر کمال آنجا بکمال خود می رسد پس لابد اگر در سلسلہ مراتب ہر کمال اضعف مراتب آن گرفتہ کہ نصیبہ انبیاست تامل نماید البتہ واضح خواہد گردید کہ از جملہ مراتب مذکورہ مرتبہ ایست کہ متصل مرتبہ کمال انبیاء واقع گردیدہ کہ اضعف ست از مرتبہ کمال انبیاء و اقوی ست از سائر مراتب دیگر پس ہرگز مرتبہ مراتب کمال انبیاء را در سلسلہ مراتب آن کمال شمار نمی کنم بنا بر آنکہ انبیاء ابعد نوعے دیگر اند و سائر بشر نوعے دیگر پس ہمین مرتبہ کمال را کہ متصل مرتبہ کمال ایشان واقع ست منتہای سلسلہ مراتب کمال مذکور شماریم و اگر در مرتبہ کمال انبیاء را ہم درہمین سلسلہ وارد کنیم پس کمال ایشان را در درجہ اول نہیم و این مرتبہ را در درجہ ثانیہ و نیز باید دانست کہ تفاوتیکہ درمیان مراتب ہر کمال قوۃً و ضعفاً واقع ست آنرا مشابہ اختلاف اشیائے منسلکہ در سلک واحد باید دید۔ تفصیلش آنکہ اختلاف درمیان شیئین بدو نہج واقع میشود اول آنکہ ہر یک ازان ہر دو شئے بہ نسبت دیگرے از ذات و آثار و احکام امتیاز ظاہر داشتہ باشد مثل اختلاف درمیان چوب و سنگ و انسان و حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز و امثال ذلک و دیگر آنکہ ہر یکے بہ نسبت دیگرے امتیاز کلی نہ داشتہ باشد و بالذات درمیان آنہا اختلاف نباشد بلکہ ہر دو در یک سلک منسلک باشند و از یک جنس معدود و اختلاف فقط بہ اعتبار کمال و نقصان باشد و بس

ہر مسلمان کے واجب ہے مثل شرکت جہاد بصورت اذن عام یا غلبہ کفار پس در حقیقت ان تمام کمالات کے اصل منجملہ لوازم اصل ایمان ہیں اور کمال اسکا لوازم کمال سے جس قدر کہ ایمان کامل تر ہوگا ان کمالات کے آثار کا ظہور بھی قوی زیادہ ہوگا پس گویا کہ ہر کمال کو ان کمالات سے ایک سلسلہ ہے کہ جسکی ابتدا نفس ایمان سے ظاہر ہوتی ہے اور بہ اعتبار فرق مراتب ایمان اُس کمال کے مراتب میں بھی تفاوت ہوتا ہے یہانتک کہ مرتبہ نبوت پر منتہی ہوتا ہے کہ ہر کمال اُس مقام پر اپنے کمال پر پہنچتا ہے پس بالضرور اگر سلسلہ مراتب ہر کمال میں اُسکا اضعف مراتب لیک (کہ حصہ عوام مومنین کا ہے) اُسکے اقوی تک (کہ حصہ انبیا ہے) تامل کرے البتہ واضح ہوگا کہ منجملہ مراتب مذکورہ ایک مرتبہ ہے کہ متصل مرتبہ کمال انبیا کے واقع ہوا جو اضعف ہے مرتبہ کمال انبیا سے اور اقوی ہے تمام مراتب دیگر سے پس ہرگز مرتبہ مراتب کمال انبیا کو سلسلہ مراتب اُس کمال میں شمار نہیں کرسکتے اس بنا پر کہ انبیا ابعد نوع دوسری ہیں اور تمام انسان نوع دوسری پس ایسے مرتبہ کمال کو کہ ان کے مرتبہ کمال کے متصل واقع ہے منتہائے سلسلہ مراتب کمال مذکور کا معلوم کریں اور اگر مرتبہ کمال انبیا کو بھی ایسے سلسلہ میں وارد کریں ہم پس کمال اُنکے کو درجہ اول میں رکھیں ہم اور اس مرتبہ کو درجہ ثانیہ میں۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے وہ تفاوت کہ درمیان مراتب ہر کمال کے قوۃً اور ضعفاً واقع ہے اُسکو مشابہ اختلاف اشیائے منسلکہ سلک واحد کے دیکھنا چاہیے تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اختلاف دو شے کے درمیان دو طرح پر واقع ہوتا ہے اول یہ ہے کہ ہر ایک انمیں سے دوسرے کی نسبت ذات اور آثار اور احکام میں امتیاز ظاہری رکھے مثل اختلاف فیما بین چوب سنگ انسان و حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز وغیرہ وغیرہ اور دوسری یہ ہے کہ ہر ایک بہ نسبت دیگر امتیاز کلی نہ رکھتی ہو اور بالذات انمیں اختلاف نہو بلکہ دونوں ایک سلک میں منسلک ہوں اور ایک جنس معدود سے اختلاف فقط باعتبار کمال و نقصان کے ہو

مثل اختلاف مراتب حرارت که حرارت قویه و ضعیفه هر دو از قسم حرارت اند و متحد الجنس اگرچه باعتبار شدت و ضعف تفاوت میدارند و همچنین اختلاف مراتب برودت و مراتب نور و ظلمت و اختلاف مراتب الوان بحد ضعف و قوت و اختلاف مراتب شیرینی و نمکینی و تلخی و شوری و امثال ذلک پس از لوازم اختلاف اول آنست که اشتباه را دران گنجائش نیست مثلاً درمیان چوب و سنگ هیچگونه اشتباہے نیست و درمیان اسپ و خر اصلا التباسے نه بخلاف اختلاف ثانی که هرچند در بعضے مقامات درین قسم هم اشتباه را گنجائش نمی باشد اما در بعضے مقامات التباس شدید بحدے راه می یابد که امتیاز آن بدقت نظر هم متعذر میگردد مثلاً اگرچه درمیان حلاوت قند سیاه و قند سفید اصلا اشتباه نیست فاما درمیان حلاوت شکر سپید نفیس مصفا و حلاوت قند سفید بحدے التباس واقع ست خصوصاً وقتیکه باورچی استاد برنج باریک مصفا را دران پخته باشد که امتیاز آن بدقت نظر دریافت نتوان کرد و اصل درین مقام آنست که چون سلسله مراتب مختلفه یک چیز را ملاحظه نمائیم پس اگر ادنائے او را به اعلائے او قیاس کنیم البته امتیاز در هر دو ظاهر و باهر میباشد و اگر یک مرتبه را از ان با مرتبه دیگر که متصل آن واقع ست قیاس نمائیم لابد ادراک امتیاز فیما بینهما متعسر بل متعذر میگردد و این معنی ظاهرست بل وجدان سلیم پس باید دانست که اختلاف مراتب کمالات مذکوره از قبیل اختلاف ثانی ست نه از جنس اختلاف اول چه اختلاف مراتب محبوبیت محبوبین و مراتب توکل متوکلین و مراتب سخاوت اہل سخاوت و مراتب شفقت مشفقین و مراتب برکت متبرکین و مراتب فراست متفرسین از جنس اختلاف مراتب اقسام بو و رنگ ست

مثل اختلاف مراتب حرارت کہ حرارت قویہ اور ضعیفہ دونوں از قسم حرارت اور متحد الجنس ہیں اگرچہ باعتبار شدت وضعف باہم تفاوت رکھتے ہیں اور ایسے ہی اختلاف مراتب برودت اور مراتب نور و ظلمت ہے اور اختلاف مراتب الوان میں ضعف اور قوت میں اور اختلاف مراتب شیرینی و نمکینی و تلخی و شوری وغیرہ پس لوازم اختلاف اول سے یہ ہے کہ اشتباہ کو انہیں گنجائش نہیں مثلاً درمیان چوب اور سنگ کے کسی طرح پر اشتباہ نہیں اور درمیان اسپ اور خر کے اصلا التباس نہیں بخلاف اختلاف ثانی کہ ہرچند بعض مقامات میں اس قسم میں بھی اشتباہ کو گنجائش نہیں ہوتی ہے لیکن بعض مقامات میں التباس شدید اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ اسکی امتیاز بنظر غور بھی متعذر معلوم ہوتی ہے مثلاً اگرچہ درمیان حلاوت قند سیاہ اور قند سفید کی اصلا اشتباہ نہیں لیکن درمیان حلاوت شکر سپید نفیس مصفا اور حلاوت قند سفید کی ایک درجہ کا التباس واقع ہے خصوصاً اس وقت کہ باورچی برنج باریک مصفا کو پکائے اور اسکی امتیاز بدقت نظر دریافت نہیں کرسکتا اصل اس مقام میں یہ ہے کہ جو سلسلہ مراتب مختلفہ ایک چیز کو ملاحظہ کریں ہم پس اگر اسکے ادنیٰ کو اسکے اعلیٰ پر قیاس کریں ہم البتہ امتیاز مابین ان دونوں کے ظاہر اور باہر ہوئی اور اگر ایک مرتبہ کو اس سے ساتھ مرتبہ دوسرے کے کہ اسکے متصل واقع ہے قیاس لابد امتیاز کا حصول ان دونوں سے متعذر ہے اور یہ معنی وجدان سلیم پر خوب ظاہر باہر ہیں پس جاننا چاہیے کہ اختلاف مراتب کمالات مذکورہ از قبیل اختلاف ثانی ہے نہ از جنس اختلاف اولی کیونکہ محبوبین بارگاہ کی محبوبیت کا اختلاف اور متوکلین درگاہ کے توکل کے مراتب کا اختلاف اور اہل سخاوت کی سخاوت کے مراتب کا اختلاف اور مشفقین کی شفقت کے مراتب کا اختلاف اور متبرکین کی برکت کا اختلاف اور متفرسین کی فراست کے مراتب کا اختلاف از جنس اختلاف مراتب اقسام بو و رنگ ہے

نه از قبیل اختلاف چوب و سنگ پس اگر توکل ادنائے مؤمن را با
توکل انبیاء الله مقایسه کنند البته هیچگونه مماثلتے درمیانِ
این هر دو توکل مدرک نخواهد گردید و اگر توکل زید را با توکل
عمرو که در معنی توکل قریب بهم باشند مقایسه کنند پس اگرچه
یکے را قوتے به نسبتِ دیگرے در نفس الامر متحقق باشد اما در
ظاهر نظر امتیازے دریافت نخواهد گردید پس واضح گشت که
مرتبه هر کمال که در انبیاء الله ثابت ست اگر آنرا با مرتبه همان
کمال که در ادنائے مؤمنین واقع باشد مقایسه کنند البته هیچ
اشتباهے والتباسے درمیان این هر دو مرتبه نخواهند
یافت فاما اگر مرتبه ایشان را با همان مرتبه مقایسه کنند که
متصل مرتبهٔ ایشان واقع ست بوجهے معنی مماثلت ظاهر
خواهد گردید که بجز علام الغیوب بحقیقت امتیازے که در
نفس الامر فیما بینهما متحقق ست کسے دیگر نخواهد رسید
و همین مماثلت را مشابهت می گوییم پس کسے که
به مرتبهٔ ثانیه از مراتب کمالِ مذکور متصف
باشد همون ست مشابه بانبیاء در ان کمال
قال النبی صلی الله علیه وسلم عُلماءُ اُمتی کانبیاءِ
بنی اسرائیل وقال النبی صلی الله علیه وسلم لجعفر بن ابی
طالب اشبهتَ خَلقی وخُلُقی وقال النبی صلی الله علیه
وسلم فی المهدی علیه السلام انّه یُشبه خُلُقی و
لا یُشبه خَلقی وقال النبی صلی الله علیه وسلم لعلیؓ
انتَ اخی فی الدنیا والاخرة وقال من احبَّ
ان ینظر الی عیسی ابن مریم فی زهده فلینظر
الی ابی الدرداء وقال حذیفة ابن الیمان انّ اشبهَ
الناس دلاً وسمتاً وهدیاً برسول الله صلعم لابن ام عبدٍ

نہ از قبیل اختلاف چوب و سنگ پس اگر ادنیٰ مؤمن کے
توکل کو انبیاء علیہم السلام کے توکل کے ساتھ قیاس
کریں البتہ کسی قسم کی مماثلت اِن دونوں توکل میں حاصل
نہ ہوگی اور اگر زید کے توکل کو عمرو کے توکل کے ساتھ
کہ معنی توکل میں متقارب ہیں باہم قیاس کریں اگرچہ
ایک کو دوسرے کی نسبت ایک قسم کی قوت نفس الامر میں
متحقق ہو لیکن بنظرِ ظاہر امتیاز دریافت نہ ہوگی پس واضح ہوا
کہ مرتبہ ہر کمال حضرات انبیاء میں ثابت ہے اگر اُسکو اُسی کمال
کے مرتبے کے ساتھ کہ ادنیٰ مؤمن میں واقع ہو مقائسہ کریں
البتہ کسی قسم کا اشتباہ اور التباس اِن دونوں مرتبوں میں
نہ پایا جائیگا لیکن اگر ان کے مرتبے کو اُسی مرتبے کے ساتھ کہ
اُن مرتبے کے متصل واقع ہے قیاس کریں ایسے معنی پر مماثلت
ظاہر ہوگی کہ سوائے ذات علام الغیوب امتیاز نفس الامری
فیما بینہما کو کوئی دوسرا نہ پہنچے گا اور ایسی مماثلت کا مشابہت
نام ہے پس جو شخص کہ مراتب کمالِ مذکور کے مرتبہ ثانیہ کے
ساتھ موصوف ہو اُس کمال میں وہی مشابہ بانبیاء ہے۔ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اُمت کے عالم
بنی اسرائیل کے نبی جیسے ہیں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری
صورت اور سیرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مہدی علیہ السلام کو (ترجمہ کہ وہ مشابہ ہونگے
میری سیرت میں نہ مشابہ ہونگے پیدائش میں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو (ترجمہ کہ تو میرا بھائی ہے
دنیا اور آخرت میں اور فرمایا جسکی خواہش ہو کہ دیکھے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا زہد بس چاہیے کہ ابو درداء کو دیکھے) اور
کہا حذیفہ بن یمان نے کہ تحقیق مشابہ تر لوگوں کی دلالت
اور عادت اور ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں) جبکہ مشابہت کے معنی

واضح گردید پس میگویم کہ امامت در ہر کمال عبارت ست از حصولِ مشابہتِ تامہ بانبیاء اللہ دران کمال مثلاً علم باحکام شرعیہ بہ دو طریق حاصل میشود تقلید و تحقیق و علم انبیاء از جنسِ علم تقلیدی اصلا نیست بلکہ انچہ ایشان را ازین علم بدست آمد ہمہ بطریقِ تحقیق حاصل شد و تحقیق را دو طریق ست اجتہاد بشرطیکہ معقول فی ذی العقول باشد و الہام بشرطے کہ از مداخلتِ نفسانی محفوظ باشد پس مشابہ بانبیاء در علم احکام یا مجتہدین مقبولین باشند یا ملہمین محفوظین و ازبسکہ استناد احکام بسوے کشف و الہام در اوائلِ اُمت معروف نبود پس مشابہ بانبیاء درین فن مجتہدین مقبولین اند پس ایشان را از ائمہ فن باید شمرد مثل ائمہ اربعہ ہرچند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ اند اما مقبول درمیانِ جمہورِ اُمت ہمین چند اشخاص اند پس گویا کہ مشابہتِ تامہ درین فن نصیبِ ایشان گردیدہ بناءً علیہ درمیان جماہیرِ اہلِ اسلام از خواص و عوام بلقبِ امام معروف گردیدند و بقوتِ اجتہاد موصوف در عقاید نیز تقلید را در علمِ انبیاء ہیچ مداخلتے نیست پس طریقِ ایشان درین فن یا استدلال ست یا الہام و طریقۂ استدلال ظاہر ست و طریقۂ الہام مخفی پس مستدلین را مشابہت ظاہرہ درین فن بایشان ثابت ست بناءً علیہ مستدلین استدلالات قویہ را از متکلمین بلفظِ امام تعبیر می نمایند مثل غزالی و رازی و ہمچنین اقامتِ سیاستِ ایمانی بہ دو طریق میشود یا بطریق تبعیۃ مثل اعوانِ خلفا و نائبانِ ایشان یا بطریق متبوعیۃ مثل خود خلفاء و سیاستِ انبیاء بیشک بطریق ثانی ست نہ بطریق اول پس خود خلیفہ مشابہ بہ نبی ست در بابِ سیاستِ ایمانی لہذا او را امام میگویند و ہمچنین اداے نماز مثلاً بہ دو طریق متصور می شود بطریق انفراد یا بطریقِ اجماع

معلوم ہوے تو کہتا ہوں میں کہ امامت ہر کمال میں عبارت ہے حصول مشابہت تامہ سے جو انبیاء اللہ کے ساتھ اس کمال میں حاصل ہے مثلاً علم بہ احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل ہوتا ہے تقلیداً و تحقیقاً اور علم انبیاء منجملہ علمِ تقلیدی اصلا نہیں بلکہ جو کچھ اُن کو علم حاصل ہوا تمام بطریقِ تحقیق حاصل ہوا اور تحقیق کے دو طریق ہیں اول اجتہاد بشرطیکہ معقول ذوی العقول ہو دوم الہام بشرطیکہ مداخلت سے محفوظ ہو پس انبیاء علیہم السلام کے مشابہ علمِ احکام میں یا مجتہدین مقبولین ہوں یا ملہمین محفوظین اور چونکہ کشف و الہام کی طرف احکام کی نسبت اوائلِ اُمت میں معروف و مشہور نہ تھی پس مشابہ بانبیاء اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں سو اُنکو ائمہ فن سے معلوم کرنا چاہیے مثل ائمہ اربعہ ہرچند کہ مجتہدین دین بہت کچھ گزرے ہیں لیکن مقبول درمیانِ جمہورِ اُمت یہی چند اشخاص ہیں پس گویا کہ مشابہت تامہ اس فن میں انھیں کے نصیب ہوئی نظر براں تمام اہلِ اسلام خواص و عوام میں بلقبِ امام معروف ہوے اور بقوتِ اجتہاد موصوف۔ اور عقائد میں بھی تقلید کو علم انبیاء میں کچھ مداخلت نہیں پس طریق اُنکا فن میں یا استدلال ہے یا الہام اور طریقۂ استدلال ظاہر ہے اور طریقۂ الہام مخفی پس مستدلین کو مشابہت ظاہرہ اس فن میں اُنکے ساتھ ثابت ہے بناءً علیہ متکلمین مستدلین استدلالات قویہ کو بلفظ امام تعبیر فرماتے ہیں مثل امام غزالی و امام رازی علیہما الرحمۃ والرضوان۔ اور ایسے ہی سیاستِ ایمانی کا قیام بھی دو طریق پر ہوتا ہے یا بطور تبعیۃ "پیروی" مثل مددگاران خلفا و نائبانِ خلفا یا بطریق متبوعیۃ مثل خود خلفا اور سیاست انبیاء بے شک بطریق ثانی ہے نہ بطریق اول پس خود خلیفہ در باب سیاست مشابہ بہ نبی ہے لہذا اُسکو امام کہتے ہیں اور ایسے ہی اداے نماز مثلاً دو طریق پر متصور ہوتی ہے بطریقِ انفراد یا بطریق اجماع

وبرتقدیر اجتماع شخص یا تابع خواہد شد یا متبوع وطریق انبیا ہمین ست
کہ ادائے نماز باجتماع می کنند نہ بانفراد و متبوع میشوند نہ تابع
پس متبوع جماعت مصلیان مشابہ بہ نبی ست در ادائے صلوٰۃ
پس ہمون ست امام صلوٰۃ بالجملہ ہر کہ در کمالے از کمالات مذکورہ
مشابہت تامہ بانبیاء اللہ داشتہ باشد ہمون ست امام آن
کمال خواہ درمیان مردم باین لقب معروف باشد خواہ نہ
پس لابد کسے از اکابر امت امام المحبوبین باشد و کسے امام
المعظمین فی الملائکۃ المقربین و کسے امام الساوات و کسے
امام الملہمین و کسے امام المتوکلین و کسے امام الاسخیا و کسے امام
المبعوثین و کسے امام الرحماء و کسے امام المبارکین و کسے
امام الداعین و کسے امام الفاضلین و کسے امام الحکماء و کسے
امام الوعاظ و کسے امام المجادلین و کسے امام المتفرسین و کسے
امام الامراء و کسے امام القضاۃ و کسے امام المجتبین الی غیر
ذالک و نیز باید دانست کہ بعضے کاملین را در یک کمال
مشابہت بانبیاء اللہ حاصل میشود و بعضے را در دو کمال و بعضے
را در سہ کمال و ہمچنین بعضے را در ہمہ کمالات مذکورہ پس امامت ہم
بر مراتب مختلفہ باشد کہ بعضے مراتب امامت اکمل ست از بعضے
مراتب دیگر اینست بیان حقیقت مطلق امامت پس کسیکہ در ہمہ
کمالات مذکورہ بانبیاء اللہ مشابہت داشتہ باشد امامت او
اکمل باشد از امامت سائر کاملین پس لابد درمیان این
امام اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نخواہد شد
الا بہ نفس مرتبہ نبوت پس درحق مثل این شخص توان گفت
کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبہ نبوت فائز می شد ہر آئینہ
ہمین اکمل الکاملین فائز میگردید چنانکہ در حدیث
شریف وارد شدہ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ

اور برتقدیر اجتماع شخص یا تابع ہوگا یا متبوع اور طریق انبیاء
یہی ہے کہ ادائے نماز جماعت کے ساتھ کرتے ہیں نہ تنہا
اور متبوع ہوتے ہیں نہ تابع پس باجماعت مصلیان کا متبوع
ادائے صلوٰۃ میں مشابہ بہ نبی ہے پس وہی نماز کا امام ہے
حاصل کلام جو کوئی کمالات مذکورہ سے کسی کمال میں انبیاء
کرام کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتا ہو وہی اس کمال کا
امام ہے خواہ آدمیوں میں اس لقب کے ساتھ معروف ہوئے
یا نہوئے پس بالضرور کوئی بزرگان امت سے امام المحبوبین
ہو اور کوئی امام المعظمین فی الملائکۃ المقربین اور کوئی امام
الساوات ہو اور کوئی امام الملہمین کوئی امام المتوکلین ہو
کوئی امام الاسخیا کوئی امام المبعوثین کوئی امام الرحماء ہو کوئی
امام المبارکین کوئی امام الداعین ہو کوئی امام الفاضلین
کوئی امام الحکما کوئی امام الواعظین ہو کوئی امام المجادلین
کوئی امام المتفرسین ہو کوئی امام الامراء کوئی امام القضاۃ ہو
کوئی امام المجتبین وغیر ذالک۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ
بعضے کاملین کو ایک کمال میں مشابہت بہ انبیاء حاصل
ہوتی ہے اور بعض کو دو کمال میں اور بعض کو تین کمال میں
اور ایسے ہی بعض کو تمام کمالات مذکورہ میں پس امامت
بھی مراتب مختلفہ پر ہوئی کہ بعض مراتب امامت اکمل ہے
بعض مراتب دیگر سے یہ بیان حقیقت مطلق امامت کا ہے
پس جو شخص کہ کمالات مذکورہ حضرات انبیاء کے ساتھ مشابہت
رکھتا ہو اسکی امامت تمام کاملین کی امامت سے اکمل اور
افضل ہو پس بالضرور درمیان اس امام اکمل اور درمیان
انبیاء کے بجز مرتبہ نبوت امتیاز ظاہر نہوئی سو حق میں اس
جیسے شخص کے کہہ سکتے ہیں کہ اگر بالفرض والتقدیر بعد
جناب ختم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کوئی شخص مرتبہ نبوت پر
فائز ہوتا البتہ یہی اکمل الکاملین ہوتا چنانچہ حدیث شریف
میں آیا ہے (ترجمہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا)

ونیز در حق این جلیل القدر توان گفت کہ درمیانِ او و درمیانِ نبی ہیچ فرقے نیست الا منصب نبوت چنانچہ در حق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمودہ اند اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ این ست بیانِ حقیقت مطلق امامت و اما اقسام او پس آنکہ در فصلِ ثانی مذکور میشود ان شاء اللہ تعالیٰ

فصلِ ثانی در ذکر اقسامِ امامت

و آن مشتمل بر یک مقدمہ و دو قسم و یک خاتمہ ست مقدمہ در بیان امامت حقیقیہ و امامت حکمیہ و آن مشتمل بر دو تنبیہ ست **تنبیہ اول** باید دانست کہ اکثر احکام شرعیہ را حقیقتی میباشد و ظاہرے اما حقیقتش پس ہمان حکمتے ست کہ باعث این حکم گردیدہ و اما ظاہرش پس صورتے ست کہ بران حکمت مشتمل شدہ تفصیلش آنکہ اصل مقصود از شرائع تہذیب نفوس بنی آدم ست در اعتقادات و اخلاق و عبادات و عادات و معاملات پس ہرچہ بالذات باعثِ تہذیب نفس انسانی ست ہمان چیز در شرائع مقصود لذاتہ ست لیکن بسا میباشد کہ اصل مقصود نکتہ میباشد بغایت نازک و باریک کہ اذہان اکثر افراد انسان بہ آن نمیتوانند رسید و اگر احیاناً برسد آن نکتہ لطیف با امورے دیگر کہ از جنس آن نیست بر اذہان ایشان ملتبس میگردد و تمیز مقصود از غیر مقصود از ایشان متعذر میشود بنا علیہ بعضے امور ظاہرہ را بجائے آن سرِ مخفی می نہند و صورت را حکم معنی میدہند و برہمین ظاہر اجرائے حکم میفرمایند و ہمین ظل را قائم مقام اصل می نمایند مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ست کہ باعث توجہ الی اللہ ست و سبب تذکر جلال او و تولد حکمت ست

اور حق میں اس جلیل القدر کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُسکے درمیان اور نبیؐ کے درمیان سوائے منصب امامت کوئی فرق نہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے (ترجمہ تم مجھسے ایسے ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد نبی نہیں) یہ مطلق امامت کی حقیقت کا بیان ہے رہے اُس کے اقسام سو فصل ثانی میں ان شاء اللہ مذکور ہوں گے

فصلِ ثانی میں اقسامِ امامت کا ذکر ہے

اور یہ ایک مقدمہ اور دو قسم اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ امامت حقیقیہ اور امامت حکمیہ کے بیان میں ہے اور یہ دو تنبیہ کو مشتمل ہے **تنبیہ اول** معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر احکام شرعیہ کے واسطے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہر لیکن حقیقت اُسکی پس وہ ایک حکمت ہے کہ باعث اس حکم کا ہوئی اور لیکن ظاہر اُسکا پس ایک صورت ہے کہ اس حکمت پر مشتمل ہوئی تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اصل مقصود شرائع سے تہذیب نفوس بنی آدم ہے اعتقادات اور اخلاق اور عبادات اور عادات اور معاملات میں پس جو کچھ بالذات باعث تہذیب نفس انسانی ہے وہی چیز شرائع میں مقصود لذاتہ ہے لیکن بسا اوقات اصل مقصود نکتہ ہوتا ہے جو نہایت نازک اور باریک ہے کہ اکثر افراد انسان کے اذہان اُس تک نہیں پہنچ سکتے اور اگر کسی طرح پہنچ بھی سکیں تو وہ نکتہ لطیف اور امور کے ساتھ جو اُسکے جنس سے نہیں اُنکے ذہنوں پر ملتبس ہوتا ہے پھر تمیز مقصود اور غیر مقصود میں اُنسے متعذر ہوتی ہے بنا بریں بعضے امور ظاہرہ کو اُس سر مخفی کے جائے پر رکھتے ہیں اور صورت کو معنی کا حکم دیتے ہیں اور ایسے ظاہر پر اجرائے حکم فرماتے ہیں اور ایسے ظل کو اصل کے قائم مقام کرتے ہیں مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ہے کہ توجہ الی اللہ کا باعث ہے اور تذکر جلال خداوندی اور تولد حکمت کا سبب ہے

وحالت خشیت وہیج معرفتِ عظمتِ الوہیت ست وتخم شجرۂ عبودیت وہرگاہیکہ این امر مخفی ست کہ ادراکِ کسی بحالاتِ قلبیہ دیگرے نمی تواند رسید ونیز آرزوے حصولِ این حالت دیگرست و نفسِ حصول این حالت دیگر وبساست کہ احدہما بدیگرے ملتبس میگردد حالانکہ منافع مذکورہ بنفسِ تصدیق تعلیق میدارد نہ بآرزوے حصولِ التصدیق چنانکہ آثارِ شجاعت تعلق بنفسِ شجاعت میدارد نہ بآرزوے حصولِ شجاعت بنا علیہ امرے را از امور ظاہرہ کہ عبارت از اقرار لسانی ست قائم مقام ہمان سرِ خفی کہ عبارت از تصدیقِ قلبی ست فرمودہ اند وہمین اقرار را مدارِ احکام شرعیہ نمودند واحکامِ اسلام برہمون شخص جاری نمودند کہ اقرار لسانی ازو صادر گردید وہمچنین قیاس باید کرد حضورِ قلب واحکامِ ظاہرہ را در باب صلوٰۃ وحصولِ معنی سخاوت وادائے قدرِ معین مال را در بابِ زکوٰۃ وحصول ملکہ صبر وترکِ اکل وشرب وجماع را در باب صوم وجوشِ عشق ومحبت وطواف وسعی را در باب حج وجوشِ زدن غیرتِ ایمانی وحمیتِ اسلامی ومیل نہیب وکارزار را در باب جہاد ورضاے جانبین وایجاب وقبول را در بابِ نکاح وبیع وسائرِ عقود وحصولِ معنی مشقتِ سفر را در باب احکامِ سفر وعلیٰ ہذا القیاس بالجملہ تمام شریعت را بمثابہ یک شخص مجسم باید فہمید کہ او را ظاہریست وآن جسم مرکب ست از لحم وشحم وعظم واخلاط وارکان وحقیقتے ست وآن روح لطیف ست از عالمِ امر کہ متبع قوائے لطیفہ ست درین جسم مثل قوتِ باصرہ وسامعہ وذائقہ وشامہ ونامیہ وخیالیہ ووہمیہ وفکریہ وامثال ذالک وچون این نکتہ واضح گردید پس نکتہ باریک تر باید فہمید کہ ہرچند در باب تہذیبِ نفسِ انسان مقصود از انسان حقیقت شریعت کہ در دار الجزا ہمان امورِ مخفیہ ظاہر خواہد گردید

اور حالتِ خشیت[1] اور ہیج[2] معرفتِ عظمتِ الوہیت ہی اور تخم شجرۂ عبودیت ہی اور ہرگاہ کہ یہ امر مخفی ہی کسی کا ادراک دوسرے کے حالات قلبیہ کو نہیں پہنچ سکتا ہی اور نیز اس حالت کی آرزوے حصول اور شے اور اکثر اوقات ایسا ہوتا ہی کہ ایک اُن دونوں کا دوسرے کے ساتھ ملتبس ہوتا ہے حالانکہ منافع مذکورہ نفس تصدیق کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آرزوے حصول تصدیق سے علاقہ نہیں رکھتی جیسے کہ آثار شجاعت نفس شجاعت سے تعلق رکھتی ہیں آرزوے حصول شجاعت سے نظر براں ایک امر کو امور ظاہرہ سے کہ عبارت اقرار لسانی سے ہے اُسی سرِ خفی کے قائم مقام جو عبارت تصدیق قلبی سے ہے فرمایا اور ایسے اقرار کو احکام شرعیہ کا مدار ٹھہرایا اور احکام اسلام اُسی شخص پر جاری کیے کہ اقرار لسانی اُس سے صادر ہوا اور ایسے ہی حضورِ قلب اور احکام ظاہرہ کو نماز کے بارہ میں اور حصول معنی سخاوت اور ادائے قدر معین مال کو زکوٰۃ کے معاملہ میں اور حصول ملکہ صبر اور ترکِ اکل و شرب و جماع کو در باب صوم اور جوشِ عشق و محبت اور طواف و سعی کو در باب حج اور جوشش زنی غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی اور غنیمت اور کارزار کو در بابِ جہاد اور رضاے جانبین اور ایجاب و قبول کو نکاح کے معاملہ میں اور بیع اور تمام عقود اور حصول معنی مشقتِ سفر کو احکام سفر کے معاملہ میں قیاس کرنا چاہیے بالجملہ تمام شریعت کو بمنزلہ ایک شخص مجسم کے سمجھنا چاہیے کہ اُسکے واسطے ایک صورت ہی اور وہ جسم مرکب ہے لحم و شحم و عظم و اخلاط و ارکان سے اور ایک حقیقت ہی اور وہ روح لطیف ہی عالم امر سے کہ اس جسم میں قواے لطیفہ مثل قوتِ باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و نامیہ و خیالیہ و وہمیہ و فکریہ وغیرہا کے متبع ہے جبکہ یہ نکتہ معلوم ہوا تو ایک نکتہ باریک تر معلوم کرنا چاہیے کہ ہرچند در بارہ تہذیبِ نفسِ انسان مقصود انسان سے حقیقتِ شریعت ہے کہ دار الجزا میں وہی امور مخفیہ ظاہر ہونگے

؎ کھینچنے والا ۱۲ منہ ؎ ڈر ۱۲ منہ ؎ برانگیختہ کرنے والا ۱۲ منہ

وبقدر ہمان امور خفیہ بمدارج تعذیب وتنعیم خواہد رسید
قال اللہ تبارک وتعالیٰ یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنۡ
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ولکن مدار احکام شرعیہ دنیویہ
برہمان ظاہر ست وبس پس درصورتیکہ حقیقت مفقود
باشد وظاہر موجود ہر چند آن امر عند اللہ محض بے اعتبار ست
اما مردم را در باب اجرائے احکام با صاحب صورتِ
ظاہرہ ہمان معاملہ باید کرد کہ با صاحب حقیقت
کردنی ست مثلاً مقر منافق اگرچہ عند اللہ از زمرۂ اہلِ نار
ست واقبح انواع کفار اما مسلمین را با او ہمان معاملہ باید کرد
کہ با مومن حقیقی پس گویا کہ آن منافق مومن حکمی ست و
آن مصدق مومن حقیقی یعنی منافع وفوائد کہ مومن و فوائد کہ
مومن را از ایمان خود در دار الجزاء متوقع ست آن ہمہ
مصدق را بدست خواہد آمد نہ منافق را آرے در اجرائے احکام
منافق ہم حکم مومن دارد لہذا او را مومن حکمی باید گفت
ہمچنین کسیکہ بازنے عقدِ نکاح بجبر واکراہ کرد وکرہاً لفظ ایجاب
یا قبول ازو صادر گردید پس ہر چند این ناکح مثل زانی در دار الجزاء
بپاداش عمل خود گرفتار خواہد گردید اما در احکام ظاہرہ مثل
ثبوت نسبت وعلاقۂ مصاہرت واحکام مواریث ناکح مجبر را
مثل ناکح کہ نکاح او بتراضی طرفین واقع شدہ باید شمرد وہمچنین
قیاس باید کرد در عابد ریاکار واخلاص شعار مثلاً مصلی مخلص
مصلی حقیقی ست کہ آنچہ قرب ومرتبت عند اللہ ونزولِ رحمت در
دار دنیا وفوز بدرجاتِ جنت در دار عقبیٰ موعود در حقِ مصلیان ست
بلا ریب باین مصلی خواہد رسید ومصلی ریاکار مصلی حکمی کہ تعزیر وعتاب تارکین
صلوٰۃ در دنیا ازو ساقط گردید اگرچہ عند اللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود ست وازان درگاہ سراسر مطرود وقال اللہ تبارک وتعالیٰ

اور انھیں امور کے مقدار مدارج ثواب وعذاب کو پہنچیگا چنانچہ
فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ جسوقت جانچے جاویں زور
تو کچھ نہو گا اُسکو زور نہ کوئی مدد کرنیوالا) ولیکن احکام شرعیہ
دنیویہ کا مدار اُسی ظاہر پر ہے اور بس پس جس صورت میں کہ
حقیقت مفقود ہو اور ظاہر موجود ہر چند وہ امر عند اللہ محض
بے اعتبار ہی لیکن ہم جیسے آدمیوں کو در باب اجرائے احکام
صورتِ ظاہرہ والے سے وہی معاملہ کرنا چاہیے کہ صاحب
حقیقت سے کرنا ہے مثلاً منافق اقرار کرنے والا اگرچہ
عند اللہ از زمرہ اہل نار اور منجملہ بدترین اقسام کفار لیکن
مسلمانوں کو اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جیسا
مومن حقیقی سے پس گویا کہ وہ منافق مومن حکمی ہے اور
وہ مصدق مومن حقیقی یعنی جن منافع اور فوائد کے مومن
کو اپنے ایمان سے دار الجزاء میں امید ہے وہ مصدق کو
حاصل ہونگے نہ منافق کو ہاں اجرائے احکام میں منافق بھی
مومن کا حکم رکھتا ہے لہذا اُسکو مومن حکمی کہنا چاہیے ایسے
ہی وہ شخص کہ ایک عورت کے ساتھ بجبر واکراہ نکاح کرے
اور کرہاً لفظ ایجاب یا قبول اُس سے صادر ہوے پس ہر چند یہ
نکاح کرنیوالا زانی کے مثل دار الجزاء میں اپنے کیے ہوے کی سزا
کو پہنچیگا لیکن احکام ظاہرہ میں مثل ثبوت نسبت وعلاقہ مصاہرت
واحکام مواریث ناکح مجبر کو ناکح متراضی کے مثل گننا چاہیے
اور ایسے ہی عابد ریاکار اور اخلاص شعار میں قیاس کرنا چاہیے
مثلاً مصلی مخلص مصلی حقیقی ہے کہ جو کچھ قرب ومرتبہ اللہ کے
نزدیک اور نزول رحمت وبرکت دار دنیا میں اور حصولِ درجات
جنت دار عقبیٰ میں حق میں نمازیوں کے موعود ہو بلاریب اس
نمازی کو پہنچیگا اور مصلی ریاکار مصلی حکمی ہی کہ تارکین صلوٰۃ کی تعزیر
اور حد دنیا میں اُس سے ساقط ہوئی اگرچہ عند اللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود اور مطرود ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے

۵۱ زبردستی ۱۲ ۵۲ جبر کرنیوالا ۱۲ ۵۳ راضی ہونیوالا ۱۲ ۵۴ وعدہ دیا گیا ۱۲

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ **تنبیہ ثانی**

باید دانست چنانکہ واضح گردید کہ احکام شرعیہ را حقیقت ست وظاہر اعتبار عند اللہ مربوط ست بحقیقت واجرای احکام متعلق ست بظاہر ہمچنین مناصب شرعیہ را بر احکام شرعیہ قیاس باید نمود مثلاً حقیقتِ امامت در ہر کمال حصول معنی مشابہت با پیغمبران در ہمون کمال ست وظاہرش علامت ست کہ در شرع چند چیز را از علاماتِ آن منصب قرار دادہ باشند پس اعتبار عند اللہ منوط باشد بحصول معنی مشابہتِ مذکورہ واحکام ظاہرہ مربوط باشد بوجود علامت آن پس صاحبِ حقیقت امامِ حقیقی آن کمال باشد وصاحبِ علامت امامِ حکمی آن کمال مثلاً امامت فقاہت را حقیقی ست وآن ملکہ اجتہاد صحیح ست وصورتیست وآن بیانِ احکام غیر منصوصہ پس علو درجہ عند اللہ منوط ست بہ ملکہ اجتہاد وتفویضِ منصب قضاء وافتاء واحتساب مربوط بہ بیان احکام اگرچہ بجہت تقلید باشد پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ست وقاضی مقلد قاضی حکمی ہرچند قاضی مجتہد عند اللہ بغایت افضل واکمل ست بہ نسبت قاضی مقلد فاما مسلمین را با قاضی مقلد ہمان معاملہ باید کرد کہ با قاضی مجتہد کردنی ست مثل تسلیم نفاذ حکم او در مسائل اختلافیہ ووجوب حضور در محکمہ بطلب او واقامتِ حدود وتعزیرات بامر او وہمچنین سیاست ایمانی را حقیقتے ست وآن مشابہت اوست با پیغمبر در باب وفور شفقت بہ بندگان الٰہی وکمال رغبت باصلاح ایشان معاشاً ومعاداً بجبر وحکومت مع وجود سلیقہ ہای مذکورہ از فراست

پس خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی کہ اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو

تنبیہ ثانی معلوم کرنا چاہیے جیسا کہ واضح ہوا کہ احکام شرعیہ کے واسطے حقیقت ہے اور ظاہر اعتبار عند اللہ حقیقت کے ساتھ مربوط ہے اور اجرائے احکام ظاہر کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی مناصب شرعیہ کو احکام شرعیہ پر قیاس کرنا چاہیے مثلاً ہر کمال میں امامت کی حقیقت اُسی کمال میں پیغمبروں کے ساتھ مشابہت کی معنی کا حصول ہے اور ظاہر اسکا علامت ہے کہ شرع میں چند چیز کو اُس منصب علامات سے قرار دیا ہو پس اعتبار عند اللہ حصول معنی مشابہتِ مذکورہ سے تعلق رکھتا ہے اور احکام ظاہرہ وجود علامت کے ساتھ مربوط ہوں پس صاحبِ حقیقت امام حقیقی اُس کمال کا ہوا اور صاحب علامت امام حکمی اُس کمال کا مثلاً امامت فقاہت کے لیے ایک حقیقت ہے اور وہ ملکہ اجتہاد صحیح ہے اور ایک صورت ہے اور وہ احکام غیر منصوصہ کا بیان ہے پس علو درجہ عند اللہ ملکہ اجتہاد کے ساتھ ربط رکھتا ہے اور تفویضِ منصب قضاء وفتویٰ وغیرہ بیان احکام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اگرچہ بجہت تقلید ہو پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ہے اور قاضی مقلد قاضی حکمی ہر چند قاضی مجتہد عند اللہ بہ نسبت قاضی مقلد نہایت افضل واکمل ہے لیکن مسلمانوں کو قاضی مقلد کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جو قاضی مجتہد کے ساتھ کرتے ہیں مثلاً جب وہ حکم کرے تو اسکے اجرائے حکم کو مسائل اختلافیہ میں تسلیم کریں اور جب محکمہ میں بلاوے تو اُسکے حضور کو واجب جانیں اور جب اپنے امر سے حدود وتعزیرات قائم کرے اُسکو دل سے قبول کریں ایسی ہی سیاست ایمانی کے واسطے ایک حقیقت ہے اور وہ پیغمبر کے ساتھ مشابہت حاصل کرنا ہے اُن اُمور میں کہ بندگان الٰہی کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آئیں اور اُنکی دنیا اور آخرت کی اصلاح میں جبراً وحکومتاً نہایت رغبت اور سعی فرمائیں اور اُسکے ساتھ فراست

وامارت وغیر ذالک وصورتے ست آن اجراے احکام شرعیہ ست یعنی احکامیکہ مخالف شرع نباشد پس علو درجہ عند اللہ وقرب منزلت فی جوار اللہ منوط ست بہمین شفقت ورغبت ووجوب اطاعت مربوط ست بر تسلط واجراے احکامیکہ مخالف شرع نباشد اگرچہ اجراے احکام مذکورہ بنا بر سیاست سلطانی باشد یعنی بنابر طمع مال وآرزوے حصول سلطنت وتوقع اجتماع عساکر مسلمین بنابر برہم زدن مخالف خود پس صاحب سیاست ایمانی امام حقیقی ست در فن سیاست وصاحب سیاست سلطانی امام حکمی ست در آن فن آرے اگر احکام شرعیہ را تبدیل نمودہ وامریکہ مخالف شرع ست اجرا فرمودہ پس برین تقدیر درباب این حکم مذکور صورت سیاست ایمانی را برہم زد پس اطاعت درین حکم بر کسے از مسلمین واجب نیست بلکہ ممنوع ست وحرام - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق وامامت حکمیہ عبارت ست از وجود علامت آن مشابہت در شخصے کہ مشابہت او را حاصل نیست بناءً علیہ لازم آمد کہ اقسام امامت حقیقیہ را در یک قسم بیان کنیم واقسام امامت حکمیہ را در قسمے دیگر

قسم اول در اقسام امامت حقیقیہ - باید دانست کہ از بسکہ امامت حقیقی در وصفے از اوصاف مذکورہ عبارت است از حصول معنی مشابہت تامہ در ہمون وصف با پیغمبر علیہ السلام واوصاف مذکورہ بسیار از بسیار ست پس اقسام امامت ہم بیشمار اگر بہ بیان حقیقت ہر قسمے از اقسام امامت وتفصیل احکام او ہمت گماشتہ شود ہر آئینہ کلام درین مقام بپایۂ تطویل رسد بناءً علیہ اقسام عمدہ درین مقام ذکر کردہ می شود تا اقسام دیگر را بران قیاس نمایند پس باید دانست کہ اگر فقط در کمال وجاہت وشعب آن وکمال ولایت واقسام آن

اور امارت وغیرہ کا بھی سلیقہ ضروری ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا اجرا بخوبی ظہور میں آئے پس بلندی مرتبہ عند اللہ اور قرب منزلت فی جوار اللہ ایسی شفقت اور رغبت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وجوب اطاعت تسلط اور اجراے احکام شرعیہ پر موقوف ہے اگرچہ اجراے احکام مذکورہ سیاست سلطانی کی بنا پر ہو جیسے مال کی طمع اور حصول سلطنت کی آرزو اور دشمن کے دفع کرنے کے واسطے مسلمانوں کے لشکر کے اجتماع کی توقع ملحوظ ہے پس صاحب سیاست ایمانی فن سیاست میں امام حقیقی ہے اور صاحب سیاست سلطانی اُس فن میں امام حکمی ہے ہاں اگر احکام شرعیہ کو تبدیل کر کے کوئی امر خلاف شرع شریف جاری کرے اس صورت میں دربارۂ حکم مذکور سیاست ایمانی کی صورت کو مٹانے والا ہووے پس اطاعت اس حکم میں کسی مسلمان پر واجب نہیں بلکہ ممنوع اور حرام ہے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کسی مخلوق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی درست نہیں) اور امامت حکمیہ کے یہ معنی ہیں کہ اس مشابہت کی علامت اس شخص میں پائی جائے کہ مشابہت اسکو حاصل نہیں نظر بران لازم آیا کہ اقسام امامت حقیقیہ کو ایک قسم میں بیان کریں ہم اور اقسام امامت حکمیہ کو دوسری قسم میں

قسم اول اقسام امامت حقیقیہ میں جاننا چاہیے از بسکہ امامت حقیقی کسی وصف اوصاف مذکورہ سے عبارت ہے حصول معنی مشابہت تامہ سے اسی وصف میں ساتھ پیغمبر علیہ السلام کے اور اوصاف مذکورہ بسیار از بسیار ہیں پس اقسام امامت بھی بیشمار ہیں اگر اقسام امامت کی ہر قسم کی حقیقت کا بیان اور اُسکے احکام کی تفصیل کا اظہار کیا جاوے البتہ کلام اس مقام میں طوالت خاطر دکھاوے بناءً علیہ عمدہ اقسام اس مقام میں بیان کیے جاتے ہیں تا اقسام دیگر کو اس پر قیاس کریں پس معلوم کرنا چاہیے کہ اگر فقط کمال وجاہت اور اسکی فروع میں اور کمال ولایت اور اُسکی اقسام میں

مشابهت حاصل شود و در باب بعثت و هدایت و
سیاست مشابهت حاصل نگردد پس آن را قسمی از
اقسام امامت باید شمرد و آن را به امامت خفیه تعبیر
باید کرد و اگر بعثت و هدایت هم با او منضم شود آن را
قسمی دیگر باید شمرد و او را به امامت باطنه مسمی باید ساخت
و اگر سیاست هم با او منضم شود آن را قسم ثالث باید شمرد
و او را به امامت تامه ملقب باید نمود و درین مقام قسمی
دیگر هم بظاهر متصور می شود و آن اینکه فقط در بعثت و هدایت
مشابهت حاصل شود نه در وجاهت و ولایت و نه در سیاست
و این قسم هر چند بظاهر متصور می شود اما باعتبار فکر دقیق و نظر
عمیق این قسم باطل است زیرا که کلام درین مقام در اقسام
امامت حقیقیه است نه در اقسام امامت حکمیه پس فقط وجود
آثار بعثت و هدایت درین مقام کافی نیست بلکه حصول معنی
مشابهت تامه با انبیاء الله درین هر دو کمال و اقسام
و شعب آن ضروری است پس گویا که حقیقت امامت در
باب بعثت و هدایت باین معنی راجع می شود که حکیم علی الاطلاق
بنا بر پرورش بندگان خود شخصی را از مقربان بارگاه
خود چیده و برگزیده منصب نیابت انبیاء الله در باب
تکمیل عباد با و عطا فرموده پس تفویض منصب نیابت
شخصی جلیل القدر بشخصی که در باب عزت و اعتبار محفل
حضار دربار و در باب کمالات نفسانی مشابهت با منیب
خود نداشته باشد منافی حکمت است پس واضح شد که حصول
منصب نیابت انبیاء در باب تکمیل بدون حصول معنی
مشابهت با ایشان در نفس کمال متصور نیست پس فی الحقیقة
امامت خفیه تخم امامت باطنه است و منصب نیابت

مشابہت حاصل ہوئی اور دربارہ بعثت اور ہدایت اور
سیاست مشابہت حاصل نہوئی پس اسکو ایک قسم اقسام
امامت سے گننا چاہیے اور اسکو امامت خفیہ کے ساتھ تعبیر کرنا
چاہیے اور اگر بعثت اور ہدایت بھی اُسکے ساتھ ملجائے اُسکی
دوسری قسم معلوم کرنا چاہیے اور اُسکا امامت باطنہ نام
رکھنا مناسب ہے اور اگر سیاست بھی اُسکے ساتھ منضم
ہوئی اُسکو قسم ثالث کہنا چاہیے اور اُسکو امامت تامہ کے
ساتھ ملقب فرمانا چاہیے اور اس مقام میں ایک قسم اور بھی
بظاہر متصور ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط بعثت اور ہدایت
میں مشابہت حاصل ہوئی نہ وجاہت اور ولایت میں
اور نہ سیاست میں اور یہ قسم ہر چند بظاہر متصور ہوتی ہے
لیکن باعتبار فکر دقیق و نظر عمیق یہ قسم باطل ہے اسی لیے
کہ کلام اس مقام میں اقسام امامت حقیقیہ میں ہے نہ اقسام
امامت حکمیہ میں پس لفظ وجود آثار بعثت و ہدایت اس مقام
میں کافی نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت
تامہ کی معنی کا حصول ان دونوں کمال اور اُسکی اقسام اور
فروع میں ضروری ہی پس گویا کہ امامت کی حقیقت دربارہ
بعثت و ہدایت اس معنی کی طرف راجع ہوتی ہے کہ حکیم
علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی پرورش کے واسطے
ایک شخص کو اپنے مقربان بارگاہ سے چنکر انبیاء اللہ کی
نیابت کا منصب دربارہ تکمیل بندگان عطا فرمایا ہے
پس ایک شخص جلیل القدر کی نیابت کا منصب ایسے
شخص کو نہ دینا چاہیے کہ عزت و آبرو کے بارہ میں حاضرین
دربار کے محفل میں وقعت اور کمالات نفسانی کے معاملہ
میں اپنے منیب کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو پس واضح ہوا
کہ انبیاء اللہ کی نیابت کی منصب کا حصول دربارہ تکمیل
بدون حصول معنی مشابہت نفس کمال میں متصور نہیں پس
فی الحقیقت امامت خفیہ امامت باطنہ اور منصب نیابت کا تخم ہے

وحصولِ ثمر بدون تخم اصلا متصور نیست آرے ایمعنی ممکن کہ
چیزے را در ظاہر صورت مشابہ ثمرے از اثمار بسازند مثلا آنکہ
از چوب و سنگ دانہ ہاے بس نازک و لطیف مثل دانہ ہاے انگور
تراشیدہ بجاے او نہند پس آن دانہ ہاے انگور حکمی باشد
نہ حقیقی پس امامتِ باطنہ را دو جز است لباس ظاہر و
آن منصبِ نیابت ست در بعثت و ہدایت و حقیقتِ مکنون
و آن مقامِ وجاہت ست و ولایت و قسمے دیگر آنکہ با امامت
در کمالِ سیاست حاصل شود نہ در کمالاتِ اربعہ سابقہ و این
قسم ہم مثل قسمِ اول نزد اہلِ اذہانِ ثاقبہ و افکارِ صائبہ
از قبیلِ محالات ست چہ مراد از امامت در سیاست
درین مقام حصولِ مشابہت تامہ است با انبیاء اللہ در
اقامتِ سیاستِ ایمانی نہ سیاستِ سلطانی و ظاہر
است کہ سیاستِ ایمانی بتمام و کمال از شخصے مثل سیادتِ انبیاء اللہ
صادر نمی شود الا آنکہ آن شخص از مقربانِ بارگاہِ ربانی
باشد و مخزنِ کمالاتِ انسانی و بدون آنکہ مامور بتکمیل عباد
باشد و ماہر در طرقِ ہدایت و ارشاد و این امریست بغایت
بعید از عقل و این شخص بدان ماند کہ شخصے خلیفہ بادشاہی
جلیل القدر باشد و ابوابِ سیادتِ سلطانی از دستِ او
بخوبی سرانجام گیرد و باز در حقِ او گمان کنند کہ ہر چند ابوابِ سیاست
از وے بخوبی سرانجام شد فاما در کمالاتِ ذاتیہ مثل عقل و
کیاست و فہم و فراست و بختِ ارجمند و ہمتِ بلند با بادشاہ
مذکور مشابہت نمیدارد کہ این امر سراسر باطل ست و محال و
این بدان ماند کہ کسے بگوید کہ فلان کس ہر چند اشعارِ لطیفہ
می گوید اما نزاکتِ طبعی و ملکۂ شعر ندارد و ہر چند
مضامینِ دقیقہ می نویسد اما جودتِ ذہن و ملکۂ تقریر و تحریر

اور حصولِ ثمر بدون تخم اصلا متصور نہیں ہاں یہ معنی ممکن ہے،
کہ ایک چیز کو ظاہر میں صورت مشابہ ثمر کے اثمار سے بنائیں
مثلاً چوب اور سنگ سے بہت نازک اور لطیف دانہ انگور کے
دانوں کے مثل تراش کر اُسکے جاے پر رکھیں پس وہ دانہاے
چوبی انگور حکمی ہو نہ حقیقی فلہذا امامت باطنہ کے دو جزء
ہیں لباس ظاہر اور وہ منصب نیابت ہی بعثت اور ہدایت
میں۔ اور حقیقت مکنون اور وہ مقام وجاہت و ولایت
ہے اور ایک قسم دوسری یہ ہے کہ امامت کے ساتھ
کمال سیاست میں حاصل ہوئی نہ کمالات اربعہ سابقہ میں
اور یہ قسم بھی قسم اول کی طرح اذہان ثاقبہ اور افکار صائبہ
کے نزدیک از قبیل محالات ہے کیونکہ مراد امامت سے
سیاست میں اس مقام پر حاصل ہونا مشابہت تامہ کا ہے
ساتھ انبیاء اللہ کے اقامت سیاستِ ایمانی میں نہ سیاستِ
سلطانی میں۔ اور ظاہر ہے کہ سیاستِ ایمانی بتمامہ کسی
شخص سے مثل سیاستِ انبیا صادر نہیں ہوتی ہے بغیر اس
بات کے کہ وہ شخص مقربانِ بارگاہِ ربانی اور مخزنِ کمالاتِ
انسانی سے ہو اور بدون اس بات کے کہ مامور بہ تکمیل
بندگان اور ماہر طرق رشد و ہدایت ہو اور یہ امر عقل سے
نہایت بعید ہے اور اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ کوئی
شخص خلیفہ بادشاہ جلیل القدر ہو اور ابواب سیاست
سلطانی اُسکے ہاتھ سے بخوبی سرانجام پائیں پھر حق میں اُسکے
گمان کریں کہ ہر چند ابواب سیاست اُس سے بخوبی سرانجام
ہوئے لیکن کمالات ذاتیہ مثل عقل و کیاست اور فہم و فراست
اور بخت ارجمند اور ہمت بلند میں بادشاہ موصوف کے ساتھ
مشابہت نہیں رکھتا ہے کہ یہ امر سراسر باطل اور محال ہے،
اور یہ بھی ایسی مثال ہو سکتی ہے کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص ہر چند
اشعار لطیفہ کہتا ہے لیکن نزاکت طبع اور ملکہ شعر نہ رکھے اور
ہر چند مضامین دقیقہ لکھتا ہے لیکن تیزی ذہن اور ملکہ تحریر و تقریر

نمیدارد ہمچنین امامت ظاہرہ کہ آن را خلافت میگویند بہ نسبت امامت باطنہ قیاس باید کرد کہ خلافت بمنزلہ سامان ظاہر بادشاہی از اجتماع عساکر و نفاذ حکم بر رعایا و تسلط بر بلدان و بنار قلاع و حصون و وجود اسلحہ و امثال ذلک و امامت باطنہ بمثابہ حقیقت سلطنت ست مثل اقبال و عقل و تدبیر و خزائن و دفائن و امثال ذلک پس چنانکہ رونق سامان سلطنت و انتظام کارخانہ حکومت دلالت میکند بر وفور خزائن و قوت عقل و تدبیر و ترقی اقبال ہمچنین جریان سیاست ایمانی راست راست بر قانون سیاست انبیاء دلالت میکند بر تحقیق امامت باطنہ پس فی الحقیقت ابواب امامت تامہ را اصلی ست و آن امامت باطنہ ست و اثری ست و آن خلافت ظاہرہ پس ازینمقام واضح شد کہ انچہ زبان زد خواص و عوام ست کہ در بعضے احیان شخصے را منصب امامت ظاہرہ بحسب اتفاق بدست می آید حالانکہ از امامت باطنہ عاطل میباشد پس این کلامی ست بعید از عقل متحمل آنست کہ مراد ایشان از امامت ظاہرہ امامت حکمیہ باشد پس حاصل کلام ایشان چنین باشد کہ بعضے اشخاص را منصب سلطنت بدست می آید و سیاست سلطانی از دست ایشان بخوبی می انجامد حالانکہ ایشان در معاملات ربانی و کمالات نفسانی و اصلاح عالم و تربیت بنی آدم ہیچگونہ مناسبت با انبیاء اللہ نمیدارند و مقربان بارگاہ حضرت حق ایشانرا از جملہ کبرائے امت و عظمائے ملت نمی شمارند و این امر سراسر حق ست اما کلام درینمقام در تحقیق معنی سلطنت نیست بلکہ در تحقیق معنی خلافت نبوت ست پس ازین بیان واضح گشت کہ عمدہ اقسام امامت حقیقیہ ہمین سہ نوع اند امامت خفیہ و امامت باطنہ و امامت تامہ پس اقسام آنرا در ضمن تنبیہات ثلثہ باید شمرد تنبیہ اول در ذکر امامت خفیہ ۔ باید دانست کہ

نہیں رکھتا ایسی ہی امامت ظاہرہ کہ اس کو خلافت کہتے ہیں کہ بہ نسبت امامت باطنہ قیاس کرنا چاہیے کہ خلافت بمنزلہ سامان ظاہری کے ہے جو بادشاہ کو اجتماع لشکر اور نفاذ حکم اور تسلط بلدان اور بناء قلاع اور وجود اسلحہ وغیرہ سے مہیا ہو اور امامت باطنہ بمثابہ حقیقت سلطنت ہی مثل اقبال و عقل اور خزائن و دفائن وغیرہ پس جیسے کہ سلطنت کے سامان کی رونق اور حکومت کے کارخانہ کا انتظام خزانہ اور قوت اور عقل و تدبیر اور جاہ و اقبال کی زیادتی اور ترقی پر دلالت کرتا ہے ایسی ہی سیاست ایمانی کا راست راست قانون سیاست انبیاء پر جاری ہونا تحقیق امامت باطنہ پر دال ہے پس فی الحقیقت ابواب امامت تامہ کے واسطے ایک اصل ہے اور وہ امامت باطنہ ہے اور ایک اثر ہے اور وہ خلافت ظاہرہ ہے پس اس مقام سے واضح ہوا کہ جو کچھ زبان زد خواص و عوام ہے کہ بعض اوقات میں ایک شخص کو منصب امامت ظاہرہ بحسب اتفاق حاصل ہوتا ہے حالانکہ امامت باطنہ سے عاطل ہوتا ہی عقل سے نہایت بعید ہی احتمال یہ ہی کہ مراد انکی امامت ظاہرہ سے امامت حکمیہ ہو پس انکے کلام کا حاصل یہ ہی کہ بعض اشخاص کو منصب سلطنت حاصل ہوتا ہے اور سیاست سلطانی انکے ہاتھ سے بخوبی انجام پاتی ہے حالانکہ وہ لوگ معاملات ربانی اور کمالات نفسانی اور اصلاح عالم اور تربیت بنی آدم میں کسی طور پر حضرات انبیاء کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی اور مقربان بارگاہ ایزدی انکو منجملہ بزرگان امت و ملت نہیں جانتے ہیں اور یہ امر سراسر حق ہے کلام اس مقام پر تحقیق معنی سلطنت میں نہیں بلکہ نبوت کی خلافت کی معنی کی تحقیق ہے پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امامت حقیقیہ کے عمدہ اقسام یہی تین قسم ہیں امامت خفیہ ۔ امامت باطنہ ۔ امامت تامہ پس اُسکے اقسام کو تنبیہات ثلثہ کے ضمن میں گننا چاہیے ۔ تنبیہ اول ذکر امامت خفیہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ

امامتِ خفیہ عبارت ست از حصولِ معنی مشابهت تامه با انبیاء
علیهم الصلوة والسلام در منازلِ وجاهت و مقاماتِ ولایت
و از بسکه سیادت که عبارت از وساطت ست در میانِ
ربّ العالمین و بندگانِ او در باب وصولِ فیضِ غیبی نیز ایشان را
حاصل میشود با وجودیکه ایشان مبعوث برای هدایت نمی شوند
پس لابد این وساطت متحقق میشود در باب وصولِ فیضِ تکوینی نه
تشریعی یعنی حکیم علی الاطلاق ایشان را واسطه در تصرفاتِ کونیه
می گرداند مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی نباتات و
بقای انواعِ حیوانات و آبادی قریے و امصار و تقلبِ احوالِ
ادوار و تحولِ اقبال و ادبار سلاطین و انقلاب حالاتِ اغنیاء و
مساکین و ترقی و تنزلِ اصاغر و اکابر و اجتماع و تفرق جنود و
عساکر و رفع بلا و دفع وبا و امثال ذالک قال النبی صلی الله علیه
وسلم الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلا
کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم
الغیث وینصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل
الشام بهم العذاب و وساطت ایشان در امور مذکوره بصد
بسه وجه متحقق میشود اوّل نزولِ برکت ثانی عقدِ همت و ثالث
ورودِ الہام اما نزولِ برکت پس بیانش آنکه چنانکه حق جل و علا بحکمتِ بالغهٔ
خود جرمِ آفتاب را واسطهٔ اشراقِ عالم فرموده و دفع تاریکی قرار داده
پس هر چند انتشارِ نور در اطرافِ عالم و اضمحلال ظلمت از روی زمین
محض از قدرتِ کاملهٔ او تعالی هست هر که آفتاب را خالقِ نور
قرار دهد هر آئینه کافر گردد والعیاذ بالله لیکن سنت الهیه برین طریق جاری
گردیده که هرگاه آفتاب طلوع میکند تمام عالم پر از انوار میشود و روی
زمین از غبارِ ظلمت پاک میگردد همچنین از بسکه اکابر ایشان ملکی
اند و بشر فلکی وجودِ با جودِ ایشان آفتابے ست که بر اوج چرخ

امامت خفیہ عبارت ہے حصولِ معنی مشابہت تامہ سے جو
منازلِ وجاہت اور مقاماتِ ولایت میں انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ حاصل ہے اور از بسکہ سیادت کہ عبارت وساطت
سے ہے جو حضرت رب العالمین اور اُسکے بندوں میں دربارۂ
وصولِ فیضِ غیبی بھی اُنکو حاصل ہوتی ہے باوجودیکہ یہ اشخاص
ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں ہوتے ہیں پس بالضرورۃ یہ وساطت
درباب وصولِ فیض تکوینی متحقق ہوتی ہے فیض تشریعی
میں اسکو دخل نہیں یعنی حکیم علی الاطلاق اُنکو تصرفات کونیہ
میں واسطہ بناتا ہے مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی
نباتات و بقاے انواعِ حیوانات و آبادی دیہات اور تقلب
احوال و ادوار اور گردشِ اقبال و ادبار اور انقلاب حالات
اغنیا اور تحول معاملات فقرا اور ترقی و تنزل اصاغر و
اکابر اور اجتماع و تفرق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وبا و
امثال ذالک۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) ابدال
ہونگے ملکِ شام میں اور چالیس مرد ہیں جب کوئی ایک
آدمی مرتا ہے تو اللہ تعالی بدل دیتا ہے اُسکی جگہ اور انہیں کی
برکت سے مینہ برستا ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور انہیں
کی برکت سے شام والوں پر عذاب نہیں آتا ہے) اور وساطت
اُنکی اُمورِ مذکورہ میں تین وجہ پر ثابت ہوتی ہے۔ اوّل نزولِ
برکت ثانی عقدِ ہمت ثالث ورودِ الہام۔ اوّل نزولِ برکت کا
حال سننا چاہیے جس طور پر کہ حق جل و علا نے اپنی حکمتِ بالغہ سے
جرمِ آفتاب کو عالم کے منور ہونے کا واسطہ فرمایا اور دافع تاریکی و
ظلمت قرار دیا ہر چند کہ نور کا پھیلنا اطرافِ عالم میں اور سیاہی کا
دُور ہونا روے زمین سے محض اُس خداے باری تعالیٰ کی قدرت
کاملہ سے ہے جو کوئی آفتاب کو خالقِ نور ٹھہرائے البتہ کافر ہو جاے
لیکن عادت اللہ اس طریق پر جاری ہوئی کہ جس وقت آفتاب طلوع
فرماتا ہے تمام عالم پر انوار ہو جاتا ہے ایسے ہی متعلقانِ بارگاہ
ملکی ہیں اور بشر فلکی اُنکا وجودِ باجود ایک آفتاب ہے کہ اوج چرخ

ملکوت تابندہ وقمرے ست از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشید
لابد ہمراہ نزول ایشان یک نورے از غیب الغیب بروز میفرماید کہ
سبب اصلاح عالم وانتظام بنی آدم وباعث تقلب ادوار وتغیر
اطوار میگردد پس انچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار
عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشان
نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشان را
قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکاروبار بنی آدم بایشان
تفویض نمودہ پس ایشان بامر الٰہی قدرت خود صرف می نمایند و
این تصرفات گوناگون وتغیرات بوقلمون در عالم کون بروے
کار می آرند کہ این اعتقاد شرک محض ست وکفر بحت ہر کہ بجناب
ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود ست و
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنا بر وجاہت کسے یا دعا
کسے از مقبولین امرے دیگر وصدور تصرفات کونی از ہمان
مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است
وثانی محض کفر مصرع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
اما عقد ہمت پس بدو وجہ متحقق میشود اول فور شفقت وثانی
ظہور اثر تقدیر اما اول پس بیانش آنکہ از بسکہ فور شفقت بہ نسبت
عباد اللہ از جملہ مقامات ولایت ست پس لابد ایشان را بوجہ
اتم حاصل باشد اما چون ایشان برائے ہدایت مبعوث
نیستند پس لابد شفقت ایشان مصروف باشد باصلاح
حال معاشیہ ایشان مثل دفع بلایا وحصول عطایا وترقی
حال وعروج اقبال وامثال ذالک پس چنانکہ شفقت مبعوثین
مصروف ست باصلاح حال ایشان در امور معاد ہمچنین شفقت این
اکابر مبذول ست بانتظام حال ایشان در مقدمہ
معاش پس شفقت مبعوثین بہ نسبت عباد اللہ بمثابہ

ملکوت پر درخشاں ہے اور ایک قمر ہے عالم جبروت سے
کہ شب تار ناسوت میں تاباں ہے لابد انکے نزول کے
ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب اصلاح
عالم وانتظام بنی آدم اور باعث گردش ادوار وتغیر اطوار
ہنجاتا ہے پس جو کچھ تغیرات اور تقلبات مذکورہ اطراف عالم
اور اطوار بنی آدم میں حادث ہوتی ہیں یہ تمام انکی قدرت کاملہ
سے نہیں اور طاقت امکانی کے نتائج سے بھی نہیں اور
یہ بات بھی نہیں کہ جناب باری نے انکو تصرف عالم کے
آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار انکو تفویض کیے
کہ یہ امر الٰہی سے ان امور میں اپنی قدرت کو صرف فرماتے ہیں
اور یہ تصرفات گوناگوں اور تغیرات بوقلموں عالم ظہور میں آتے
ہیں اسلیے کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے جو کوئی ان کی جناب
میں ایسا عقیدہ فاسد رکھتا ہو بیشک مشرک مردود ہے اور
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی کسی مقبول بارگاہ کی وجاہت
یا دعا کی بنا پر امر دیگر ہے اور صدور تصرفات کونی انہی مقبول
سے اگرچہ بامر اللہ ہو امر دیگر کہ پہلا عین اسلام ہے اور دوسرا
محض کفر مصرع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اب عقد
ہمت کو ملاحظہ فرمائیے پس وہ دو وجہ پر متحقق ہوتا ہے اول فور
شفقت ثانی ظہور اثر تقدیر۔ وفور شفقت کا بیان یہ ہے
ازبسکہ زیادتی شفقت بہ نسبت بندگان خدا منجملہ مقامات ولایت ہے
پس بالضرور انکو بوجہ کامل حاصل ہوئی لیکن چونکہ وہ حضرات ہدایت
کے واسطے مبعوث نہیں پس لابد انکی شفقت انکے حال
معاشیہ کی اصلاح میں مصروف ہو مثل دفع بلایا وحصول عطایا
وترقی حال وعروج اقبال وامثال ذالک پس جس طور پر کہ
حضرات انبیاء کی شفقت بندگان خدا کی آخرت کے امور کی
اصلاح میں مصروف ہے ایسی ہی ان اولیا کی شفقت دربارہ
معاش انکے حال کے انتظام میں مبذول ہے پس بندگان خدا
کے حق میں حضرات انبیاء کی شفقت کی ایسی مثال ہی جیسے

شفقتِ آباءست بہ نسبتِ ابناء و شفقتِ این اکابر بہ نسبتِ ایشان بمثابہ شفقتِ اُمہات ست بہ نسبت ابناء پس چنانکہ شفقتِ پدری صلاحِ حال را پیش نظر میدارد اگرچہ یک گونہ رنجے فی الحال او را پیش آید و حال شفقتِ مادری بالعکس است ہمچنین تفاوتیکہ درمیانِ شفقت مبعوثین و این بزرگواران واقع ست قیاس باید کرد بالجملہ وجود باجود ایشان بسبب فورِ شفقت سراسر دعاے حالی ست و احیاناً بدعاے مقالی ہم میکشد و مجیب الدعوات و واہب العطیات اکثر ادعیہ اضطراریہ ایشان را کہ از شدت شفقت سر بر زدہ بمقتضاے حکمتِ بالغہ خود اجابت میفرماید اما ظہور اثر تقدیر پس بیانش آنکہ از آنجاکہ سینہ صفا گنجینہ ایشان بمثابہ آئینہ بیزنگ ست و بسانِ شیشہ بیرنگ از انعکاس نور غیبی سراسر درخشان ست و بفیض لاریبی بر تمام عالم نور افشان ہرچہ در عالمِ تقدیر مقدر میگردد و ارادہ ربانی بصدور آن متعلق می شود ہر آئینہ خواہشِ وجود آنچیز از دل ایشان جوش میزند و دعاے ظہور آن در سینہ ایشان خروش میکند و این استدعاے بلاشک مستجاب میشود بحضور رب الارباب چہ ظہور این دعا تمہید نزولِ تقدیر ربانی ست نہ از مختلاتِ تدبیر انسانی و اما ورودِ الہام پس بیانش آنکہ ایشان بطریقِ اشارت غیبی یا بطریق تفہیم و تعلیم یا در منامات و معاملات مامور میشوند بفعلے از افعال عامہ بشریہ مثل کشتن کسی یا گسستن چیزے یا دادن چیزے یا گرفتن چیزے و امثالِ آن از امور یکہ درمیان افراد بنی آدم تعامل بہ آنہا جاری ست اما دیگر افرادِ انسان ہمان امور را بنابر اقتضاے ہواے نفسانی بعمل می آرند و این اکابر بنابر الہام

آباواجداد کو بیٹوں پوتوں کے ساتھ شفقت ہوتی ہے اور حضرات اولیاء کو اُن لوگوں کے ساتھ ایسی شفقت ہے جیسے ماؤں کو فرزندوں پر پس جیسے کہ شفقتِ پدری اپنے حال کی اصلاح کے واسطے پیش نظر رکھتا ہے اگرچہ ایک قسم کا رنج فی الحال اُسکو پیش آئے اور شفقتِ مادری کا حال بالعکس ہے ایسے ہی وہ فرق کہ درمیان شفقت مبعوثین اور اُن بزرگوں کے واقع ہے قیاس کرنا چاہیے الحاصل اُن کا وجود باجود بسبب زیادتی شفقت سراسر دعاے حالی ہے اور کبھی دعاے مقالی کی طرف بھی کھینچتا ہے اور مجیب الدعوات واہب العطایات اکثر اُنکی دعاہاے اضطراریہ کو کہ کمال شفقت سے ظاہر ہوتی ہیں اپنی حکمت بالغہ کی مقتضا سے قبول فرماتا ہے لیکن ظہور اثر تقدیر پس بیان اُنکا یہ ہے جس صورت میں کہ اُنکا سینہ صفا گنجینہ آئینہ کی طرح بے زنگ ہے اور شیشہ کی مانند بے رنگ انعکاس نور غیبی سے سراسر درخشاں ہو اور فیض لاریبی سے تمام عالم پر نور افشاں جو کچھ عالم تقدیر میں مقدر ہوتا ہے اور ارادۂ ربانی اُسکے صدور کے ساتھ متعلق ہوتا ہے البتہ اُس چیز کے وجود کی خواہش اُنکے دل سے جوش مارتی ہے اور اُسکے ظہور کی دعا اُنکے سینہ میں خروش کرتی ہے اور یہ استدعا بلاشک حضور رب الارباب میں مستجاب ہوتی ہے کیونکہ اس دعا کا ظہور تقدیر ربانی کے نزول کی تمہید ہے تدبیر انسانی کے خیالات سے اسکو کچھ تعلق نہیں لیکن ورود الہام سو اسکا یہ بیان ہے کہ یہ حضرات بطریق اشارات غیبی یا بطور تفہیم و تعلیم یا منامات و معاملات میں افعال عامۂ بشریہ میں سے کسی فعل کے ساتھ مامور ہوتے ہیں جیسے کسی کو مارڈالنا یا کسی چیز کا دینا یا کسی چیز کا لینا اور اُسکے مثل اور بہت امور میں جنکا افراد بنی آدم میں رات دن شیوع اور اجرا ہے لیکن دوسرے افراد انسان اُن اُمور کو اپنی خواہش نفسانی کی اقتضا سے عمل میں لاتے ہیں اور یہ بزرگان دین بنابر الہام

ربانی چنانکہ حضرت خضر علیہ السلام فرمودند وَمَا فَعَلْتُهُ
عَنْ اَمْرِیْ پس ہمین افعال و اقوال کہ از سایر بنی آدم صادر
میگردد در حق ایشان از جملہ عادات شمردہ میشود و در حق
این بزرگواران از جملہ عبادات بالجملہ اعمال این بزرگان
راجع میشود باصلاح حال عالم و ثمرۂ اعمال دیگران راجع است
بایفاے لذات نفسانی بیت موسی اندر درخت آتش دید
سبز شد آن درخت اندر نار ۞ شہوت و حرص مرد صاحبدل
ہمچنین دان و این چنین انگار ۞ حال ایشان را بر حال ملائکہ
قیاس باید کرد قتل ہزاران انبیاء و اولیاء کہ از حضرت
عزرائیل علیہ السلام صادر میگردد چون بر طبق الہام ربانی ست
سرمایۂ سعادت ست و قتل حضرت زکریا کہ از ظالم شقی سر بر
زد چون باقتضاے ہواے نفسانی بود سراسر باعث شقاوت
و از بسکہ حال ایشان مثل حال ملائکہ ست پس چنانکہ
ملائکۃ اللہ دو قسم اند ملاء اعلی و مدبرات الامر اما ملاء اعلی پس
شان ایشان اطلاق ست کہ باصلاح قومی خاص یا شہری خاص
اختصاص ندارد بلکہ نظر ایشان متوجہ ست باصلاح تمام عالم
و خدمت کافہ بنی آدم و اما مدبرات الامر پس ہر یکے از
ایشان موکل ست بکارخانۂ معین و ہمت ایشان مصروف
است باصلاح ہمون کاروبار کسے از ایشان موکل
است بر کارخانۂ ابر و میغ و کسے موکل ست بر ارحام
بنا بر تصویر صورت و کسے از ایشان موکل ست
بر حفاظت بنی آدم الی غیر ذالک و ہمچنین بعضے
ازین بزرگواران بنا بر اصلاح حال مطلق
بنی آدم ماموراند اختصاص بہ قومے از
اقوام یا بلدے از بلدان نمے دارند

ربانی کام فرماتے ہیں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایسے
ہی امور کی شان میں فرمایا ہے (ترجمہ اور میں نے خود بخود
نہیں کیا) پس یہی افعال اور اقوال کہ تمام بنی آدم سے
صادر ہوتے ہیں اُنکے حق میں از قبیل عبادات الحاصل
ان بزرگواروں کے اعمال کا مرجع اصلاح حال عالم ہے
اور دوسرے لوگوں کے افعال کا ثمرہ لذات نفسانی ہیں بیت
موسی اندر درخت آتش دید ۞ سبز شد آن درخت اندر نار
شہوت و حرص مرد صاحبدل ۞ این چنین دان و این چنین انگار
انکے حال کو ملائکہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے ہزارہا
انبیا اور لاکھوں اولیاء کا قتل کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے
صادر ہوتا ہے چونکہ موافق الہام ربانی ہے سراسر
سرمایہ سعادت ہے اور حضرت زکریا کا قتل کہ ظالم شقی سے
واقع ہوا چونکہ باقتضاے خواہش نفسانی تھا بالکل باعث
شقاوت ہے اور از بسکہ انکا حال فرشتوں کے حال کے
مثل ہے پس جس طور پر کہ اللہ تعالی کے فرشتے دو قسم کے ہیں
ملاء اعلی اور مدبرات امر۔ ملاء اعلی کا یہ حال ہے کہ اُن کی
شان اطلاق ہے یعنی کسی قوم خاص یا کسی شہر خاص کی
اصلاح میں خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ انکی نظر تمام عالم کی
اصلاح اور جملہ بنی آدم کی خدمت کی طرف متوجہ ہے اور
مدبرات امر کی یہ شان ہے کہ ہر ایک اُنمیں سے ایک کارخانہ
معین اور مخصوص پر موکل اور متعین ہے اور انکی ہمت اُسی
کاروبار کی اصلاح میں مصروف ہے کوئی اُنمیں سے کارخانہ
ابر اور بادل پر موکل ہے اور کوئی صورت بنانے کے لیے
ارحام پر متعین ہے اور کوئی بنی آدم کی حفاظت پر متعین ہے
علی ہذا القیاس اللہ تعالی نے ہر ایک کو ہر کام کے واسطے
علیحدہ علیحدہ موکل کر رکھا ہے ایسے ہی بعض ان بزرگواروں
میں سے بنی آدم کے حال مطلق کی اصلاح کے واسطے مامور
ہیں کسی شہر یا کسی قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے

مثل خضر علیہ السلام و ابدال و اوتاد و افراد و بعضے دیگر
بقومے خاص یا ببلدے خاص یا بعسکرے خاص
اختصاص میدارند مثل اقطاب و نجباء و رقباء و ایشانرا
از اہل خدمات میگویند پس قوم اول نائبان ملاء اعلیٰ اند
و قوم ثانی نائبان مدبرات الامر و چنانکہ گاہے در باب
ادعیۂ حالیہ و مقالیہ ملائکہ مقربین اختلافے واقع میشود کہ
یکے عروج قومے میخواہد و دیگرے عروج قومے دیگر و یکے
چیزے را ترجیح میدہد و دیگرے چیزے دیگر را و این را اختصام
ملاء اعلیٰ میگویند۔ قال اللہ تعالیٰ و تبارک حکایۃً عن رسولہ
وَمَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ
و باز حق جل جلالہ بحکمت بالغۂ خود امرے را مناسب مصلحت
باشد جرا مینماید گاہے دعای کسے را اجابت میفرماید و گاہے دعاء
دیگرے را۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ
بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥
ہمچنین درمیان ادعیۂ اہل خدمات و ہمم ایشان نیز
تخالفے واقع می شود کہ یکے ظفر و فیروزی لشکرے میخواہد
و دیگرے فتح و نصرت لشکرے دیگر حکیم علی الاطلاق و
مالک بالاستحقاق گاہے دعای کسے را بموقف اجابت میرساند
و گاہے دعاے دیگرے را۔ قال اللہ تعالیٰ ذٰلِكَ
تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ و باید دانست کہ این بزرگواران
ہرچند در اوصاف وجاہت و مقامات ولایت مشابہت
تامہ بانبیاء اللہ میدارند اما چون منصب نیابت ایشان
در باب ہدایت و مرتبۂ خلافت ایشان در باب
سیاست نمیدارند بناءً علیہ بلقب ائمہ ملقب نشدند

مثل خضر علیہ السلام و ابدال و اوتاد و افراد اور بعضے ایک
قوم خاص یا ایک شہر خاص یا ایک لشکر خاص کے ساتھ
اختصاص رکھتے ہیں مثل اقطاب و نجباء و رقباء اور ان کو
اہل خدمت کہتے ہیں پس قوم اول نائبان ملاء اعلیٰ ہے
اور قوم ثانی نائبان مدبرات الامر ہے اور جیسا کہ کبھی ملائکہ
مقربین کی دعاء حالیہ اور مقالیہ کے بارہ میں اختلاف واقع
ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک قوم کا عروج چاہتا ہے اور
دوسرا فرشتہ دوسری قوم کی ترقی کا طالب ہے اور ایک
ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کو غلبہ دیتا ہے
اور اسکو اختصام ملاء اعلیٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و
تعالیٰ نے حکایۃً اپنے رسول کی طرف سے فرمایا ہے (ترجمہ مجھکو
معلوم نہیں جب ملاء اعلیٰ جھگڑتے تھے) اور پھر حق جل و علا
اپنی حکمت بالغہ سے کسی امر کو کہ مناسب مصلحت ہو جاری کرتا
ہے اور کبھی دوسرے کی دعا کو درجہ اجابت پر پہنچاتا ہے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور فرشتوں کو دیکھتا تو نے
صفیں کیے ہوئے گرد عرش کے تسبیح کرتے ہیں ساتھ
تعریف پروردگار کے اور فیصلہ کیا گیا انمیں اور کہا گیا سب
تعریف اللہ ہی کو ہے جو رب ہے جہان والوں کا) ایسے ہی
اہل خدمات کے دعاؤں اور انکی ہمتوں میں بھی تخالف
واقع ہوتا ہے کہ ایک ایک لشکر کی فتحمندی اور فیروزی کا
جویاں ہے اور دوسرا دوسرے لشکر کی نصرت اور مدد کا
خواہاں ہے حکیم علی الاطلاق کبھی اسکی دعا کو قبول کرتا ہے اور
کبھی اسکی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ یہ اندازہ غالب
جاننے والے کا ہے) اور جاننا چاہیئے کہ یہ بزرگواران بارگاہ
ہرچند اوصاف وجاہت اور مقامات ولایت میں حضرات
انبیاء کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی
نیابت کا منصب درباب ہدایت اور انکی خلافت کا مرتبہ درباب
سیاست نہیں رکھتے نظر براں ائمہ کے لقب کے ساتھ ملقب نہوئے

تنبیہ ثانی در ذکر امامتِ باطنہ باید دانست کہ
اصحابِ امامتِ خفیہ از بسکہ ظلال ملائکہ مقربین اند نہ
تمثال انبیاء مرسلین مامور برعایت نظامِ عالم اند نہ مبعوث
بہدایتِ بنی آدم منصوب برائے خدمت شانِ تکوین اند
نہ متبوع در احکامِ شرعِ متین بناءً علیہ ملقب بلقب امام نگردید
و بہ منصبِ بعثت نرسیدند و اربابِ امامتِ تامہ ملقب
بہ خلیفہ راشد اند پس متبادر از مطلق لفظِ امام صاحبِ منصبِ
امامتِ باطنہ ست و بس بلکہ در کلامِ ملکِ علام ہم اکثر
استعمال لفظِ امام بر صاحب ہمین منصب ست۔ قال
اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ ونیز ظاہر ست
کہ از حضرت خلیل علیہ السلام سیاست صورت نہ بستہ
بلکہ آنچہ آنجناب را بنسبت عموم ناس ثابت ست ہمین
متبوعیت در اقسامِ ہدایت ست۔ قال اللہ تعالیٰ
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا
وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۔ وقال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنٰهُمْ
اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ
وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاۤءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ
پس باید فہمید کہ از انجا کہ ایشان تمثالِ انبیاء اند و حالِ انبیاء اللہ
در باب انتشار ہدایت مختلف ست از بعضے انتشار ہدایت بوجہ اتم
صورت بست مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام و از بعضے
ایشان کمتر و از بعضے ایشان اقل قلیل مثل حضرت نوح علیہ السلام و
از بعضے ایشان یک فردے از افرادِ بنی آدم ہم مہتدی نشد مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس چنانکہ ہر یکے از ایشان در منازلِ وجاہت
و مقاماتِ ولایت فائق بود و بہ ارسال و بعثت لائق

تنبیہ ثانی ذکر امامتِ باطنہ میں معلوم کرنا چاہیے
کہ اصحابِ امامتِ خفیہ از بسکہ ملائکہ مقربین کے ظل اور
سایہ ہیں نہ تمثال انبیاء و مرسلین انتظامِ عالم کی رعایت کے
ساتھ مامور ہیں بنی آدم کی ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں
مخلوق کی خدمت کے واسطے منصوب اور قائم ہیں احکام
شرع متین میں متبوع نہیں بنابریں لقب امام انکے نام نہوا اور
منصبِ بعثت پر نہ پہنچے اور اربابِ امامتِ تامہ کو خلیفہ
راشد کا لقب عطا ہوا پس مطلق لفظ امام سے صاحبِ منصبِ
امامتِ باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس بلکہ کلام ملک علام میں
بھی لفظ امام کا استعمال اکثر ایسے منصب والے پر ہے فرمایا
اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو
اُسکے رب نے چند باتوں سے پس پورا کیا انکو فرمایا میں تجھکو
لوگوں کا پیشوا کرونگا) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام
سے سیاست ظاہر نہوئی بلکہ جو کچھ آنجناب کو بنسبت عوام الناس
ثابت ہے یہی متبوعیتِ اقسامِ ہدایت نہیں ہے۔ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ نے اور ہمنے اُنہیں سے امام بنائے
ہیں کہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں جب صبر کیا اُنھوں نے
اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور ہمنے انکو امام بنایا ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں
اور حکم کیا ہمنے انکو اچھے کاموں کا اور قائم رکھنے نماز اور دینے زکوٰۃ کا
اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) پس سمجھنا چاہیے از آنجا
کہ یہ حضرات تمثال انبیاء ہیں اور حالِ انبیاء در بابِ انتشارِ
ہدایت مختلف ہے بعضوں سے انتشار ہدایت بوجہ کامل ہوا
مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام اور بعضوں سے کمتر
اور بعضوں سے بہت ہی کم مثل حضرت نوح علیہ السلام اور
بعضوں سے ایک فرد بھی افرادِ بنی آدم سے مسلمان نہوا مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس جس طور یہ کہ ہر ایک اُنمیں سے منازلِ
وجاہت اور مقاماتِ ولایت میں فائق اور ارسال و بعثت میں لائق

و در وفور رحمت و شفقت یگانهٔ عصر بود و در ابواب ہدایت
یکتائے دہر قلت و کثرت ظہور ہدایت ہیچگونه باعث سقوط
ایشان در منصب خود نگردیده و ازین سبب ہیچ وجه غبار منقصه به
دامن پاک ایشان نرسیده بانکه کلہم باہم یکدیگر در منصب نبوت
یکرنگ اند و در میزان رسالت ہمسنگ ہمچنین قیاس باید کرد که
شان ائمه ہم در باب قلت و کثرت انتشار ہدایت مختلف ست
باوجود تماثل ایشان در منصب امامت قلت ظہور ہدایت از
امامے باعث سقوط او از درجهٔ علو و کمال یا انحطاط او در منصب
امامت نمی تواند شد ہمین ائمه اہل بیت اند که از جمله ایشان
امام جعفر صادق رضه که پیشوائے عالم اند و رہنمائے بنی آدم و از
جمله ایشان جد امجد آنجناب حضرت سجادؓ اند که غیر از چندے
اکابر اہل بیت کمتر کسے از ایشان مستفید گردیده پس بملاحظه
این تفاوت اثبات منصب امامت به یکے و سلب آن از دیگرے
بمثابه اثبات نبوت جناب حبیبؐ و کلیمؑ ست سلب آن از لوطؑ
والعیاذ باللہ پس ازینجا امامت منقسم شد بامامت مشہوره و غیر
مشہوره پس امامت فی الحقیقت از عطایائے ربانی ست نه از
اصطلاحات انسانی آرے اگر سعادتمندان اہل زمان از آن فیضیاب
شوند آن امامت مشہوره باشد والا غیر مشہوره درین مقام
چند لطیفه ہست که در ضمن چند نکته بیان باید کرد نکته اول
امامت ظل رسالت ست مبنائے آن بر اظہار ست نه بر اخفا بخلاف سائر
ارباب ولایت پس چنانکه ادعائے منازل وجاہت و ادعائے مقامات ولایت
بیان معاملات ربانی و کشف اسرار روحانی در حق ارباب ولایت
مظنه سلب و زوال ست ہمچنین در حق ایشان باعث
ترقی و کمال انچه از قسم کلمات فخریه ائمه ہدیٰ سر بر زند مثل
انچه از حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنه منقول ست

اور زیادتی رحمت اور شفقت میں یگانۂ عصر اور ابواب ہدایت
میں یکتائے دہر تھا اور ظہور ہدایت کی قلت و کثرت انکے
مرتبہ میں کسی طور پر خلل انداز نہوئی اور اس سبب سے کسی
طرح کے نقصان کا غبار انکے دامن پاک تک نہ پہنچا اور
کل منصب نبوت میں یکرنگ ہیں اور میزان عدالت میں
ہم سنگ ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ شان ائمہ بھی انتشار
ہدایت کی قلت و کثرت کے بارہ میں مختلف ہے حالانکہ
منصب امامت میں انکو باہم تماثل حاصل ہے کسی امام
سے ہدایت کا کم ظاہر ہونا منصب امامت میں درجہ
علو و کمال سے اُسکے سقوط یا انحطاط (گھٹاؤ) کا باعث نہیں ہو سکتا
یہی ائمہ اہل بیت ہیں کہ منجملہ اُنکے امام جعفر صادقؓ ہیں کہ
پیشوائے عالم ہیں اور رہنمائے بنی آدم اور منجملہ انکے جد امجد
آنجناب حضرت سجادؓ ہیں کہ سوائے چند اکابر اہل بیت کم
لوگ اُنسے مستفید ہوے پس اس تفاوت اور فرق کے لحاظ
سے ایک کے واسطے منصب امامت کا ثابت کرنا اور
دوسرے سے اُسکا سلب کرنا ایسا ہے جیساکہ جناب
حبیبؐ اور حضرت کلیمؑ کے واسطے تو نبوت کا اثبات ہو
اور حضرت لوط علیہ السلام سے اُسکا سلب ہو العیاذ باللہ
پس اس جگہہ سے امامت کی دو قسمیں ہوئیں ایک امامت
مشہورہ ہے ورنہ غیر مشہورہ اس مقام میں چند لطیفے ہیں جو
چند نکتوں کے ضمن میں بیان کیے جاتے ہیں نکتہ اول
امامت ظل رسالت ہی مبنا اُسکا اظہار پر ہے نہ اخفا پر بخلاف
جملہ ارباب ولایت پس جس طور پر کہ منازل وجاہت کا دعوی
اور مقامات کا ادعا اور معاملات ربانی کا بیان اور اسرار
روحانی کا اظہار ارباب ولایت کے حق میں مظنہ سلب و
زوال ہے ایسے ہی انکے حق میں باعث ترقی و کمال ہے
جو کچھ کہ ائمہ ہدیٰ کے کلمات فخریہ مشہور ہیں جیسے حضرت
امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

أَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ وَأَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ وآنچہ از سید الشہداء در معرکہ کربلا از اشعار مفاخرت مروی ست وہمچنین از سائر ائمہ اہل بیت وسیدی عبد القادر جیلانی قدس سرہ ودیگر ائمہ ہدیٰ این کلمات را از قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ وتشبث برحمۃ اللہ باید شمرد نہ از جنس ہرزہ سرائی وخودستائی بیت کار پاکان را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر ؛ نکتہ ثانی امام نائب رسول است آنچہ سنت اللہ در بندگان خود بواسطہ انبیاء ورسل جاری فرمود ہمان سنت بواسطہ ائمہ ہم جاری می فرماید وآن از جملہ اتمام حجت ست ببعثت ایشان یعنی تا وقتے کہ بعثت رسول متحقق نمی شود و جحود وانکار ایشان در اشقیا سر برنمی زند انتقام ملک علام بنسبت اہل معاصی وآثام متحقق نمیگردد وقال اللہ تبارک وتعالیٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا واین اتمام حجت ببعثت ائمہ ہم ثابت میگردد قال اللہ تعالیٰ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ الی آخر القصۃ مراد ازین قریہ انطاکیہ ست کہ حوارئین حضرت روح اللہ بسوے ایشان مبعوث شدہ بودند وآخر الامر اہل انطاکیہ بایشان بجحود وانکار پیش آمدند ودر انتقام ملک علام گرفتار گردیدند۔ وقال اللہ تعالیٰ فیہ ایضاً وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ پس این معنی بالیقین باید فہمید کہ چون در وقتے

(ترجمہ میں بڑا سچا ہوں میرے پیچھے نہیں کہیگا اسکو مگر جھوٹا اور میری باتیں قرآن کے موافق ہیں) اور حضرت سید الشہداء سے معرکہ کربلا میں اشعار فخریہ مروی ہیں اور تمام ائمہ اہل بیت اور سیدی عبد القادر جیلانی اور دیگر ائمہ ہدیٰ سے بھی اس قسم کے کلمات صادر ہوے ہیں سو از قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ وتشبث برحمۃ اللہ معلوم کرنا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کے اظہار نعمت اور تمسک برحمۃ پر ایسے کلموں کا اُنکی زبان پر اجرا ہوتا ہے انکو ہرزہ سرائی اور خودستائی کی جنس سے نہ خیال کرنا چاہیے بیت کار پاکان را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر ؛ نکتہ ثانی امام نائب رسول ہے جو کچھ طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نبیوں اور رسولوں کے واسطے سے جاری فرمایا اسی طریقہ کو اماموں کے واسطے سے بھی جاری فرماتا ہے اور از انجملہ انکے بعثت کے ساتھ اتمام حجت ہے یعنی تا وقتیکہ بعثت رسول متحقق نہیں ہوتی ہے اور جحود اور انکار انکا بدبختوں میں ظاہر نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ملک علام کا انتقام اہل معاصی اور آثام کی نسبت ثابت نہیں ہوتا ہے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ ہم عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں) اور یہ اتمام حجت اماموں کی بعثت کے ساتھ بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اور انکو مثال سناؤ اون والوں کی جب آئے انکے پاس رسول۔ آخر قصہ تک) مراد اس قریہ سے انطاکیہ ہے کہ حوارین حضرت روح اللہ انکی طرف مبعوث ہوئی تھی اور آخر الامر اہل انطاکیہ انکے ساتھ جحود اور انکار سے پیش آئے اور حضرت ملک علام کے انتقام میں گرفتار ہوے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے بارہ میں یہی فرمایا (ترجمہ اور ہمنے اسکی قوم پر اسکے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ اُتارین۔ نہیں ہے وہ مگر ایک آواز پس وہ بجھے ہوے ہیں) پس یہ معنے بالیقین سمجھنے چاہیے کہ جو منجملہ اوقات

از اوقاتِ امام قائم گردیدہ دعوتِ او بر منصۂ ظہور رسید لابد حجۃ اللہ بر جمیع اہلِ معصیت و فساد تمام شد و وقتِ انتقامِ الٰہی از ایشان در رسید پس گویا کہ معاصی واثار بمعارضہ ومقابلہ امام بہ اتمام می رسد ولاریب بسر حد انتقام می کشد و ازان جملہ مامور شدن عباد ست بہ تفحصِ ایشان وطلبِ معرفت ایشان قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ومراد از وسیلہ شخصے ست کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔ کما قال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ واقرب الی اللہ باعتبارِ منزلت اول رسول ست بعد ازان امام کہ نائبِ اوست قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَقْرَبُهُمْ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ قال النبی علیہ السلام مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وازان جملہ ایفاے بعض مواعید ست کہ حق جل وعلا رسول خود را بآن موعود فرمودہ پس بعض ازان را بدست پیغمبر بمرتبۂ ایفا رسانیدہ وبعضے دیگر را از دستِ نائبانِ او تمام گردانید کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وظاہرست کہ ابتداے ظہور دین در زمانِ پیغمبر صلعم بوقوع آمدہ واتمام آن بدست حضرت مہدی واقع خواہد گردید وہمچنین ست ہلاک کسریٰ وقیصر و تملک خزائن ایشان کہ آنجناب بآن موعود شدہ بودند وظہور آن از دست خلفاے راشدین واقع گردیدہ وازانجملہ

کسی وقت میں امام قائم ہوا اور دعا اسکی منصۂ ظہور پر پہنچی لابد حجتِ خدا تمام اہلِ معصیت اور جملہ اہلِ فساد پر تمام ہوئی اور وقت انتقامِ الٰہی پہنچا پس گویا کہ معاصی اور گناہ امام کے معارضہ اور مقابلہ کی وجہ سے کامل ہوتے ہیں اور لاریب سرحدِ انتقام کی طرف کھینچتے ہیں اور ازانجملہ انکی تلاش اور ان کی معرفت کی طلب میں بندوں کے مامور ہونا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو) اور مراد وسیلہ سے وہ شخص ہے کہ مرتبہ میں اقرب الی اللہ ہو۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ یہی لوگ ہیں کہ پکارتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے پروردگار کے پاس سب سے کون زیادہ ان کا قریب ہے) اور اقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول ہے بعد ازاں امام کہ نائب اسکا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لوگوں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو قیامت میں اور بہت نزدیک بیٹھنے والا امام منصف ہے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جسنے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا مرا موت جہالت کی) اور ازانجملہ بعض وعدوں کا ایفا اور پورا کرنا ہے کہ جناب باری نے اپنے رسول کو اسکے ساتھ موعود فرمایا پس بعض کو انمیں سے پیغمبر کے ہاتھ سے پورا کرایا اور بعض کو اسکے نائبوں کے ہاتھ سے مرتبہ ایفا پر پہنچایا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا رسول اپنا ہدایت اور دین حق لیکر تو کہ غلبہ دیوے سب دینوں پر) اور ظاہر ہے کہ ابتداے ظہور دین زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوا اور اتمام اسکا حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے وقوع میں آئیگا اور ایسے ہی کسریٰ اور قیصر کا ہلاک ہونا اور انکے خزانوں کا مالک ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا وعدہ فرمایا تھا اور ظہور اسکا خلفاء راشدین کے ہاتھ سے واقع ہوا اور ازانجملہ

اتمام امرست کہ رسول بآن مامور شدہ بود و ادائے آن از
امام صورت بست۔ قال اللہ تعالیٰ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ
رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۝ و ظاہرست کہ تبلیغ رسالت
بنسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت
از آنجناب شروع گردیدہ یوماً فیوماً بواسطہ خلفائے راشدین
و آئمہ مہدئین رو بہ تزاید کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدیؑ
باتمام خواہد رسید و ہمین نیابت را در امور مذکورۃ الصدر و
وصایہ می نامند یعنی چنانکہ وصی در طلب و ادائے حقوق قائم
مقام میت میباشد ہمچنین امام قائم مقام پیغمبرست در
معاملاتے کہ درمیان خدا و رسول او منعقد گردید و از آن
جملہ ست ثبوت ریاست یعنی چنانکہ انبیاء اللہ را بنسبت
اُمت خود یک نوعے از ریاست ثابت ست کہ بلاحظہ
ہمان ریاست ایشان را امت این رسول میگویند و
این رسول را رسول این اُمت و در بسیارے از امور
دنیویہ ہم تصرف رسول در ایشان جاری ست۔ کما
قال اللہ تعالیٰ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ
اَنْفُسِھِمْ و در مقدمات اُخرویہ ہم ولایت او ثابت
قال اللہ تعالیٰ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ
وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ۝ ہمچنین امام را
ہم در دنیا و آخرت مثل این ریاست بنسبت مبعوث الیہم ثابت ست
قال النبی صلعم اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ
اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ
مَوْلَاہُ وقال اللہ تعالیٰ وَیَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ
وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۝ قال النبی صلعم اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ
عَنْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ نکتہ ثالث امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسول ست

اتمام امر ہے کہ رسول اُسکے ساتھ مامور ہوئے تھے اور اُسکا
ادا ہونا امام سے ظاہر ہوا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہدے
تو اے لوگو میں اللہ تعالیٰ کا رسول تم سب کی طرف آیا ہوں)
اور ظاہر ہے کہ تبلیغ رسالت بہ نسبت جمیع مردماں آنجناب سے
متحقق نہوئی بلکہ امر دعوت آنجناب سے شروع ہوا اور یوماً
فیوماً خلفاء راشدین اور ائمہ مہدئین کے واسطے سے اتمام کو پہنچیگا
اور ایسی نیابت کو امور مذکورۃ الصدر میں وصایا کہتے ہیں
یعنی جیسے کہ وصی طلب اور ادائے حقوق میں میت کے
قائم مقام ہوتا ہے ایسے ہی امام اُن معاملات میں کہ درمیان
خدا اور اُسکے رسول ؐ کے منعقد ہوئے قائم مقام پیغمبر کے ہے
اور از انجملہ ثبوت ریاست ہے یعنی جیسا کہ انبیاء اللہ کو
اپنی امت کی نسبت ایک نوع کی ریاست ثابت ہے اُسی
ریاست کے ملاحظہ سے اُنکو اُمت اس رسول کی کہتے ہیں
اور اس رسول کو اس اُمت کا رسول بولتے ہیں اور بہت سے
اُمور دنیویہ میں بھی تصرف رسول ؐ کا اُن میں جاری ہے۔ چنانچہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ نبی بہتر ہے ساتھ ایمان والوں کے
اُنکی جانوں سے) اور مقدمات اخرویہ میں بھی ولایت اُنکی
ثابت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پھر کیونکر ہوجب
ہر ایک اُمت سے ایک گواہ کھڑا کریں اور مجھکو اُنپر گواہی
دینے والا) ایسے ہی دنیا اور آخرت میں امام کے واسطے بھی
ایسی ریاست بہ نسبت مبعوث الیہم ثابت ہے۔ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کیا تمکو معلوم نہیں کہ میں مومنین
کی جانوں سے بہتر ہوں کہا کیوں نہیں پھر فرمایا اے اللہ
میں جسکا ولی ہوں علیؑ بھی اُسکا ولی ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور جسدن بلاوینگے ہم سب کو اُنکے اماموں کے ساتھ
اور کھڑا کرو اُنکو اُنسے دریافت ہوگا) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ دریافت ہوگا حضرت علیؑ کی ولایت کی بابت)
نکتہ ثالث امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسول ؐ کے ہے۔

وسائر اکابر امت و اعاظم ملت بمنزلہ ملازمان خدمتگزار اند و فدویان جان نثار پس چنانکہ تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت را تعظیم شاہزادہ والا قدر ضرورست و توسل باو واجب و موازنہ خود باو علامت نمکحرامی ست و اظہار مفاخرت برو امارت بدانجامی ہمچنین تواضع و تذلل ہر صاحب کمال بحضور او باعث سعادت دارین ست و شمردن علم و کمال خود روبروے او جالب شقاوت نشاتین یگانگی باو یگانگی ست با رسول و بیگانگی ازو بیگانگی ست از رسول خصوصاً درین مقام کہ منصب نیابت پیغمبر ہم از جانب حکیم علی الاطلاق باو مفوض گردید پس حالش در ضمن این تمثیل باید فہمید کہ از مقربان بادشاہی امیرے باشد بغایت جلیل القدر مقرب درمیان حضار دربار مامور بر خدمات عمدہ قائم بر مناصب عالیہ و او را فرزندے باشد بغایت سعید شائستہ حضور بادشاہے و قابل تفویض خدمات و لیاقت و ہنر پدر خود و ہمراہ پدر خود آمد و رفت ببارگاہ بادشاہی میدارد و عزت و اعتبار در نگاہ بادشاہ و در حضار آن بارگاہ بادشاہی بحدے بدست آوردہ کہ منصب نیابت پدر خود باو از حضور سلطانی مفوض گردیدہ پس اگر کسے از رفقاے پدر او با او راہ مساوات خواہد پیمود و در منصب خود در مقابلہ او تفاخر خواہد نمود ہم نمکحرامی بہ نسبت آقا خود کہ آن امیر کبیر ست باو عائد خواہد شد و ہم عتاب سلطانی برو متوجہ خواہد گردید ہمچنین سرکشی و روتابی از امام وقت گستاخی ست بہ نسبت او و مساوات او ست بہ نسبت رسول و اعتراض خفی ست بر حکیم علی الاطلاق کہ این چنین شخص ناقص را منصب نیابت آنچنان شخص کامل عطا فرمود بالجملہ تقرب الی اللہ بترک توسل ایشان خیالے ست پر اختلال و وہمے ست سراسر باطل و محال ہیہات بے عنایات حق و خاصان حق ؎

اور تمام بزرگان ملت و امت بمنزلہ ملازمان خدمتگزار اور فدویان جاں نثار ہیں پس جس طور پر کہ تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت کو تعظیم شاہزادہ والا قدر کی ضروری ہے اور توسل اسکے ساتھ واجب ہے اور اسکے ساتھ مقابلہ نمک حرامی کی علامت ہے اور اسپر اظہار مفاخرت بدانجامی کی نشانی ہے ایسی ہی تواضع اور تذلل ہر صاحب کمال کے حضور میں باعث سعادت دارین ہے اور اسکے روبرو اپنے علم و کمال کا گننا باعث شقاوت نشاتین ہے اور اسکی یگانگی رسول کی یگانگی ہے اور اس سے بیگانگی رسول کی بیگانگی ہے خصوصاً اس مقام میں کہ پیغمبر کی نیابت کا منصب بھی اللہ تعالی کی طرف سے اسکو عطا ہوا سو حال اس کا اس تمثیل کے ضمن میں سمجھنا چاہیے کہ ایک بادشاہ کے مقربان بارگاہ سے کوئی امیر جلیل القدر ہو کہ خدمات عمدہ پر مامور ہو اور اسکا کوئی فرزند سعید ہو اور حضور بادشاہی کے لائق ہو اور تفویض خدمات کے قابل ہو لیاقت اور ہنر میں اپنے باپ کے مشابہ ہو اور اپنے باپ کے ہمراہ بارگاہ بادشاہی میں آمد و رفت رکھے اور عزت و اعتبار نگاہ بادشاہ اور حضار بارگاہ میں اس درجہ حاصل کیا کہ باپ کی نیابت کا منصب اسکو حضور سلطانی سے عطا ہوا پس اگر کوئی شخص اسکے باپ کے رفیقوں میں سے اسکے ساتھ راہ مساوات اختیار کرے اور اسکے مقابلہ میں تفاخر چاہے البتہ اسکے آقا کی نسبت کہ وہ امیر کبیر ہے نمکحرامی اسکی طرف عائد ہوگی اور عتاب سلطانی کا بھی مستوجب ہوگا ایسی ہی سرکشی اور روگردانی امام وقت سے گستاخی ہے بہ نسبت اسکے اور مساوات اسکی ہے بہ نسبت رسول کے اور اعتراض مخفی ہے حکیم علی الاطلاق پر کہ ایسے ناقص شخص کو ایسے کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا فرمایا۔ حاصل کلام تقرب الی اللہ انکے توسل کے ترک کرنے کی صورت میں ایک خیال ہے پر اختلال اور ایک وہم ہے سراسر باطل اور محال ہیہات بے عنایات حق و خاصان حق ؎

گر ملک باشد سیہ گردد ورق ﴿ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حُبُّ عَلِیٍّ حَسَنَۃٌ لَا تَضُرُّ مَعَهَا سَیِّئَۃٌ وَبُغْضُ عَلِیٍّ سَیِّئَۃٌ
لَا تَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَۃٌ وقال علیہ السلام اَلَا اِنَّ مَثَلَ
اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجٰی
وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَکَ ٭ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَسَائِرَ
الْمُسْلِمِیْنَ حُبَّ اَهْلِ الْبَیْتِ وَاتِّبَاعَهُمْ بَلْ حُبَّ جَمِیْعِ
اَئِمَّۃِ الْهُدٰی وَاتِّبَاعَهُمْ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ **تنبیہ**
ثالث در ذکر امامت تامہ وآن را خلافت
راشدہ وخلافت علی منہاج النبوت وخلافت رحمت
نیز گویند باید دانست کہ چون چراغ امامت در شیشہ
خلافت جلوہ گر گردید نعمت ربانی در باب پرورش نوع
انسانی باتمام رسید وکمال روحانی باکمال این رحمت
رحمانی بشابہ نور علی نور بسان آفتاب درخشید ہرچند بقیام
خلافت راشدہ از جانب حق نعمت ورحمت تمام وکامل
گردید فاما گاہے سعادت اہل زمان اقتضا می نماید کہ جماہیر
اہل اسلام بر قبول خلافت راشدہ اتفاق نمایند وبجان ودل
حکومت خلیفہ راشد اختیار کنند امر خلافت ربانی انتظام
میگیرد ومقدمہ سیاست ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد
وآن را خلافت منتظمہ میگویند ودر بعضے احیان بحسب
تقدیر ربانی وقضائے آسمانی ہرچند خلیفہ راشد بر روے
کار می آید ودر باب اقامت خلافت سعی بلیغ بجا می آرد
فاما اتفاق جماہیر مسلمین صورت نہ بندد وانتظام
کافہ امت دست ندہد پس درین صورت اگرچہ
خلیفہ راشد موجود ست ودر اقامت خلافت ساعی
فاما انتظام خلافت بوقوع نیامدہ آن را خلافت

گر ملک باشد سیہ گردد ورق ﴿ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ علیؓ کی دوستی نیکی ہے نہ نقصان کرے ساتھ اُسکے
گناہ اور علیؓ کی دشمنی ایک گناہ ہے نہ فائدہ کرے ساتھ اُسکے
کوئی نیکی) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ
میری اہل بیت تمہارے واسطے مثل کشتی نوحؑ کی ہیں جو سوار
ہوا بچا اور جو رہگیا ہلاک ہوا۔ نصیب کرے ہمکو اور تمام
مسلمانوں کو محبت اہل بیت کی بلکہ تابعداری اُنکی کی بلکہ
محبت تمام ائمہ مہدیین کی۔ ایسا ہی ہووے پروردگار جہان
والوں کے) **تنبیہ ثالث ذکر امامت تامہ میں**
اور اُسکو خلافت راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوت اور
خلافت رحمت بھی کہتے ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ جو چراغ
امامت شیشہ خلافت میں جلوہ گر ہوا نعمت ربانی کا
درباب پرورش نوع انسانی ہر ایک کے دل میں اثر ہوا اور
کمال روحانی اس رحمت رحمانی کے کمال کے ساتھ
نور علی نور بسان آفتاب درخشاں ہوا ہرچند خلافت
راشدہ کی قیام سے جانب حق سے نعمت اور رحمت تمام
اور کامل ہوئی لیکن کبھی زمانے والوں کی سعادت اس
بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جملہ اہل اسلام قبول خلافت راشدہ
پر اتفاق کریں اور جان ودل سے خلیفہ راشد کی حکومت
اختیار کریں اُس وقت امر خلافت ربانی کا پورا انتظام
ہوتا ہے اور سیاست ایمانی کے مقدمہ کا بخوبی سرانجام
ہوتا ہے اور اسکو خلافت منتظمہ کہتے ہیں اور بعض اوقات
میں بحسب تقدیر ربانی وقضائے آسمانی ہرچند خلیفہ راشد
ظہور فرماتا ہے اور دربارہ اقامت خلافت کمال کوشش
بجالاتا ہے لیکن تمام مسلمانوں کے اتفاق کی صورت ظہور
میں نہ آئے اور جمیع اُمت کا انتظام جلوہ نہ دکھلائے پس اس صورت
میں اگرچہ خلیفہ راشد موجود ہے اور اقامت خلافت میں
ساعی لیکن انتظام خلافت وقوع میں نہ آئے اُسکو خلافت

غیر منتظمہ میگویند پس خلافت راشدہ دو قسم شد خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفاء ثلثہ و خلافت غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضیٰ علی علیہ السلام اما خلافت غیر منتظمہ پس این انتشار امر خلافت باوجود خلیفہ راشد مشابہ قلت ظہور ہدایت رسول ست مثل حضرت نوح علیہ السلام پس چنانچہ قلت ظہور ہدایت ہیچگونہ غبار منقصت دامان پاک حضرت نوح را نمی آلاید ہمچنین عدم انتظام خلافت ہیچ وجہ نقصانے بخلیفہ راشد نمی رساند پس خلافت غیر منتظمہ را اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ خلافت راشدہ متحقق ست و اگر باعتبار عدم انتظام و تفرق اہل اسلام ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ متحقق نیست پس انچہ در حدیث شریف آمدہ الخلافة بعدی ثلثون سنة آن بملاحظہ اعتبار اول ست و انچہ بعضے از احادیث بر اختتام خلافت بر حضرت ذی النورینؓ دلالت میکند نظر باعتبار ثانی چنانکہ ابو بکر ثقفی روایت کردہ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ كَاَنَّ مِيْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَكْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيْزَانُ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم يعني فَسَاءَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ وقال رسول اللّٰه صلعم اُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَاَنَّ اَبَابَكْرٍ نِيْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيْطَ عُمَرُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَنِيْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ

غیر منتظمہ کہتے ہیں پس خلافت راشدہ کی دو قسم ہوئیں ایک خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفائے ثلثہ دوسری خلافت غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضیٰ علی علیہ السلام یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت غیر منتظمہ میں انتشار امر خلافت باوجود خلیفہ راشد مشابہ قلت ظہور ہدایت رسول ہے مثل حضرت نوح علیہ السلام پس جس طور پر کہ قلت ظہور ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام کا دامان پاک غبار آلودہ نقصان نہیں ہوتا ہے اسے طور پر عدم انتظام خلافت سے کسی وجہ پر خلیفہ راشد کا مجموعۂ عزت وجاہ پریشان نہیں ہوتا ہے پس خلافت غیر منتظمہ کو اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کریں ہمکو کہنا چاہیے کہ خلافت راشدہ متحقق ہے اور اگر ہم باعتبار عدم انتظام و تفرق اہل اسلام معائنہ کریں ہم کہیں کہ متحقق نہیں پس جو کچھ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (ترجمہ خلافت میرے بعد تیس برس رہیگی) وہ بملاحظہ اعتبار اول ہے اور وہ احادیث کہ اختتام خلافت ذی النورینؓ پر دلالت کرتی ہیں بنظر اعتبار ثانی ہیں چنانچہ ابو بکر ثقفی نے روایت کی ہے (ترجمہ ایک آدمی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ خواب میں دیکھا میں نے کہ آسمان سے ترازو اتری ہے آپ کو اور ابو بکر کو تولا تو آپ بھاری ہوئے اور ابو بکر و عمر تلے تو ابو بکر بھاری ہوئے اور عمر و عثمانؓ تلے تو عمرؓ بھاری ہوئے پھر ترازو چلی گئی۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناخوشی حاصل ہوئی پس فرمایا یہ خلافت نبوت ہے پھر دیگا اللہ تعالیٰ ملک جس شخص کو کہ چاہیگا) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خواب دیکھا ایک نیک آدمی نے گویا کہ ابو بکرؓ والی ہوئے رسول اللہ کے اور والی ہوئے عمرؓ ابو بکرؓ کے اور والی ہوئے عثمانؓ عمرؓ کے۔ کہا جابرؓ نے جب ہم کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کہا ہم نے لیکن نیک آدمی

فرسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا نُوْطُ بَعْضِہِمْ بِبَعْضٍ فَہُمْ وُلَاۃُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللہُ بِہٖ نَبِیَّہٗ صلعم واما خلافتِ منتظمہ پس گاہے انتظامِ آن بکمال می رسد بوجہیکہ عظمتِ خلیفہ راشد در زمانِ خلافت او مسلّم طوائفِ انام باشد و زبانِ دہر خاص و عام ہیچکس را از تسلّط او رنجے ملالے ہم نرسد و نہ کسے را در لیاقتِ او قیل و قال و این را خلافتِ محفوظہ میگوئیم و گاہے بعضے اہلِ زمان از تسلّطِ خلیفہ راشد رنجے میکشند و زبانِ طعن و ملامت بدو میکشایند فاما بحفاظتِ ربانی و تائیدِ آسمانی رد و قدح ایشان تا بسرحدِ بغی و خروج نمیرسد و ملالِ قلبی ایشان تا بخلع بیعت نمیکشد و انتظامِ خلافت بظاہر حسبِ مرضی خلیفہ راشد میرود اگرچہ احکامِ او بر قلوبِ بعضے از اہلِ زمان گران میگزرد و آن را خلافتِ مفتونہ میگوئیم پس خلافتِ منتظمہ ہم دو قسم شد محفوظہ مثل خلافتِ شیخین و مفتونہ مثل خلافتِ ذی النورین اما خلافت محفوظہ پس ہمون ست نعمتِ عظمی و غنیمتِ کبری در حقِ جمہور بنی آدم بلکہ در بارہ تمامی عالم پس خلافتِ راشدہ در این صورت من کل الوجوہ متحقق ست ہم باعتبارِ وجود خلیفہ راشد و ہم باعتبارِ ظاہر انتظامِ اہلِ اُمّت و ملّت و ہم باعتبار اذعان و اطمینانِ اہلِ زمان و اذعانِ کافہ اقران و اخوان اما خلافتِ مفتونہ پس ہرچند باعتبارِ وجود خلیفہ راشد و جریان ظاہر انتظام در میانِ طوائفِ انام بلا ریب موجود ست فاما باعتبار فقدانِ اطمینانِ قلبی اہلِ زمان حکماً مفقود بنا علیہ در بعضے احادیث اشارتے باتمام خلافت بر زبان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وارد شدہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ فِیْ قَلِیْبٍ عَلَیْھَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْھَا

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور متعلق ہوتا بعض کا بعض کے ساتھ پس وہ والی ہوتا ہے کام کا جو کہ بھیجا اللہ تعالیٰ نے ساتھ اسکے اپنے نبی صلعم کو) رہی خلافت منتظمہ سو کبھی اُس کا انتظام ایسے وجہ پر کمال کو پہنچتا ہے کہ خلیفہ راشد کی عظمت اسکی عظمت اسکے زمانہ خلافت میں تمام اہل زمانہ تسلیم کریں اور سب اسکی بڑائی کا دم بھریں کسی کو اسکی تسلّط سے رنج و ملال اور نہ کسی کو اسکی لیاقت میں قیل و قال کی گنجایش ہو اسکو ہم خلافت محفوظہ کہتے ہیں اور کبھی بعض اہلِ زمان خلیفہ راشد کے تسلّط سے رنج کھینچتے ہیں اور زبان طعن و ملامت دراز کرتے ہیں لیکن بحفاظتِ ربانی و تائیدِ آسمانی اُن کا ردّ و قدح سرحد بغاوت اور خروج تک نہیں پہنچتا اور انکا ملال قلبی خلع بیعت تک نہیں کھنچتا اور انتظامِ خلافت بظاہر حسبِ مرضی خلیفہ راشد ہوتا ہے اگرچہ اسکے احکام بعض اہلِ زماں کے دلوں پر گراں گزرتے ہیں اسکو ہم خلافتِ مفتونہ کہتے ہیں پس اس اعتبار سے خلافت منتظمہ کی بھی دو قسمیں ہوئیں ایک محفوظہ مثل خلافت شیخین دوسری مفتونہ مثل خلافت ذی النورین لیکن خلافت محفوظہ جمہور بنی آدم اور تمامی عالم کے حق میں نعمتِ عظمی اور غنیمتِ کبریٰ ہے پس خلافت راشدہ اس صورت میں من کل الوجوہ یعنی باعتبار وجود خلیفہ راشد اور باعتبارِ ظاہر انتظامِ اہلِ امّت و ملّت اور باعتبار اذعان و اطمینانِ اہلِ زماں اور باعتبار ایقان جملہ اقران و اخوان متحقق ہوتی ہے اما خلافتِ مفتونہ پس ہرچند باعتبار وجود خلیفہ راشد اور بحسب ظاہر انتظام بلا ریب موجود ہے لیکن باعتبار فقدان اطمینان قلبی حکماً مفقود نظر بر آں بعض احادیث میں اتمام خلافت کے بارہ میں ایک قسم کا اشارہ حضرت فاروق اعظم کی زبان پر وارد ہوا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ایک وقت سوتے میں میں نے دیکھا کہ میں کنوین پر ہوں اور اُس پر ڈول ہے پس میں نے کھینچا اس سے

مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا
ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللهُ یَغْفِرُ لَهٗ
ضَعْفَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ
فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ
حَتّٰی رَوَی النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ تفاضل
درمیان خلفاء راشدین باعتبار انتظام وانتشار امر خلافت
عارضی ست نه از اصل کمال خلافت بمشابه
تفاضل انبیاء مرسلین باعتبار قلت وکثرت ہدایت
که آن ہم تفاضل عارضی ست نه از اصل منصب رسالت
ودرین مقام چند لطیفه ایست متعلق باحکام مطلق خلیفه
راشد که آن را در ضمن چند نکته بیان میکنیم نکته اولیٰ
خلیفه راشد عبارت ست از شخصے که صاحب منصب
امامت باشد و ابواب سیاست ایمانی از و ظاہر شود
پس ہر که باین منصب رسید ہمان ست خلیفه راشد
خواه در زمان سابق ظاہر شود خواه در زمان لاحق خواه
در اوائل امت باشد خواه در اواخر آن خواه فاطمی
الحسب باشد خواه ہاشمی النسب خواه قصوی الاصل
باشد خواه قریشی النسل این لفظ خلیفه را بمنزله لفظ
خلیل الله یا کلیم الله وروح الله وحبیب الله وصدیق
اکبرؓ وفاروق اعظمؓ وذو النورینؓ ومرتضیٰؓ ومجتبیٰؓ وسید الشہداءؓ
وامثال ذلک تصور نباید کرد که ہر یک ازان لقبے ست
خاص که بذات بزرگی از بزرگان دین اختصاص میدارد
از اطلاق آن لقب ذات ہمان بزرگ مفہوم میشود
ہمچنین گمان نکند که لفظ خلفاء راشدین ہم
بذوات خلفائے اربعه اختصاص میدارد که

جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر لے لیا اسکو مجھ سے ابوبکرؓ
بس کھینچے دو ڈول یا ایک ڈول اور اسکے کھینچنے میں ضعف تھا
اور اللہ تعالیٰ رحم کرے انکے حال پر اسکو انکے ہاتھ سے عمرؓ
نے لے لیا اور اسکے ہاتھ میں اچھا معلوم ہوتا تھا پس نہیں
دیکھا میں نے کسی کو کہ کھینچے اسکا سا کھینچنا سیر کردیا لوگوں کو
اور خوب خوش ہوئے) تفاضل اور زیادتی خلفاء راشدینؓ
کے درمیان امر خلافت کے انتظام اور انتشار کی اعتبار
سے عارضی ہے اصل کمال خلافت سے اسکو تعلق نہیں
اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسا انبیاء مرسلینؑ کا تفاضل
باعتبار قلت وکثرت ہدایت ہے کہ وہ بھی تفاضل
عارضی ہے اصل منصب رسالت سے نہیں اس مقام
میں چند لطیفے ہیں کہ جنکا تعلق احکام مطلق خلیفہ راشد
کے ساتھ ہے جنکو چند نکتے کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں
نکتہ اولیٰ خلیفہ راشد اس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب
منصب امامت ہو اور سیاست ایمانی کے معاملات
اس سے ظاہر ہوں سو جس کسی کو یہ منصب عنایت ہوا
وہی خلیفہ راشد ہے خواہ زمانہ سابق میں ظاہر ہوئی خواہ
زمانہ لاحق میں خواہ اوائل امت میں ہو خواہ اواخر میں
خواہ فاطمی الحسب ہو خواہ ہاشمی النسب خواہ قصوی
الاصل ہو۔ خواہ قریشی النسل اس لفظ خلیفہ کو بمنزلہ
لفظ خلیل اللہ یا کلیم اللہ اور روح اللہ اور حبیب اللہ
اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ذو النورینؓ اور مرتضیٰؓ
اور مجتبیٰؓ اور سید الشہداءؓ وغیرہ تصور نکرنا چاہیے کہ ہر
ایک کا ان میں سے ایک لقب خاص ہے کہ بزرگان
دین میں سے ایک بزرگ کی ذات کی خصوصیت رکھتا ہے
اس لقب کے اطلاق سے اسی بزرگ کی ذات سمجھی
جاتی ہے اور یہ بھی نہ خیال کرنا چاہیے کہ لفظ خلفاء
راشدین خلفاء اربعہ ہی کی ذات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے

از اطلاق این لفظ ذوات همین بزرگان مفهوم میگردد حاشا وکلا بلکه این لقب را بمنزلهٔ ولی الله و مجتهد و عالم و عابد و زاہد و فقیہ و محدث و متکلم و حافظ و بادشاه و امیر و وزیر تصور باید کرد که هر یکے ازان بر صفتے خاص دلالت میدارد هر که بآن صفت متصف باشد و بران منصب قائم همون ست ملقب بآن لقب پس چنانکه گاہے گاہے موجے از دریاے رحمت سر می برآرد و امام را از ائمه هدیٰ بروئے کار می آرد همچنین گاہے نعمت الله بکمال میرسد و امامے را بر تخت خلافت جلوه گر میکند پس همون امام خلیفه راشد آن زمان ست و آنچه در حدیث شریف وارد شده که زمانهٔ خلافت راشده بعد وفات رسول مقبول علیه الصلوة والسلام بقدر سی سال ست و بعد ازان زمانهٔ سلطنت پس مراد ازان این ست که خلافت راشده علی سبیل الاتصال والتواتر بقدر سی سال خواهد ماند نه آنکه تا قیام قیامت زمانهٔ خلافت همین قدر ست و بس بلکه مدلول حدیث مذکور همین ست که خلافت راشده بانقضاے سی سال منقطع خواهد گردید نه آنکه بعد انقطاع الی ابد الآباد عود نخواهد کرد بلکه حدیثے دیگر بر عود خلافت راشده بعد انقطاع ان دلالت میدارد قال النبی صلی الله علیه وسلم تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ و نیز ظاهر ست که خلافت حضرت مهدی علیه السلام افضل انواع خلافت راشده ست یعنی خلافت منتظمه محفوظه چه در روز صفت ایشان وارد شده قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اس لفظ کے بولنے سے انھیں کی ذات مفہوم ہوتی ہے حاشا وکلا بلکہ اس لقب کو بمنزلہ ولی اللہ و مجتہد و عالم و عابد و زاہد و فقیہ و محدث و متکلم و حافظ و بادشاہ و امیر و وزیر سمجھنا چاہیے کہ جو کوئی ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو اور ان مناصب میں سے کسی منصب پر قائم ہو وہی اسی لقب کے ساتھ ملقب ہو پس جس طور پر کہ کبھی کبھی ایک موج دریائے رحمت سے جوش میں آتی ہے اور کسی امام کو ائمہ ہدیٰ سے ظاہر لاتی ہے ایسی ہی کبھی جناب الٰہی کی نعمت جلوہ کمال دکھاتی ہے اور ایک امام کو تخت خلافت پر بٹھاتی ہے سو وہی اس زمانے کا خلیفہ راشد ہے اور وہ مضمون کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ زمانہ خلافت راشدہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بقدر تیس سال ہے اور اسکے بعد زمانہ سلطنت ہے سو مراد اس سے یہ ہے کہ خلافت راشدہ علی سبیل الاتصال والتواتر بقدر تیس سال رہیگی نہ یہ کہ تا قیام قیامت زمانہ خلافت راشدہ اسی قدر ہے اور بس بلکہ مدلول حدیث مذکور یہی ہے کہ خلافت راشدہ بانقضائے تیس سال منقطع ہوگی نہ یہ کہ بعد انقطاع الی ابد الآباد عود نہ کریگی بلکہ دوسری حدیث عود خلافت راشدہ پر بعد انقطاع دلالت کرتی ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ رہیگی نبوت تم میں جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اٹھالیگا اسکو اللہ پھر ہوگی خلافت نبوت کے طریق پر جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اٹھالیگا اللہ تعالیٰ پھر ہوگی بادشاہی پس رہیگی جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اٹھالیگا اسکو اللہ تعالیٰ پھر بادشاہی زبردستی کی ہوگی اور رہیگی جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اٹھالیگا اسکو اللہ تعالیٰ پھر ہوگی خلافت اوپر طریق نبوت کے پھر آپ چپ ہو رہے) اور ظاہر ہے کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام افضل انواع خلافت راشدہ ہے یعنی خلافت منتظمہ محفوظہ کیونکہ انکے وصف میں وارد ہوا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی
یبعث اللہ فیہ رجلا من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی
واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما
ملئت ظلما وجورا ونیز وارد شدہ ۔ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ ابدال الشام وعصائب
اہل العراق فیبایعونہ ونیز وارد شدہ کہ
یعمل فی الناس بسنۃ نبیہم ویلقی الاسلام
بجرانہ فی الارض ونیز وارد شدہ یرضی عنہ ساکن
السماء وساکن الارض لا تدع السماء من قطرھا
شیئا الا صبتہ مدرارا ولا تدع الارض من نباتہا شیئا
الا اخرجتہ حتی یتمنی الاحیاء الاموات ونیز وارد شدہ
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المہدی علیہ السلام یشبہنی
فی الخلق ونیز این گمان نباید کرد کہ زمانہ خلافت
راشدہ یا اوائل امت ست یعنی زمانہ خلفاے اربعہ
یا اواخر امت یعنی زمان حضرت مہدی علیہ السلام
و درمیان این ہر دو زمان ہمہ زمان تعطل ست کہ
ہرگز دران خلافت راشدہ گاہے ظاہر شدنی نیست
چہ بسیارے از تابعین خلافت عمر بن عبد العزیز را نیز
از جملہ خلافت راشدہ شمردہ اند و آنچہ در حدیث
اول از عود خلافت راشدہ مذکور گردید آن را بر ظہور
خلافت عمر بن عبد العزیز حمل نمودہ چنانچہ حبیب کہ از جملہ
تابعین ست ہمان حدیث اول بہ عمر بن عبد العزیز نوشتہ و
در پائین آن این بشارت نگاشتہ ارجو ان تکون امیر
المؤمنین بعد الملک العاض والجبریۃ فسر بہ و
اعجبہ پس عمر بن عبد العزیز ہم این بشارت را

(ترجمہ اگر نہ رہے دنیا سے مگر ایک دن البتہ لمبا کرے
اسکو اللہ تعالی یہانتک کہ اٹھاوے میرے اہل بیت سے
ایک آدمی میرے ہمنام اور اسکے باپ کا نام بھی میرے
والد کے نام پر ہوگا بھر جاوے زمین خوبی اور انصاف سے
جیسے کہ بھری ہووے ظلم اور زیادتی سے) اور یہ بھی
وارد ہوا ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ آوینگے ابدال شام کے انکے پاس اور بزرگ عراق
والوں کے پس بیعت کرینگے ان سے) اور یہ بھی حدیث
میں آیا ہے (ترجمہ اور عمل کرینگے لوگوں میں انکے پیغمبر کے طریق
پر اور ڈالیگی اسلام زمین میں) اور یہ بھی انکی شان میں
وارد ہوا ہے (ترجمہ راضی ہونگے آسمان والے اور
زمین والے انسے آسمان بہت مینہ برساویگا اور زمین بہت
ہریاول اگاویگی یہانتک کہ آرزو کرینگے زندہ موت کی)
اور یہ بھی وارد ہوا ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ کہ مہدی علیہ السلام مشابہ ہونگے سیرت میں)
اور یہ بھی گمان نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ خلافت راشدہ یا اوائل
امت یعنی زمانہ خلفا اربعہ ہے یا اواخر امت یعنی زمانہ
حضرت مہدی علیہ السلام ہے اور درمیان ان دونو
زمانوں کے جملہ زمان تعطل ہے کہ خلافت راشدہ کا
اسمیں ظہور نہیں یہ گمان اس وجہ سے درست نہیں کہ بہت نے
تابعین خلافت عمر بن عبد العزیز کو بھی منجملہ خلافت راشدہ
شمار کیا ہے اور جو کچھ حدیث اول میں عود خلافت راشدہ
سے مذکور ہوا اسکو ظہور خلافت عمر بن عبد العزیز پر حمل کیا ہے
چنانچہ حبیب نے کہ منجملہ تابعین ہے وہی حدیث اول
عمر بن عبد العزیز کو لکھی اور اسکے تحت میں یہ بشارت تحریر
فرمائی (ترجمہ امید کرتا ہوں کہ تم امیر المؤمنین ہو بعد
بادشاہی عاض اور زیادتی کے پس خوش ہوے اور
اچھا معلوم ہوا) پس عمر بن عبد العزیز نے بھی اس بشارت کو

قبول فرمودند و آن را باین وجه رو نمودند که این حدیث
اشارت ست بخلاف حضرت مهدی پس چرا بر خلافتِ
دیگران حمل میکنی و نیز وارد شده۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ
فَأْتُوْهَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَاِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ
الْمَهْدِيُّ و نیز ظاهر ست که این مهدی غیر آن مهدی
موعود ست که ظهور آن از مدینه منوره ست نه از خراسان و این هم
خلیفة اللہ ست که کافۂ انام مسلمین باعانت او مامور اند و در رفاقت
او ماجور و نیز وارد شده۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ
حَرَّاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ يُمَكِّنُ
لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَجَبَ
عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ و نیز ظاهر ست که این بزرگ
از اهل بیت ست که حارث موید او ست غیر مهدی موعود
ست چه مهدی موعود را اولاً باجماع لشکر عرب تائید خواهد شد
نه باجتماع لشکر ماوراء النهر پس حالِ خلافتِ راشده را با مملکت
ظاهره بر حال سلطنتِ عادله یا حکومتِ جابره قیاس
باید کرد پس چنانکه گاهے سلطنتِ عادله ظهور میکند و گاهے
حکومتِ جابره همچنین گاهے خلافتِ راشده جلوه گر میگردد
و گاهے مملکتِ ظاهره تبدل قسمین خلافت را بر تبدل
لیل و نهار قیاس باید کرد که بعد از زمانہ لیل و نهار آشکارا
میگردد و باز در ظلمت شب روپوش می شود بعد
ازان با نور را جوشش می زند و در هیچ زمانے از
ازمنه از نزول نعمتِ الٰہی که عبارت از ظهور
خلافتِ راشده ست هرگز مایوس نباید شد

قبول فرمایا اور اسکو اس وجہ سے رد نہ کیا کہ یہ حدیث خلافتِ
حضرت مہدیؑ کی طرف مشیر ہے پس کس واسطے دوسروں کی
خلافت پر حمل کرتا ہے تو اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ جب دیکھو تم سیاہ جھنڈے
خراسان کی طرف سے آتے اُنکے پاس آنا تمکو چاہیے سرین
کے بل برف پر چلنا ہو کیونکہ اُن میں مہدی اللہ تعالیٰ کا
خلیفہ ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مہدی اُس مہدی
موعود کا غیر ہے کہ اُسکا ظہور مدینہ منورہ سے ہے نہ خراسان
سے اور یہ بھی خلیفۃ اللہ ہے کہ جملہ اہل اسلام اُنکی اعانت
اور مدد کے واسطے مامور ہیں اور رفاقت میں اُسکے ماجور
ہیں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
(ترجمہ نکلے ایک آدمی نہر کے اس طرف سے کہا جاویگا
اُسکو حارث حراث اُسکے آگے ایک آدمی ہوگا اُسکو منصور
کہیں گے عزت دیگا آلِ محمد کو جیسا کہ عزت دی قریش نے
اللہ کے رسولؐ کو واجب ہے ہر مومن پر مدد اُنکی) اور
ظاہر ہے کہ یہ بزرگ جو اہل بیت سے ہے کہ حارث
جسکا موید ہے غیر مہدی موعود ہے اسلیے کہ مہدی
موعود کو اولاً اجماع لشکر عرب کے ساتھ تائید ہوگی نہ
اجتماع لشکر ماوراء النہر سے پس خلافتِ راشدہ کا حال
مملکتِ ظاہرہ کے ساتھ سلطنتِ عادلہ کے حال پر جبر
حکومتِ جابرہ کے ساتھ ہے قیاس کرنا چاہیے پس
جس طور پر کہ کبھی سلطنتِ عادلہ ظہور کرتی ہے اور کبھی
خلافتِ راشدہ جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی مملکتِ ظاہرہ
تبدل قسمین خلافت کو تبدلِ لیل و نہار پر قیاس کرنا
چاہیے کہ بعد زمانہ لیل و نہار آشکار ہوتا ہے اور بعد ظلمت
شب میں روپوش ہوتا ہے اسکے بعد پھر نور اُسکا جوش
مارتا ہے کسی زمانہ میں نزولِ نعمتِ الٰہی سے کہ عبارت
ظہورِ خلافتِ راشدہ سے ہے ہرگز مایوس ہونا چاہیے

وآن را از مجیب الدعوات طلب باید کرد و بر اجابت دعاے خود چشم باید داشت و در تفحص خلیفہ راشد در ہر زمان ہمت باید گماشت کہ شاید کہ نعمتِ کاملہ و ہمین زمان ظہور فرماید و خلافت راشدہ در ہمین وقت بروز نماید **نکتۂ ثانی** خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین ست و ہمسایۂ انبیاء و مرسلین و کہ سرمایۂ ترقی دین ست و ہمسایۂ ملائکۂ مقربین مرکز دائرۂ امکان مفخر جمیع اکوان افسر ارباب عرفان ست سردفتر افراد انسان دلِ او عرش تجلّی رحمان ست و سینۂ او دریاے رحمت بیکران اقبالِ او پرتوِ جلالِ یزدانی ست و مقبولیتِ او عکس جمالِ ربانی قہرِ او تیغ قضاست و مہرِ او میغ عطا و معارضۂ او معارضۂ تقدیر ست و مخالفت او مخالفتِ ربِّ قدیر ہر کمالے کہ در خدمتگزاری او مصروف نگردید خیالے ست پُر اختلال و ہر علمے کہ در بیان اعظام و اکرام او بکار نیاید وہمے ست سراسر باطل و محال ہر صاحب کمال کہ موازنت خود با او می جوید راہ مشارکت حق می پوید علامت اہل کمال ہمین ست کہ در خدمت او مشغول باشند و در اطاعت او مبذول از ادعاے مساوات او دست بردارند و او را بجاے رسول بشمارند **نکتۂ ثالث** خلیفہ راشد نبی حکمی ست ہر چند فی الحقیقت بپایۂ رسالت نرسیدہ فاما منصبِ خلافت چندے از احکام انبیاء الله بہ وجہ جاری گردیدہ ہر چند احکام مسطورہ در ابواب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ بالاستیعاب مذکور خواہد گردید اما دو سہ احکام درین مقام بطریق نمونہ ذکر کردہ می شود از آن جملہ توقف نجات اُخروی ست بر اطاعتِ او یعنی چنانکہ اگر کسے بہزار وجہ در معرفتِ الٰہیہ و تہذیبِ نفس جد و جہد تمام و سعی

اور اسکو حضرت مجیب الدعوات سے طلب کرنا چاہیے اور اپنی قبولیت دعا پر امید رکھنا چاہیے اور خلیفہ راشد کی تلاش میں ہر وقت ہمت باندھنی چاہیے کہ شاید نعمتِ کاملہ ایسے وقت میں ظہور فرمائے اور خلافتِ راشدہ ایسے زمانہ میں جلوہ دکھائے **نکتۂ ثانی** خلیفۂ راشد سایہ رب العالمین ہے اور ہمسایۂ انبیاء و مرسلین سرمایۂ ترقی دین ہے ہمسایۂ ملائکہ مقربین ہے مرکز دائرۂ امکان ہے مفخر جمیع اکوان ہے افسر ارباب عرفان ہے سردفترِ افراد انسان ہے دل اُسکا عرش تجلی رحمان ہے سینہ اُسکا دریائے رحمتِ بیکراں ہے اُسکا اقبال پرتو جلال یزدانی ہے اُسکی مقبولیت عکس جمال ربانی ہے اُسکا قہر تیغ قضا ہے اُسکی مہر میغ عطا ہے اُسکا معارضہ معارضۂ تقدیر ہے اُسکی مخالفت مخالفتِ ربِ قدیر ہے جو کمال کہ اُسکی خدمتگزاری میں مصروف نہوا ایک خیال ہے پُر اختلال اور جو علم کہ اُسکی عظمت اور اکرام کے بیان میں کام نہ آیا ایک وہم ہے سراسر باطل و محال جو صاحب کمال کہ اپنا موازنہ اُسکے ساتھ چاہتا ہے راہ مشارکت حق میں قدم بڑھاتا ہے اہلِ کمال کی علامت یہی ہے کہ اُسکی خدمت میں مشغول رہے اُسکی اطاعت میں مبذول رہے اُسکی برابری کے دعوے سے ہاتھ اُٹھائیں اُسکو نائب رسول شمار میں لائیں **نکتۂ ثالث** خلیفہ راشد نبی حکمی ہے ہر چند فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچا ہے منصب خلافت حضرات انبیاء علیہم السلام کے چند احکام کے ساتھ جناب ملک علام سے اُسکو عنایت ہوا ہر چند احکام مسطورہ بالاستیعاب ابواب آئندہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے لیکن دو تین احکام اس مقام میں ذکر کیے جاتے ہیں انکو سُن لینا چاہیے آنجملہ یہ ہے کہ توقف نجات اُخروی اُسکی اطاعت پر موقوف ہے یعنی جیسے کہ کوئی ہزار وجہ سے معرفت الٰہی اور اصلاح نفس میں جد و جہد تمام اور کوشش اور سعی

ما لاکلام بجا آورد اما وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز نجات اُخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضبِ جبّار و درکاتِ نار نخواہد یافت ہمچنین ہرچند عباداتِ شرعیہ و طاعاتِ دینیہ بجا آرد و جد و جہد تمام در امتثالِ احکام اسلام بر روے کار آرد اما تا وقتیکہ در اطاعتِ امامِ وقت گردن ننہد و اقرار بامامت او نکند ہرگز عباداتِ مذکورہ در آخرت کار آمدنی نیست و از دار و گیرِ ربِّ قدیر خلاص یافتنی نہ مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا ذَا اَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً و از انجملہ توقف عباداتِ شرعیہ بر موافقتِ امرِ او یعنی چنانکہ عباداتِ دینیہ و طاعاتِ شرعیہ اگر مطابقِ سنتِ نبویہ باشد مقبول ست و الا مردود چنانکہ صحتِ جمعہ و اعیاد و جہاد و حدود و تعزیرات ہمہ متوقف ست بر امرِ امام۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی وَجْہَ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْکَرِیْمَۃَ وَیَاسَرَ الشَّرِیْکَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَہٗ وَنَبْھَہٗ اَجْرٌ کُلُّہٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَاءً وَّسُمْعَۃً وَّعَصَی الْاِمَامَ وَاَفْسَدَ فِی الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَرْجِعْ بِالْکَفَافِ

و از انجملہ نفاذِ حکمِ اوست در عقود و معاملاتِ بنی آدم پس چنانکہ وقتیکہ نبیِ وقت بانعقاد معاملت از معاملات

ما لاکلام بجا لائے لیکن تا وقتیکہ رسولوں پر اُسکو ایمان نہو نجات اُخروی اُسکے ہاتھ نہ آے اور خلاصی غضبِ جبّار اور درکاتِ نار سے نہ پاے ایسے ہی ہرچند عباداتِ شرعیہ اور طاعاتِ دینیہ بجا لائے اور جد و جہد بجا آوری احکام اسلام میں درجۂ اتمام کو پہنچاے لیکن تا وقتیکہ امامِ وقت کی طاعت میں گردن نہ رکھے اور اسکی امامت کا اقرار نہ کرے ہرگز عباداتِ مذکورہ سے آخرت میں فائدہ نہ اُٹھائیگا اور دار و گیرِ ربِ قدیر سے خلاصی نہ پائیگا (ترجمہ جسنے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا پس مراوہ موت جہالت کی) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ پنج وقتی نماز پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوۃ دو اور اطاعت کرو اپنے صاحبِ حکم کی داخل ہو اپنے رب کی جنت میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جو مرا اور اُسکی گردن میں بیعت نہیں مرا موت جاہلیت کی) اور از انجملہ یہ ہے کہ عباداتِ شرعیہ اُسکے امر کی موافقت پر موقوف ہیں یعنی اگر عباداتِ دینیہ اور طاعاتِ شرعیہ اگر سنتِ نبویہ کے مطابق ہوں مقبول ہیں ورنہ مردود چنانچہ صحتِ جمعہ اور عیدین اور جہاد اور حدود اور تعزیرات سب کے سب امرِ امام پر موقوف ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ امام ڈھال ہے لڑو اسکے پیچھے اور بچو ساتھ اُسکے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لڑائی دو قسم کی ہیں جسنے تلاش کی خوشنودی اللہ کی اور اطاعت کی امام کی اور اچھا مال خرچ کیا اور آسانی دی شریک کو اور جھگڑا نہ کیا پس اُسکا سونا اور جاگنا سب سب اجر ہی اور لیکن جو کوئی لڑا فخر اور دکھاوا دکھانا اور نیکو اور خلاف کرتا رہا امام کے اور فساد کیا تحقیق وہ اجر لیکر نہیں آتا)

اور از انجملہ عقود اور معاملات بنی آدم میں اُسکے حکم کا نفاذ[1] ہے پس جس طور پر کہ کسی وقت میں اپنے وقت کا نبی کسی معاملے کے انعقاد میں

[1] جاری ہونا ۱۲

فیمابین دو شخص حکم فرماید مثل انعقاد نکاح یا بیع یا امثال
ذلک پس آن معامله بمجرد حکم خود بخود منعقد میگردد پس باز
کسے را چون وچرا دران نمی رسد چنانکه حق جل وعلی میفرماید
وما کان لمومن ولا مؤمنة اذا قضی الله و
رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم
وهمچنین عقود مذکوره بحکم امام یا نائب او که قاضی ست
خود بخود منعقد می شود مجال گفتگو کسے را باقی نمی ماند چنانکه
مسئله قضاء القاضی ینفذ ظاهراً وباطناً در متون وشروح
مصرح ست وازانجمله ثبوت حکم شرعی ست بامر او یعنی چنانکه
در فعلے از افعال وقولے از اقوال هزار منافع ومضار مدرک
شود وبصد وجه حسن یا قبح عقلاً درو ثابت شود اما تا وقتیکه کتاب
منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت نداشته باشد
وجوب یا حرمت آن قول وفعل شرعاً ثابت نمی توان شد
وهمچنین اگر در فعلے یا قولے بهزار وجه منفعت در ابواب
سیاست مفهوم گردد اما تا وقتیکه حکم امام یا نائب او بآن
ملحق نگردد آن را از واجبات شرعیه نتوان شمرد وهمچنین
اگر بر صحت دعوی یا بطلان آن یا ثبوت حد وتعزیر هزار
دلائل باشد وصد گواهان دران گواهی دهند اما تا وقتیکه
حکم امام یا نائب او به آن ملحق نگردیده هرگز به پایه ثبوت نرسد
پس چنانکه سبب ثبوت احکام شرعیه نص نبوی ست و
بیان وجوه حسن وقبح عقلی محض بنا بر تسلی خاطر مخاطبین
والزام مخالفین ست وبس همچنین سبب ثبوت احکام عقود و
معاملات وحدود وتعزیرات حکم امام ونائب او ست و
اظهار شهادت شهود وبیان منافع ومضار
محض بنا بر تسلی خاطر حاکم ست والزام کسے که او را

دو شخصوں کے درمیان حکم فرمائے مثل انعقاد نکاح یا بیع یا
اسکے مثل اور معاملہ ہو بس وہ معاملہ بمجرد حکم خود بخود منعقد
ہوتا ہے پھر کسی کو اسمیں چون وچرا کی نوبت نہیں پہنچتی ہے
چنانچہ حق جل وعلی فرماتا ہے (ترجمہ کسی مرد اور عورت ایمان
والے کو لائق نہیں جب اللہ تعالی فیصلہ کرے اور رسول کسی
امر میں پھر انکا بھی اختیار رہے) ایسے ہی عقود اور معاملات
مذکورہ بحکم امام یا نائب کہ قاضی ہے خود بخود منعقد ہوتے ہیں
کسی کو گفتگو کی مجال باقی نہیں رہتی ہے چنانچہ مسئلہ قضا یعنی
قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں جاری ہوتا ہے شروح اور
متون میں صاف صاف مرقوم ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ حکم
شرعی کا ثبوت اسکے امر سے ہوتا ہے یعنی جس طرح پر کہ کسی فعل
میں افعال سے یا کسی قول میں اقوال سے ہزار منافع اور مضار
سمجھے جائیں اور سو وجہ سے حسن یا قبح عقلاً اسمیں ثابت ہوویں
لیکن تا وقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل اسکے لزوم یا منع پر
دال نہوئے وجوب یا حرمت اس قول وفعل کا شرعاً ثابت
نہیں ہو سکتا ایسے ہی اگر کسی فعل یا قول میں ہزار طرح پر منفعت
ابواب سیاست میں معلوم ہوویں لیکن تا وقتیکہ امام یا نائب کا
حکم اسکے ساتھ ملحق نہوئے اسکو واجبات شرعیہ سے شمار نہیں
کر سکتے ایسے ہی اگر صحت دعوی یا بطلان یا ثبوت حد وتعزیر پر
ہزار دلائل ہوویں اور سو گواہ اس بارہ میں گواہی دیویں لیکن تا وقتیکہ
امام یا اسکے نائب کا حکم اسکے ساتھ نہ ملے ہرگز وہ امر پایہ ثبوت
کو نہ پہنچے بس جس طرح پر کہ احکام شرعیہ کے ثبوت کا سبب نص
نبوی ہے اور حسن وقبح عقلی کے وجوہ کا بیان مخاطبین کے
خاطر کی تسلی اور مخالفین کے الزام کے بنا پر ہے ایسے ہی
احکام عقود ومعاملات اور حدود وتعزیرات کے ثبوت کا
باعث امام اور اسکے نائب کا حکم ہے اور اظہار شہادت
شہود اور بیان منافع ومضار محض حاکم کے خاطر کی تسلی کے
واسطے ہے اور اس شخص کے الزام کی بنا پر ہے کہ اس حاکم کو

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ بناءً علیہ علماء اُمّت اطاعتِ امام در مواضعِ غیر منصوصہ بر صحتِ قیاس موقوف نداشتہ اند بلکہ اطاعتِ او را باوجودیکہ قیاسِ او ضعیف باشد واجب انگاشتہ و مخالفتِ او را اگرچہ بملاحظہ قیاسی باشد کہ اقوی و اظہر ست از قیاس او جائز نپنداشتہ و سرش ہمین ست کہ حکمش بذاتہ اصلی ست از اصولِ دین و دلیلے ست از ادلۂ شرعِ متین کہ اقوی ست از قیاسِ صحیح اگرچہ فی الحقیقت بقیاسے از قیاسات مستند باشد فاما آن قیاس اگرچہ صحیح باشد ظنّی ست و این حکم اگرچہ بنفس الامر مستند بقیاس ست اما قطعی ست مثالش آنکہ اجماع حجتِ قطعیہ ست و بسا ست کہ مستندِ اجماع در نفس الامر قیاسی می باشد یا خبرِ غیرِ مشہور و آن ہم ظنّی ست از انجملہ آنکہ حکمِ امام ہم نص حکمی ست کہ در مرتبۂ ثانیہ ست از نصِ حقیقی و اقوی ست از سائر ادلۂ شرعی چنانکہ بسیار چیز ست کہ در کتاب اللہ مسکوت عنہ ست و سنّتِ نبویہ آن را واجب یا حرام میگرداند ہمچنین بسا ست کہ چیزے بملاحظۂ دلائل کتاب و سنّت مباح و متساوی الطرفین بنظر می آید بحکمِ امام او را واجب و حرام میگردانند و از ان جملہ آنکہ تفویضِ تعیینِ احکام بر ذمۂ امام یعنی چنانکہ وقتیکہ مقدمہ از مقدماتِ دیانت یا سیاست پیش آید و مہمے از مہماتِ دین رو نماید پس اگر پیغمبر در میانِ اُمت موجود باشد بس ایشان را نمی رسد کہ بران امر مسابقت نمایند و قیل و قال را در میان خود ہا اندازند و باہم مشاورت کردہ چیزے مقرر و معین سازند و عقل و تدبیر و رائے و قیاس خود را ن بتازند

اور رسول کا اور اپنے میں سے اختیار والوں کا) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لازم پکڑو میرا طریقہ اور میرے خلیفوں راشدین ہدایت پائے ہوؤں کا) بناءً علیہ علماءِ اُمّت نے اطاعت امام کو مواضعِ غیر منصوصہ میں صحت قیاس پر موقوف نہ کہا ہی بلکہ اُسکی اطاعت کو باوجودیکہ قیاس اُسکا ضعیف ہو واجب جانا ہی اور اُسکے مخالف کو اگرچہ بملاحظہ اس قیاس کے ہو کہ اُسکے قیاس سے اظہر اور اقوی ہے جائز نہ رکھا اور بھید اسمیں یہ ہے کہ اُسکا حکم بذاتہ ایک اصل ہے اصول دین سے اور ایک دلیل ہے ادلۂ شرعیہ متین سے کہ قیاس صحیح سے اقوی ہے اگرچہ فی الحقیقت منجملہ قیاسات کسی قیاس کے ساتھ مستند ہووے لیکن وہ قیاس اگرچہ صحیح ہو ظنی ہی اور یہ حکم اگرچہ بنفس الامر میں مستند بقیاس ہے لیکن قطعی ہے مثال اُسکی یہ ہے کہ اجماع حجتِ قطعیہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اور وہ بھی ظنی ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ حکم امام بھی نص حکمی ہے کہ نص حقیقی سے مرتبہ ثانیہ میں ہی اور تمام ادلہ شرعیہ سے اقوی ہے چنانچہ بہت سی چیزیں ہیں کہ کتاب اللہ میں مسکوت عنہ ہیں اور سنّتِ نبویہ اُسکو واجب یا حرام کرتی ہے اور ایسا بھی بہت دیکھا گیا ہے کہ ایک چیز بملاحظہ کتاب و سنّت مباح اور متساوی الطرفین معلوم ہوتی ہے اور حکمِ امام اُسکو واجب اور حرام کرتا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ تفویضِ تعیینِ احکام بذمّہ امام ہے یعنی جس طرح پر کہ ایک وقت کوئی مقدمہ مقدماتِ دیانت یا سیاست سے پیش آئے اور کوئی مہم مہمات دین سے جلوہ ظہور دکھائے پس اگر پیغمبر اُمّت میں موجود ہووے تو اُنکو نہیں لائق ہے کہ اُس امر پر مسابقت کریں اور قیل و قال درمیان لائیں اور باہم مشاورت کرکے کوئی چیز معین اور مقرر فرمائیں اور اپنی عقل و تدبیر اور رائے و قیاس پر نازکریں

بلکہ باید کہ خود در آن مقدمہ سکوت نمایند و آن را بحضور
پیغمبر خود رسانند و منتظر باشند کہ او درین مقدمہ چہ حکم
میفرماید و کدام طریق مبین مینماید بالجملہ فرمانروائی منصب
اوست و فرمانبرداری مرتبہ امت۔ قال اللہ تبارک و تعالے
یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِیعٌ عَلِیمٌ ۝

ہمچنین لازم ست کہ اجرائے احکام و سرانجام مہام بسوے
امام حوالہ نمایند و با او راہ قیل و قال و بحث و جدال نپیمایند و
خود بخود در مہمے از مہمات اقدام نکنند و زبان را بحضور او
لگام دہند و رائے خود را در سرانجام مقدمات دخل ندہند و
دم استقلال بوجہ من الوجوہ با او نزنند۔ قال اللہ تبارک و
تعالی وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ
أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلِمَهُ الَّذِینَ یَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطَانَ إِلَّا قَلِیلًا ۝

بالجملہ کار و بار خلافت را بر سیاست سلاطین قیاس باید کرد
نہ بر ریاست دہاقین نکتہ رابعہ خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند
ولیعہد رسول ست و دیگر ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر
پس چنانکہ مقتضاے سعادتمندی سائر فرزندان ہمین
ست کہ انچہ مراتب پاسداری و خدمتگزاری کہ بہ نسبت والد
کردنی ست اینہمہ بہ نسبت برادر جانشین پدر بجا آرند و او را
بجاے والد خود شمارند و با او دم مشارکت نزنند بلکہ بر منصب
وزارت مصالحت کنند ہمچنین مقتضاے امامت ائمہ
ہدے ہمین ست کہ انچہ از مراتب اطاعت و اعانت
بہ نسبت پیغمبری آوردنی ست بہمون طریق

بلکہ چاہیے کہ آپ اُس مقدمہ میں سکوت کریں اور اُسکو اپنے
پیغمبر صلعم کے حضور میں پہنچاویں اور منتظر رہیں اور اس مقدمہ میں
کیا حکم فرماتا ہے اور کونسا طریق ظاہر کرتا ہے بالجملہ فرمانروائی
منصب اہل رسالت ہے اور فرمانبرداری مرتبہ اُمت فرمایا
اللہ تبارک و تعالی نے (ترجمہ اے ایمان والو نہ آگے بڑھو
اللہ تعالی کے نہ اُسکے رسول کے اللہ تعالی سے ڈرو بیشک
اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے) اسی طرح پر لازم ہے کہ
اجرائے احکام اور سرانجام مہام امام کی طرف حوالہ کریں اور
اُسکے ساتھ قیل و قال اور بحث و جدال سے نہ پیش آئیں
اور خود بخود کسی مُہم میں منجملہ مہمات پیش قدمی نہ فرمائیں اور زبان کو
اُسکے حضور میں کلام سے دُور رکھیں اور اپنی رائے کو سرانجام
مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی وجہ سے استقلال کا دم اُسکے
سامنے نہ ماریں۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالی نے (ترجمہ اور جب
اُنکے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی ظاہر کر دیتے ہیں
اُسکو اور کاش پھیر دیتے اسکو طرف رسول اللہ صلعم کے اور طرف
اختیار والوں کے البتہ جان لیتے وہ لوگ سمجھتے ہیں اسکو انمیں سے
اور نہوتا فضل اللہ کا تمپر اور رحمت اُسکی بیشک پیچھے لگتے تم
شیطان کے مگر تھوڑے) بالجملہ کار و بار خلافت کو سیاست
سلاطین پر قیاس کرنا چاہیے نہ ریاست دہاقین پر نکتہ رابعہ
خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند و ولی عہد رسول ہے اور دوسرے
ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر ہیں پس جیساکہ تمام فرزندونکی
سعادتمندی کا مقتضا یہی ہے کہ جو کچھ پاسداری اور
خدمتگزاری کے مراتب بہ نسبت والد بزرگوار کرنے چاہئیں ایسے
ہی بہ نسبت برادر جانشین پدر بجا لائیں اور اسکو بجاے والد
جانیں اور اُسکے ساتھ مشارکت اور مقابلہ کا دم نہ ماریں بلکہ
منصب وزارت پر مصالحت کریں علی ہذا مقتضاے
امامت یہی ہے کہ جو کچھ اطاعت اور اعانت کے لوازم اور
مراتب کسی پیغمبر کی نسبت اور کرنی چاہئیں اُسی طرح پر

زمام اختیار خود بدست خلیفۂ راشد بدہند و در انقیاد او ہر وجہ گردن نہند ہر چند ہر کس از ایشان در منازل وجاہت عَلَم ست و در مقامات ولایت راسخ القدم و در نزول کلام و الہام با او مشابہت میدارد و در توجہ خطاب با او مشارکت بمنصب بعثت وارسال مباہات میدارد و در فتح ابواب ہدایت با او مساوات لکن صاحب سیاست کبریٰ وخلافت عظمیٰ ہمون خلیفۂ راشد کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ست و ارباب مناصب ہدایت سائر ائمہ دین کہ ظلال انبیاء مرسلین اند از مقامے کہ منصب امامت بایشان عطا گردیدہ ازہمان مقام حکم اطاعت و اعانت او بایشان رسیدہ پس چنانکہ ہر کسے از انبیاء مرسلین با اولوالعزم در منصب امامت مشارکت می دارند و در نزول وحی مشابہت فاما چنانکہ از بارگاہ کریم مطلق مبعوث اند ازہمان بارگاہ باتباع انبیاء اولوالعزم مامور ہمچنین تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند از بارگاہ ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق بمنصب امامت رسیدہ اما ازہمان بارگاہ باعانت خلیفۂ راشد مامور گردیدہ بالجملہ معاملات ائمہ ہدیٰ را با خلیفۂ راشد از معاملہ جناب فاروق اعظم رضی با صدیق اکبر و جناب مرتضیٰ با فاروق اعظم و جناب حسن مجتبیٰ با حضرت مرتضیٰ توان دریافت کہ با وجود اتصاف کمالات روحانی و فضائل نفسانی زمام اختیار بدست خلیفۂ راشد دادند و بر اطاعت او گردن نہادند رضی اللہ عنہم اجمعین

قسم ثانی در ذکر اقسام امامت حکمیہ ۔ باید دانست کہ امامت حکمیہ در ہر کمال از کمالات مذکورہ عبارت ست از نقصان حصول معنی مشابہت با انبیاء اللہ در ان کمال با وجود تحقق علامات و آثار آن پس آثار

اپنے اختیار کی باگ خلیفۂ راشد کے ہاتھ میں دیں اور اُسکے تابعداری میں ہر وجہ سے گردن رکھیں ہر چند ہر کوئی اُن میں سے منازل وجاہت میں عَلَم ہے اور مقامات ولایت میں راسخ القدم اور نزول کلام اور الہام میں اُسکے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور توجہ خطاب میں مشارکت منصب بعثت اور رسالت میں مباہات رکھتا ہے اور فتح ابواب ہدایت میں مساوات ساتھ اُسکے ابنہیں فخر کرتا لیکن صاحب سیاست کبریٰ اور خلافت عظمیٰ وہی خلیفۂ راشد ہے کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ہے اور ارباب مناصب ہدایت جملہ ائمہ دین ہیں کہ سایۂ انبیاء مرسلین ہیں جس مقام سے کہ منصب امامت اُنکو عطا ہوا اُسی مقام سے حکم اطاعت اور اعانت اُنکو پہنچا پس جس طور پر کہ ہر کوئی انبیاء مرسلین میں سے اولوالعزم کے ساتھ منصب امامت میں مشارکت رکھتا ہے اور نزول وحی میں مشابہت اور جس طور پر کہ بارگاہ کریم مطلق سے مبعوث ہے اُسی بارگاہ سے باتباع انبیاء اولوالعزم مامور اسی طور پر تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند بارگاہ ملک علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق سے منصب امامت کو پہنچے لیکن اُسی بارگاہ سے خلیفۂ راشد کی اعانت کے واسطے مامور ہوے ۔ الحاصل معاملات ائمہ ہدیٰ کو ساتھ خلیفۂ راشد کے منجملہ معاملہ جناب فاروق اعظم رض با صدیق اکبر و جناب مرتضیٰ رض با فاروق اعظم و جناب حسن رض مجتبیٰ با حضرت مرتضیٰ معلوم کرنا چاہیے کہ باوجود اتصاف کمالات روحانی و فضائل نفسانی اپنے اختیار کی باگ خلیفۂ راشد کے ہاتھ میں دی اور اُسکی اطاعت کے واسطے گردن جھکائی رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

قسم ثانی میں اقسام امامت حکمیہ کا ذکر ہے معلوم کرنا چاہیے کہ امامت حکمیہ ہر کمال میں منجملہ کمالات مذکورہ عبارت ہے نقصان حصول معنی مشابہت با انبیاء اللہ سے اُس کمال میں باوجود تحقق علامات اور آثار اُسکی کے پس آثار اور

وعلاماتِ امامت درین صورت موجودست وحقیقتِ آن مفقود هرچند انچه از اقسامِ امامت حقیقیه در قسمِ اول مذکور گردیده محاذی همه آن اقسامِ امامت حکمیه است پس چنانکه اقسامِ امامتِ حقیقیه بیشمارست همچنین اقسامِ امامتِ حکمیه بیحد وحصار اما تفصیل آن همه اقسام مقصود درینمقام نیست بلکه مقصود درینمقام بیان امامت حکمیه در بابِ سیاست ست پس پس میگویم که فقدانِ امامتِ حقیقیه در بابِ سیاست وحدوث وامامت حکمیه در آن بسببِ امتزاجِ سیاستِ سلطانی ست باسیاستِ ایمانی پس قدریکه سیاستِ سلطانی در سیاستِ ایمانی راه خواهد یافت همون قدر امامتِ حقیقیه مغلوب خواهد گردید وامامتِ حکمیه غالب وخلافتِ راشده روپوش خواهد شد وسلطنتِ ظاهره در خروش پس سیاستِ ایمانی وسیاستِ سلطانی را بمنزلهٔ آبِ شیرین وآبِ شور تصوّر توان کرد پس هر قدر که آبِ شور را بآبِ شیرین آمیخته کنند همان قدر لذّتِ آبِ شیرین پنهان خواهد گردید وحدتِ آبِ شور نمایان پس چنانکه مراتبِ اختلاطِ آبِ شور بآبِ شیرین متفاوت که تفاوت در تغیرِ ذائقهٔ آبِ شیرین بر طبقِ آن هویدا خواهد گردید همچنین مراتبِ اختلاطِ سیاستِ سلطانی باسیاستِ ایمانی متفاوتست که تفاوتِ مراتبِ تغیرِ خلافتِ راشده بحسبِ آن پیدا خواهد شد تفصیلش اینکه اختلاطِ آبِ شور بآبِ شیرین بر چهار مرتبه متصوّر می شود اوّل آنکه قدرے قلیل از آبِ شور بقدرے کثیر از آبِ شیرین وصاف وسرد بوجهے مختلط شود که هیچ تلخی وتیزی در ذائقه آبِ شیرین ظاهر نگردد فاما لطافت ونفاستِ او معدوم شود پس لطیف طبعانِ نازک مزاج البته آبِ مذکور را پسند نخواهند کرد وهمچنین کسے که بخوردنِ آبِ شیرین خالص معتادست آبِ متغیرِ مذکور بر طبیعتِ او ناگوار خواهد گردید فاما تشنه را

علامات امامت اس صورت میں موجود ہیں اور حقیقت اُسکی مفقود ہے امامتِ حقیقیہ کے اقسام قسمِ اول میں مذکور ہوے یہاں اقسام امامتِ حکمیہ کا ذکر کیا جاتا ہے پس جس طور پر کہ امامتِ حقیقیہ کے اقسام بیشمار ہیں ایسے ہی امامتِ حکمیہ کے اقسام بیحد وحصار ہیں اُن جملہ اقسام کی تفصیل اس مقام میں مقصود نہیں بلکہ مقصود اس مقام میں بیان امامت حکمیہ در بابِ سیاست ہے اور پس پس میں کہتا ہوں کہ امامت حقیقیہ کا فقدان باب سیاست میں اور امامت حکمیہ کا حدوث اُس میں سیاست سلطانی کے امتزاج کے باعث ہے سیاست ایمانی کی جسقدر کہ سیاستِ سلطانی سیاست ایمانی میں راہ پائیگی اُسی قدر امامتِ حقیقیہ مغلوب ہوجائیگی اور امامت حکمیہ غالب اور خلافتِ راشدہ روپوش ہوگی اور سلطنتِ ظاہرہ درخروش پس سیاست ایمانی اور سیاست سلطانی کو بمنزلہ آب شیریں اور آب شور خیال کرنا چاہیے یعنی جس قدر کہ آبِ شور کو آبِ شیریں کے ساتھ ملائیں اُسی قدر آبِ شیریں کی لذت پنہاں ہووے اور آب شور کی حدت نمایاں پس جس طور پر کہ آب شور کی آب شیریں کے ملنے کے ساتھ میں تفاوت مراتب ہے ایسے ہی مراتب اختلاط سیاستِ سلطانی یا سیاستِ ایمانی میں تفاوت ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آب شور کی آب شیریں کے ساتھ ملنا چار مرتبہ پر متصور ہوتا ہے اوّل یہ ہے کہ تھوڑا سا آب شور بہت سے آب شیریں اور صاف اور سرد میں اس طور پر مختلط ہو کہ کسی قدر بھی تلخی اور تیزی ذائقہ آبِ شیریں میں ظاہر نہووے لیکن لطافت اور نفاست اُسکی معدوم ہووے پس لطیف طبیعت نازک مزاج البتہ آبِ مذکور کو پسند نکرینگے اور ایسے ہی جو شخص کہ آبِ شیریں خالص کے کھانے کا عادی ہے آب متغیر مذکور اُسکی طبیعت پر ناگوار گزرے گا لیکن تشنہ کو

سیراب خواهد کرد و نباتات را شاداب و جمیع اصناف طعام از و پخته خواهد گردید و جمیع اصناف پارچه از و شسته پس این آب مذکور اگرچه فی الحقیقت از جنس آب خالص نیست فاما در آثار همرنگ اوست و در منافع همسنگ دوم آنکه بجدے مخلوط شود که تلخی و تیزی در ذائقهٔ او بوجهے نمایان گردد که خوردن آن بر طبیعت هر کس و ناکس ناگوار شود و کراهت ذائقهٔ او آشکار فاما التهاب سوزش تشنگی از و زائل می تواند شد و تسکین سوزش تفتگی از و حاصل و در دیگر منافع هم یک گونه تغیرے راه خواهد یافت و تلخی او در اطعمه هم یک گونه خواهد شتافت و جامه هم از کدورت چرک بالکل پاک نخواهد گردید و سرسبزی نباتات هم بکمال رونق نخواهد رسید مرتبهٔ ثالث آنکه آب شور با آب شیرین بجدے مختلط شود که تلخی و حدت بوجهے ظاهر و باهر گردد و حلاوت و لذت بوجهے مختلف شود که او را اهل عرف آب شور بدانند گو که هر چند عند الضرورت در حوائج خود استعمال نمایند و مهما امکن از و بگریزند و از استعمال او پرهیزند و جامهاے نفیسه از و نشویند و سیرابی اشجار لطیفه از و نجویند اگرچه بعضے از نباتات کثیفه را مثل درخت تماکو از و آب دهند و عند الاضطرار بوجه من الوجوه استعمال کنند مرتبهٔ رابع آنکه آب شور با آب شیرین بجدے مختلط شود که بالکل بسان آب دریائے شور محض تلخ گردد و شیرینی از اصل زائل شود و منافع آب بالکل باطل و اگر کسے او را بجبر و اکراه در حاجتے از حوائج خود استعمال هم کند هرگز حاجت او اصلا حاصل نشود و منفعت مقصود بوجه من الوجوه برو مترتب نگردد مثلاً اگر برائے تسکین تشنگی بخورد سوزش تشنگی دوبالا گردد و اگر درختے را باو

سیراب کریگا اور نباتات کو شاداب اور ہر قسم کے کھانے اُس سے پختہ ہونگے اور ہر قسم کے کپڑے اُس سے دھوئے جائینگے پس یہ آب مذکور اگرچہ فی الحقیقت از جنس آب خالص نہیں لیکن آثار میں اُسکے ہمرنگ ہے اور منافع میں ہمسنگ مرتبہ دوم یہ ہے کہ اُس درجہ کو مخلوط ہو کہ تلخی اور تیزی اُس کی ذائقہ میں ایسے وجہ پر ظاہر ہووے کہ کھانا اُسکا ہر کس و ناکس کی طبیعت پر ناگوار ہو اور اُسکے ذائقہ کی کراہت آشکار ہو لیکن شورش تشنگی اُس سے زائل ہو سکے اور تسکین سوزش تفتگی اُس سے حاصل ہو اور اور منافع میں بھی ایک قسم کا تغیر راہ پاوے اور اُسکی تلخی کھانوں میں بھی کسی قدر پائی جائے اور کپڑا بھی کدورت چرک سے بالکل پاک نہووے اور سرسبزی نباتات بھی کمال رونق کو نہ پہنچے مرتبہ سوم یہ ہے کہ آب شور آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کا اختلاط قبول کرے کہ تلخی اور حدت ایسی وجہ پر ظاہر و باہر ہو اور حلاوت اور لذت ایسی طور پر مختلف ہو کہ اُسکو اہل عرف آب شور جانیں گو کہ ہر چند وقت ضرورت اپنے حوائج میں استعمال کریں اور حتی الامکان اُس سے بچیں اور اُسکے استعمال سے پرہیز اختیار کریں اور جامہ ہائے نفیسہ اُس سے نہ دھوویں اور سیرابی اشجار لطیفہ اُس سے نہ چاہیں اگرچہ بعض نباتات کثیفہ کو مثل درخت تماکو کو اُس سے پانی پہنچائیں اور عند الاضطرار بوجہ من الوجوہ اُسکو استعمال میں لائیں مرتبہ چہارم یہ ہے کہ آب شور آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کو ملے کہ بالکل بسان آب دریاے شور محض تلخ ہو اور شیرینی اصل سے زائل ہووے اور منافع آب بالکل باطل ہوئے اور اگر کوئی اسکو بجبر و اکراہ کسی حاجت میں حوائج سے استعمال بھی کرے ہرگز حاجت اُسکی بر نہ آئے اور منفعت مقصود بوجہ من الوجوہ اُس پر مترتب نہووے مثلاً اگر تشنگی کی تسکین کے لیے کھاوے سوزش تشنگی زیادہ بڑھ جائے اور اگر کسی درخت کو اُس سے

آب بدہد درخت مذکور از اصل سوزد و اگر طعامے باو بپختہ کند
طعام مذکور محض خام باند و اگر طعام مذکور بخورد ہر آئینہ مضرت
باو رساند پس درین صورت از جنس آب شیرین بالکل خارج شد
جائیکہ مثل این آب موجود ست طالبین آب را توان گفت
کہ آب اینجا مفقود ست اگر مسافرے مثل این آب با خود
خواہد داشت بلاریب در میدان بے آب از شدتِ تشنگی
جان خواہد باخت چون این تمثیل واضح گردید پس بر اصل
کلام بیائیم و در تفصیل مراتب امامتِ حکمیہ زبان بکشائیم
پس بگوئیم اصل این آزار و تخم این خار نقصان ست در مقام
عبودیت چنانکہ در ذاتِ بابرکات امام حقیقی صفتِ نبوّتِ
تامہ می نہند کہ محض رضاے ربانی را قبلہ ہمت خود ساختہ
وہواے نفسانی بالکل پس پشت انداختہ از استیفاے
لذائذ خود محض پاک ست و در طلبِ رضاے مولاے خود
بغایت چست و چالاک از مقتضیاتِ نفس بالکل دست بردار
است و از اتباع ہوا و ہوس محض بیزار از درون و برون
برنگ استقامت رنگین ست و بوزنِ مناسب سنگین از
ہر جانب چشم خود بستہ و از ہر سو پائے خود شکستہ رو بروے
مولاے خود نشستہ ست و علائق ماسوے اللہ رگسستہ
و از محبت غیر وارستہ کہ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ
وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ
بیانِ شانِ اوست ومن کان الله و رسوله
احب الیه مما سواهما تفصیل حالِ او بناءً علیه
وقتیکہ منصب خلافت میرسد در ابواب سیاست محض بنا بر اصلاح
حال عباد اللہ و اداے حقوق نیابت رسول اللہ مشغول می شود نہ
آرزوے حصول منفعتے بہ نسبت ذات خود در دل او میگذرد

پانی پہنچاوے درخت مذکور اصل سے جل جاوے اور اگر کوئی
کھانا اُس سے پکائے محض خام رہجاوے اور اگر طعام مذکور کو
نوش فرمائے کچھ نفع نہ اُٹھائے بلکہ مضرت پہنچائے پس
اس صورت میں یہ پانی جنسِ آب شیریں سے بالکل خارج
ہوا جس جگہ کہ ایسا پانی موجود ہے طالبینِ آب سے کہنا چاہیے
کہ آب یہاں مفقود ہے۔ اگر کوئی مسافر ایسا پانی اپنے ہمراہ
رکھے کا بلاریب میدان بے آب میں شدتِ تشنگی سے ذائقہ
موت چکھے گا۔ جب کہ یہ تمثیل واضح ہوئی تو اصل کلام کیطرف
آتے ہیں ہم اور تفصیلِ مراتب امامتِ حکمیہ میں زبان کو چاشنی
پہنچاتے ہیں ہم اور سناتے ہیں ہم کہ اس آزار کی اصل اور اس
خار کا تخم مقامِ عبودیت میں نقصان ہے چنانچہ ذاتِ بابرکات
امامِ حقیقی میں نبوّتِ تامہ کی صفت رکھی ہے کہ محض رضائے
ربانی کو اپنی ہمّت کا قبلہ بناکر اور ہوائے نفسانی کو بالکل
پس پشت ڈال کر استیفائے لذائذ سے سراپا پاک ہے اور
طلب رضائے مولیٰ میں بغایت چست و چالاک ہے
خواہش نفسانی سے بالکل دست بردار ہے اور اتباع ہوا
وہوس سے محض بیزار ظاہراً و باطناً برنگ استقامت رنگین ہے
اور بوزنِ مناسب سنگین ہر طرف سے چشم بستہ ہے اور ہر
جانب سے پائے شکستہ ہر وقت دمدار یار سے دل شاد ہے
اور علائق ماسوا اور محبت غیر سے متنفر اور آزاد ہے (ترجمہ
جسنے دوستی کی اللہ کے واسطے اور دشمنی کی اللہ کے لیے
اور دیا اور نہ دیا اللہ کے واسطے بیشک اُسنے ایمان پورا کیا)
اُسکی شان کا بیان ہے (ترجمہ اور جو کوئی کہ ہووے
اللہ اور رسول محبوب تر اسکو سوائے ان دونو کے)
اُسکے حال کی تفصیل ہے بناءً علیہ جس وقت کہ منصب خلافت
پر پہنچتا ہے ابواب سیاستِ محض میں بندگانِ خدا کی صلاحیت
اور ادائے حقوق نیابت میں مشغول ہوتا ہے حصول منفعت کی
آرزو اُسکی ذات کی نسبت اُسکے دل میں کبھی آتی نہیں

ونہ غبار مضرتے بدامن ہمتِ او میرسد مشارکتِ ہوائے نفسانی را در اطاعتِ ربانی از قبیلِ شرک میدارد و تمنّیِ حصولِ مقصدے بجز رضائے حق بہ نسبتِ دل اخلاص منزل خود از جنسِ جرک میشمارد پس لابد چیزے غیر از تربیتِ بندگانِ الٰہی او را نہ در ظاہر مطلوب باشد نہ در دل مرغوب لہذا امر یکہ باعثِ انحراف از قوانینِ سیاستِ ایمانی باشد و باعثِ میلانِ او بہ آئینِ سیاستِ سلطانی گردد اصلاً و مطلقاً در پیش نخواہد آمد بلکہ آرزوئے مثل این امرِ قبیح ہم در دلِ او خطور نخواہد کرد و او را ہیچ امرے از امورِ نفسانی ازین راہ ہیچگونہ نخواہد برد اما امامِ حکمی از انسکہ مقتضیاتِ نفسانیہ بالکل منزہ نیست و از علائقِ ماسوی اللہ بالکل مبرا نہ بنا علیہ آرزوئے حصولِ مال و منال و جاہ و جلال و تفوق بر اخوان و اقران و تسلّط بر امصار و بلدان و پاسداریِ اصدقا و اقربا و بدخواہیِ مخالفین و اعدا و استیفاء لذاتِ جسمانیہ و مرغوباتِ نفسانیہ در دلِ او میماند بلکہ این امورِ مذکورہ را طلب ہم مینماید و ابوابِ سیاست را وسیلۂ حصولِ مقاصدِ خود میگرداند و طریقِ حکومت الحکمتِ عملی تمنائے قلبی خود میرساند و ہمین ست سیاستِ سلطانی کہ ابوابِ سیاست را بنا بر جلبِ منافع و دفعِ مضار خود اجرا نماید پس ہمین آرزوئے استیفائے لذاتِ جسمانیہ مذکورہ وقتیکہ با سیاستِ ایمانی مختلط میشود ہمون خلافتِ راشدہ مخفی میگردد و سیاستِ ظاہرہ برملا و این طلبِ لذاتِ نفسانیہ متفاوت میشود بحسبِ اختلافِ اشخاص ہمین ہوا و ہوس بر بعضے اشخاص بحدے غالب میشود کہ ایشان را از دائرۂ دین و ایمان برمی کشد و بر بعضے ہمین قدر تسلط می شود کہ بحد فسق و فجور میرسد و بہ بعضے ہمین قدر گزند میرساند کہ ایشان را در سلکِ بوالہوسان آرام طلب منسلک میگرداند پس اختلاطِ این ہوا و ہوس را با سیاستِ ایمانی بر چہار مرتبہ باید فہمید مرتبۂ اول آنکہ

غبار مضرت کے خیال کو اُسکے دامنِ ہمت تک رسائی نہیں۔ مشارکتِ ہوائے نفسانی کو اطاعتِ ربانی میں از قبیل شرک جانتا ہے تمنائے حصولِ مقصد کو بجز رضائے حق اپنے دلِ اخلاص منزل کی نسبت از جنسِ جرک پہچانتا ہے جو چیز کہ بندگانِ الٰہی کے منافی ہے بالضرور اُسکو نہ ظاہر میں مطلوب ہے اور نہ دل میں مرغوب فلہذا جو امر کہ قوانینِ سیاستِ ایمانی سے انحراف کا باعث ہو اور آئینِ سیاستِ سلطانی کی طرف میلان کا سبب ہو اُس سے اصلاً و مطلقاً در پیش نہ آئیگا بلکہ اس امرِ قبیح کی آرزو کا خطرہ بھی اُسکے دل میں نہ گزریگا اور اسکو کوئی امر منجملہ امورِ نفسانی اس راہِ حقانی سے دوسری طرف نہ لیجائیگا لیکن امامِ حکمی از انسکہ مقتضیاتِ نفسانی سے بالکل منزہ نہیں اور علائقِ ماسوی اللہ سے مبرا نہیں اسلیے آرزوئے حصولِ مال و منال و جاہ و جلال اور تمنائے تفوقِ اخوان و اقران اور تسلّط امصار و بلدان اور پاسداری اصدقا و اقربا اور بدخواہی مخالفین و اعدا اور استیفائے لذاتِ جسمانیہ اور مرغوباتِ نفسانیہ اسکے دل میں رہتی ہے بلکہ ان امورِ مذکورہ کا طالب بھی ہوتا ہے اور ابوابِ سیاست کو اپنے حصولِ نفع اور دفعِ ضرر کی بنا پر جاری کرتا ہے پس یہی لذاتِ جسمانیہ کے پورے حاصل ہونے کی آرزو جس وقت سیاستِ ایمانی کے ساتھ مختلط ہوئی وہی خلافتِ راشدہ مخفی اور سیاستِ ظاہرہ برملا ہوتی ہے اور یہ طلب لذاتِ نفسانیہ بحسبِ اختلافِ اشخاص متفاوت ہوتی ہے یہی ہوا و ہوس بعض اشخاص پر اُس درجہ کو غالب ہوتی ہے کہ اُسکو دائرۂ دین و ایمان سے نکالتی ہے اور بعض پر اسی قدر غالب آتی ہے کہ حدِ فسق و فجور کو پہنچاتی ہے اور بعض کو اسی قدر گزند پہنچاتی ہے کہ سلکِ بوالہوسانِ آرام طلب میں منسلک کرتی ہے سو اس ہوا و ہوس کا اختلاط سیاستِ ایمانی کے ساتھ چار مرتبہ پر خیال کرنا چاہیے مرتبۂ اول یہ ہے کہ

طالب لذّاتِ نفسانی باشد باوجود پاسداری ظاہر شرع یعنی ظاہرِ شرع را از دست ندہد و براہ اہل فسق و فجور و اربابِ تعدی و جور نرود اما مساعی راحت رسانی نفس خود بوجہے بجا آرد کہ ظاہر شرع آن را از مباحات می شمارد و این را سلطنت عادلہ میگوئیم و مرتبۂ ثانیہ آنکہ طلبِ لذائذ نفسانی و خواہشِ راحتِ جسمانی آن قدر غلبہ کند کہ گاہ گاہ باستیفار لذات از حیطۂ ظاہر شرع بیرون شود و براہ فاسقانِ بیباک و ظالمانِ سفّاک رود و باز بران ندامت نکشد و ازان تائب نگردد و این را سلطنت جابرہ میگوئیم و مرتبۂ ثالثہ آنکہ اتباع نفس بر وے بحدے غالب شود کہ فاسق یگانہ گردد و عیاشی زمانہ دادِ تکبر و تجبر دہد و بنیادِ ظلم و تعدی نہد در دقائقِ تعیش فکر نماید و مراتبِ تفرج را بکمال رساند و قوانین فسق و فجور و آئین تعدی و جور در مقابلہ ملت و شواہد سنت فراہم آرد و آن را از جنسِ ہنر و کمال خود شمارد و این را سلطنتِ ضلالت میگوئیم مرتبۂ رابعہ آنکہ آئین ساختہ و پرداختہ خود را بر قوانینِ شرع متین ترجیح دہد و راہ و روشِ ملت و سنت را اہانت نماید و بہ رد و قدح و اعتراض و استہزار بران متوجہ گردد و محاسن و منافع آئین شمارد و شرع را محض ہرزہ گردی و بیہودہ سرائی مثل سخنانِ عام فریب میدارد و احکامِ ملکِ علام و سنتِ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام را از جنس مزخرفات احمق فریب و نادان پسند قرار دہد و بنیاد الحاد و زندقہ نہد و این را سلطنت کفر میگوئیم پس این مراتب چہارگانہ را در ضمن تنبیہاتِ اربعہ ذکر مینمائیم

تنبیہِ اول در ذکرِ سلطنتِ عادلہ

باوجود پاسداری ظاہرِ شرع طالب لذاتِ نفسانی ہو یعنی ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہ دیوے اور اہل فسق و فجور اور ارباب تعدی و جور کا طریق نہ اختیار کرے لیکن اپنے نفس کی راحت رسانی کا سامان ایسے طور پر بجالائے کہ ظاہر شرع اُسکو مباحات سے جانے اور اسکا ہم سلطنت عادلہ نام رکھتے ہیں مرتبۂ ثانیہ یہ ہے کہ لذائذ نفسانی کی طلب اور راحتِ جسمانی کی خواہش اُس قدر غلبہ کرے کہ کبھی کبھی حصول لذائذ کی وجہ سے احاطہ ظاہر شرع سے باہر جائے اور فاسقان بے باک اور ظالمان سفاک کی راہ کیطرف قدم رکھے اور پھر اُسپر ندامت کا خیال نکرے اور اُس فعل ناشائستہ سے تائب نہووے اسکو ہم سلطنت جابرہ کہتے ہیں مرتبۂ ثالثہ یہ ہے کہ اتباع نفس اُسپر اُس حد تک غالب ہووے کہ فاسق یگانہ ہو جاوے اور عیاشی زمانہ بجائے دادِ تکبر و تجبر دے اور بنیادِ ظلم و تعدی قائم کرے دقائق تعیش میں فکر کرے اور مراتب تفرج کو کمال پر پہنچاوے قوانین فسق و فجور اور آئین جور و ستم کو مقابلہ ملت اور شواہد سنت میں فراہم کرے اور اُسکو اپنے ہنر و کمال کی جنس سے شعار کرے اسکو سلطنت ضلالت کہتے ہیں مرتبۂ رابعہ یہ ہے کہ اپنے بنائے ہوئے اور تراشے ہوئے آئین کو قوانین شرع متین پر ترجیح دے اور ملت و سنت کی راہ روش کی اہانت کرے اور بکمال رد و قدح اور اعتراض اور استہزا کے ساتھ اُسپر متوجہ ہووے اور اپنے آئین کی خوبیاں اور اُسکے منافع بیان کرے اور شرع شریف کو محض ہرزہ گردی اور بیہودہ سرائی مثل سخنانِ عام فریب تصور کرے احکام حضرت ملک علام اور سنت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از جنس مزخرفات احمق فریب نادان پسند قرار دے اور الحاد و زندقہ کی بنیاد جمائے اسکو سلطنت کفر کہنا چاہیے پس ان مراتب چہارگانہ کو تنبیہات اربعہ کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں

تنبیہ اول سلطنتِ عادلہ کے بیان میں

باید دانست کہ مراد از سلطانِ عادل درین مقام آنست
کہ حُب ازدیادِ جاہ وجلال وعزّ واقبال وآرزوے
حصول معنی امتیاز درمیان اقران واخوان وتمنّاے
منصب تسلّط برقریٰ وبلدان وخواہشِ فرمانروائی
وکشورکشائی وتفوق براصاغر واکابر واجتماع جنود
وعساکر وبقاء نام ونشان تاانقضاے ادوار وازمان
ووفورِ خزائن ودفائن وخیالِ پرورشِ دوستان
وسرزنشِ دشمنان وہوسِ استیفارِ لذّاتِ نفسانی و
درجاتِ جسمانی ازعماراتِ بلند وبساتینِ طبیعت پسند
واطعمۂ لذیذہ والبسۂ نفیسہ واسپہاے خوش رفتار
واسلحۂ کارزار ودیدنِ بہارِ گلعذار وچیدنِ میوہ ہاے
اشجار ومعاشرتِ معشوق نازانداز ومصاحبت
محبوباتِ طناز وعقدِ محافلِ طرب ونشاط ومجالسِ
سرور وانبساط ومجالستِ ہمنشینانِ سخن سنج وبسر کردن
عمرے بے کلفت ورنج وامثال این امور از قسم ہوا و
ہوس در دل بیدارد وآن را ثمرۂ سلطنتِ خود می شمارد
وطلبِ آن بہر وجہ میکند ودرجستجوے آن بہر سو میدود
امادر استیفارِ لذاتِ مذکورہ ظاہرِ شرع از دست نمیدہد و
در تمامی این تکاپو دراثناے این جستجوے از احاطۂ دینِ
متین قدم بیرون ننہد بالجملہ اقتضاے نفسِ امّارہ او را بآن
حد نمیکشد کہ از راہ ظاہرِ شرع سرا را دور تر برد تفصیلش آنکہ بسیارے
از احکام اعمال واموال در شرع برراے امام مفوض میباشد
دران مقدمات کہ در شرع شریف حکمے مصرح نیست
بلکہ انچہ امام وقت دران مقدمات حکم فرماید
ہمان ست حکمِ شرع اما احکامیکہ متعلق باافعال ست

جاننا چاہیے کہ مراد سلطان عادل سے اس مقام میں وہ ہے کہ
جاہ وجلال کی زیادتی کی تمنا او عزت واقبال کی خواہش
اور عزیز واقارب میں بڑے ہونے کا خیال اور گانوں اور
شہروں پر تسلط کرنے کی حسرت اور فرمانروائی اور کشورکشائی
کی رغبت اور چھوٹوں بڑوں پر تفوق کا ارماں اور بڑے
بڑے لشکروں کی اجتماع کا دھیان اور نام ونشان کے بقا
کی ہوس اور زمانے کے ہمیشہ رہنے کی حرص اور خزائن او
دفائن کی زیادتی کا تردد اور دوستوں کی پرورش اور
دشمنوں کی سرزنش کا خیال اور لذات نفسانی وجسمانی
کے فوت ہونے کا ملال اور عمارات بلند وبساتینِ دل پسند کا
ہروقت دل میں اندیشہ اور طعمہ ہائے لذیذہ اور لباس ہائے
نفیسہ کا دل میں خطرہ اور اسپہائے خوش رفتار اور اسلحۂ
کارزار کی دوستی اور بہار گلزار کے دیدار کی حُب اور
درختوں کے میوے چُننے کی خواہش اور معشوقانِ سراپا ناز
کی ہوا وہوس اور محافلِ طرب ونشاط اور مجالسِ سرور و
انبساط کا تعلق اور ہم نشینانِ سخن سنج کا تعلق اور عمر کو
ہمیشہ بے کلفت ورنج میں بسر کرنے کا حیلہ اور ان کے
مثل بہت سے امور دل میں رکھتا ہے کہ اسکو اپنی سلطنت کا
ثمرہ جانتا ہے اور اُسکی طلب ہر وجہ پر کرتا ہے اور اُسکی جستجو
میں ہر طرف دوڑتا ہے لیکن استیفائے لذاتِ مذکورہ میں
ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور باوجود امورِ
مذکورہ کے جستجو کے احاطۂ دین متین سے قدم باہر نہیں رکھتے
بالجملہ نفسِ امارہ کی خواہش اُسکو اس حد تک نہیں کھینچتی ہے
کہ شرع سے اُسکو دُور لیجائے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اکثر
اعمال اور اموال کے احکام شرع شریف میں رائے امام پر
اُن مقدمات میں سونپے جاتے ہیں کہ شرع شریف میں کوئی
حکم مصرح نہیں بلکہ جو کچھ امام وقت اُن مقدمات میں حکم فرمائے
وہی حکم شرع ہے لیکن وہ احکام کہ افعال کے ساتھ متعلق ہیں

شل تعیینِ مقدار تعزیر چه گناہیکه حد شرعی بران
معین نیست طریق تعزیر آن مفوض ست برراے امام
بساست که جرمے واحد از چند کس صادر گردیده وامام
وقت یکے را ضرب وحبس میفرماید ودیگرے را تذلیل
وتشہیر ودرحق کسے بسلبِ منصبِ او اکتفا میفرماید
ودرحق دیگرے بر مجرد اظہارِ بے اعتنائی واین ہمه
راست ودرست ست ودر ظاہر شرع جائز حکمِ او درین
مقدمات واجب الادا است واعتراض برو خارج از
ایمان ست وازان جمله است تفویض خدمات که یکے را
به پایهٔ بلند میرساند ودیگرے را فروتر ازان وکسے را در
پہلوے خود می نشاند ودیگرے را بعید تر ازان وکسے را
افسرِ افسران می گرداند ودیگرے را از احادِ سپاہیان ودرین
مقدمات اعتراضے از جانب شرع برو متوجه نیست وملامتے
باو عاید نه بلکه ہرکه در امثالِ این مقدمات برو اعتراض
نماید وزبان طعن برو کشاید ہمانست عاصی مردود و
باغی مطرود وازان جمله است قتل سیاست یعنی بعضے
اقسام جرم ست که اگر آن جرم از شخصے صادر گردید پس
ہرچند صدورِ جرمِ مذکور خواہ مخواہ شرعاً مقتضی قتل
او نیست فاما اگر راے امام بقتلِ او امر فرماید پس امام
را جائز ست که او را بقتل رساند وازان جمله است
ابواب صلح وجنگ بسا کافر مرید وجابر عنید ست که امام
باو راه مساہلت می پوید وبسا مومن عاصی ومسلم باغی ست
که امام باو جنگ میجوید کسے را باو درین مصالحت ومحاربت
مجال قیل وقال نیست ومحل بحث وجدال نه
آما احکامے که متعلق باموال است پس تفصیلے دارد بس طویل

شل تعیین مقدار تعزیر کیونکہ جو گناہ کہ حد شرعی اُسپر متعلق نہیں
اُسکے تعزیر کا طریق راے امام پر مفوض ہے بسا اتفاق ہوا کہ
ایک جرم چند آدمیوں سے صادر ہوا اور امام وقت ایک کو
ضرب اور حبس فرماتا ہے اور دوسرے کو تذلیل وتشہیر
کرتا ہے اور کسی کے حق میں اُسکے سلب منصب پر اکتفا
فرماتا ہے اور کسی کے حق مجرد اظہار پر بے اعتنائی
کام میں لاتا ہے اور یہ سب راست و درست ہے اور
ظاہر شرع میں جائز حکم اُسکا ان مقدمات میں واجب الادا
ہے اور اعتراض اُسپر خارج از ایمان ہے۔ اور از انجملہ تفویض
خدمات ہے کہ ایک کو پایہ بلند پر پہنچاتا ہے اور دوسرے کو
اُس سے کم مرتبہ دیتا ہے اور کسی کو اپنے پہلو میں بٹھاتا ہے
اور کسی کو اُس سے دور جاے دیتا ہے اور کسی کو افسر افسراں
گردانتا ہے اور کسی کو سپاہیوں میں سے ایک سپاہی
مانتا ہے سو ان مقدمات میں کوئی اعتراض جانب شرع سے
اُسپر وارد نہیں ہوتا ہے اور کوئی ملامت اُسکی طرف عائد
نہیں ہوتی بلکہ جو کوئی ایسے مقدمات میں اُسپر اعتراض کرے
اور زبان طعن اُسپر کھولے وہی عاصی مردود اور باغی
مطرود ہے۔ اور از انجملہ قتل سیاست ہے یعنی بعض
قسم کے جرم ہیں اگر وہ جرم کسی شخص سے صادر ہووے
پس ہرچند اُس جرم مذکور کا صادر ہونا خواہ مخواہ شرعاً اُسکے
قتل کا مقتضی نہیں لیکن اگر راے امام اُسکے قتل کے واسطے
امر فرماوے تو امام کو جائز ہے کہ اُسے قتل کو پہنچاوے۔ اور
از انجملہ ابواب صلح وجنگ ہیں بہت سے کافر مرتد اور جابر
عنید ہیں کہ امام اُسکے ساتھ نرمی کی چال چلتا ہے اور بہت سے
سرکش مومن عاصی اور مسلمان باغی ہیں کہ امام اُنکے جنگ وجدل کے
ساتھ کان ملتا ہے سو کسی کو اُسکے ساتھ اس مصالحت اور
محاربت میں مجال قیل وقال نہیں اور محل بحث وجدال نہیں
لیکن جن احکام کا تعلق اموال کے ساتھ ہے اُنکی تفصیل بہت طویل ہے

این قدر بالاجمال درین مقام باید شنید که در صرفِ مال بیت المال سوائے تقسیمِ غنیمت رعایتِ مساواتِ جمیعِ مسلمین بر ذمۂ او واجب نیست یکے را از ہزاراں ہزار دراہم و دنانیر بمشت می بخشد و دیگرے را یک خرمُہرہ ہم نمی دہد حالانکہ آن محروم را نہ دعوائے استحقاقے برامام میرسد و نہ ایرادِ اعتراضے بلکہ کسے کہ در امثالِ این مقدمات برو معترض شود و دستِ خود از اطاعتِ او بیرون کشد پس ہمان ست از بارگاہِ حق طرید و از مساحتِ قرب بعید بالجملہ امثالِ این مقدمات و اشباہِ این معاملات کہ بر رائے امامِ وقت مفوض ست بسیار از بسیار ست کہ نمونہ ازان درین مقام ذکر کردہ شد و ان شاء اللہ اکثر ابواب این معاملات مع دلائل و شواہد در باب ثانی و ثالث بالاستیعاب مذکور خواہد گردید و مقصود درین مقام آنست کہ خلیفہ راشد ہم در مقدمات مذکورہ خود را دخل میدہد و سلطان عادل ہم آما تصرفاتِ خلیفہ راشد مبنی ست بر تربیتِ بنی آدم و اصلاحِ حالِ عالم و امتثالِ احکامِ ربانی و اتباعِ الہامِ رحمانی این معاملاتِ گوناگون و مقدماتِ بوقلمون کہ ازو صادر میگردد و این احکامِ رنگارنگ کہ ازو ظاہر می شود ہمہ بملاحظہ انتظامِ اُمّت و انتفاعِ ملت ست اگر کسے را اکرام فرماید نہ بنا بر پاسداریِ علاقہ صداقت و قرابتِ اُمّت و اگر دیگرے را اہانت می نماید نہ بنا بر انتقامِ مخالفت و عداوت ہر چیزے را کہ باعثِ انتظامِ امت و انتفاعِ ملت می انگارد ہمون را بجان و دل بجامی آرد و ہر کس را کہ لائقِ خدمتے می پندارد خدمتِ مذکورہ باوے می سپارد خواہ محب صمیمی باشد خواہ عدو قدیمی

اس قدر بالاجمال اس مقام میں سُن لینا چاہیے کہ صرفِ مال بیت المال میں سوائے تقسیمِ غنیمت تمام مسلمانوں کی مساوات کی رعایت اسکے ذمہ پر واجب نہیں کسی کو ہزاروں دراہم و دینار ایک مشت بخشتا ہے کسی کو ایک خرمُہرہ بھی نہیں دیتا ہے حالانکہ اُس محروم کو نہ دعوائے استحقاق امام پر پہنچے اور نہ اُسپر اعتراض کی گنجائش بلکہ جو کوئی ان جیسے مقدمات میں اُسپر معترض ہوتا ہے اور اپنے ہاتھ کو اُسکی اطاعت سے باہر کھینچتا ہے وہی بارگاہ حق سے طرید ہے (نکالا ہوا) اور مساحت قریب سے بعید بالجملہ اس قسم کے مقدمات اور اس طرح کے معاملات کی رائے امام وقت پر مفوض ہیں بسیار از بسیار ہیں کہ اُن میں سے نمونے کے طور پر اس مقام پر مذکور ہوئے اور ان شاء اللہ ان معاملات کے اکثر ابواب مع دلائل و شواہد باب ثانی اور ثالث میں بالاستیعاب مذکور ہونگے اور مقصود اس مقام میں یہ ہے کہ مقدمات مذکورہ میں خلیفہ راشد بھی اپنے تئیں دخل دیتا ہے اور سلطان عادل بھی لیکن خلیفہ راشد کے تصرفات تربیت بنی آدم اور اصلاح حال عالم اور بجاآوری احکام ربانی اور اتباعِ الہامِ رحمانی پر مبنی ہیں۔ یہ معاملات گوناگوں اور مقدمات بوقلموں کہ اُس سے صادر ہوتے ہیں اور یہ احکام رنگارنگ کہ اُس سے ظاہر ہوتے ہیں جملہ بملاحظہ انتظام اُمت اور انتفاع ملت ہیں۔ اگر کسی کی عزت کرے تو یوں نہ خیال کرنا چاہیے کہ اُسکو کسیکی دوستی اور قرابت کی پاسداری منظور ہے اور اگر کسی کی اہانت چاہے تو یوں کسی کے جی میں نہ آئے کہ وہ عداوت اور مخالفت کی انتقام میں معذور ہے غرض جس چیز کو کہ باعث انتظامِ امت اور سبب انتفاع ملت جانتا ہے بجان و دل اُسکی بجاآوری میں اپنی سخاوت پہچانتا ہے اور جس کسی کو کہ لائق کسی خدمت کے تصور کرتا ہے خدمتِ مذکورہ اُسکو سونپتا ہے خواہ محب صمیمی ہو خواہ عدو قدیمی

واما سلطانِ عادل پس ہر چند درہمین امور مذکورہ تصرف
می نماید نہ در تغیرِ احکامِ ملّت و آثارِ سنت فاما درین احکام
مختلفہ جانب مقتضیاتِ نفسانی خود رعایت میکند مثلاً
یک جُرم از دو کس صادر شدہ وآن جرم ازان قبیل نیست
کہ حدے از حدود شرعیہ بر و معین باشد بلکہ ازان جنس
است کہ در عوضِ آن تعزیرے لازم میگردد پس
در حق یکے بضرب وحبس حکم صادر گردید و در حق دیگرے
بر مجرد بے اعتنائی اکتفا کردہ شد پس خلیفۂ راشد درین
اختلاف حکمِ اصلاحِ حالِ ایشان را مرعی میدارد و وقتے کہ
دانست کہ شخصِ اول بدون حبس و ضرب براہ راست نخواہد
آمد و شخص ثانی بمجرد اظہار بے اعتنائی ہم درست خواہد گردید
واگر او را اہانتے زائد رسانند ممکن کہ حمیّتِ جاہلیت دامنگیر
حالِ او میگردد و نوبت تا بہ تلف جانِ او کشد بنا بران آنرا
تعزیرِ شدید میفرماید واین را تعزیرِ خفیف سلطان عادل
را در اختلاف این حکم گاہ گاہ این معنی ہم باعث میشود
کہ بہ طبیعت بر شخص اول پُر غضب بود و انتقام طلب
اما چون الزامِ شرعی بر وے نمی یافت بر انتقامِ او ہمت
نمی گماشت لکن راہِ الزام بر وے می جست و عزمِ انتقام
در دل می نہفت چون الزامِ شرعی بر و متوجہ گردید فی الفور
او را در تعزیرِ شدید کشید چون درمیانِ خلافتِ راشدہ و سلطنتِ
عادلہ امتیاز واضح گردید پس باید دانست کہ از قوام سلطنتِ
عادلہ ہر چند بظاہر شرع شریف منفعتے میرسد لیکن بباطن شرع
مضرتے عاید میگردد چہ احیاناً بہ اکابرِ امت درین صورت
گزندے میرسد و سیرت پیغمبر علیہ السلام در باب
تہذیبِ اخلاق و حُسنِ خلق و اخلاص فی العمل و خیر خواہی

رہا سلطانِ عادل پس ہر چند انھیں اُمورِ مذکورہ میں تصرف
کرتا ہے نہ تغیرِ احکامِ ملت اور آثارِ سنت میں لیکن ان احکام
مختلفہ میں اپنی خواہشِ نفسانی کی جانب رعایت رکھتا ہے
مثلاً ایک جرم دو آدمیوں سے صادر ہوا اور وہ جرم اس
قبیل سے نہیں کہ کوئی حد حدودِ شرعیہ سے اُسی پر معین ہو
بلکہ اُس جنس سے ہے کہ اُسکی عوض میں کوئی تعزیر لازم
ہوتی ہے پس ایک کے حق میں ضرب و حبس کے ساتھ
حکم صادر ہوا اور دوسرے کے حق میں مجرد بے اعتنائی پر
اکتفا کیا گیا پس خلیفۂ راشد اس اختلاف حکم میں اُنکے
حال کے اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جس وقت کہ جانا
کہ شخص اول بدون ضرب و حبس راہِ راست پر نہ آئیگا
اور شخص ثانی بمجرد اظہار بے اعتنائی بھی درست ہوگا اور
اگر اُسکو اہانت زائد پہنچائیں ممکن کہ حمیت جاہلیت دامنگیر
حال ہووے اور نوبت تا بتلف جان کھینچے بنابراں اسکو
تعزیرِ شدید فرماتا ہے اور اسکو تعزیرِ خفیف پہنچاتا ہے
سلطان عادل کو اختلاف اس حکم میں کبھی کبھی یہ معنی
بھی باعث ہوتے ہیں کہ طبیعت سے شخص اول پر پُر غضب
اور انتقام طلب ہوئے لیکن جو الزام شرعی اُسپر نہیں پاتا
اُسکے انتقام پر ہمت کو کام نہیں فرماتا لیکن راہ الزام
اُسپر تلاش کرتا ہے اور عزم انتقام دل میں چھپاتا ہے
جس وقت الزام شرعی اُسپر متوجہ ہوا فی الفور اُسکو تعزیر
شدید میں کھینچا۔ جب کہ فیما بین خلافت راشدہ و سلطنتِ
عادلہ امتیاز واضح ہووے تو معلوم کرنا چاہیے کہ اقوامِ سلطنتِ
عادلہ سے ہر چند بظاہر شرع شریف ایک قسم کی منفعت
پہنچتی ہے لیکن باطن شرع میں ایک طرح کی مضرت
عائد ہوتی ہے کیونکہ احیاناً بزرگان اُمت کو اس صورت میں
ایک طرح کا گزند پہنچتا ہے اور سیرت پیغمبر علیہ السلام
تہذیبِ اخلاق اور حُسنِ خلق اور اخلاص فی العمل اور خیرخواہی

خلق اللہ و تربیت عباد اللہ و تعظیم کبرائے اُمت و عظمائے
ملت کہ باعتبار فضائلِ دینیہ و کمالاتِ شرعیہ واجب التعظیم
والتوقیر اند برہم میشود و منتہائے ہمتِ اہلِ این زمان ہمین
یادگرفتن چندے از مسائلِ فقہیہ میشود تا باین حیلہ جانِ
خود را از گزندِ سلطانِ وقت محفوظ دارند و بدخواہ را
بآن ملزم و مفحم گردانند پس گزندے عظیم بروحِ شرع
ازو میرسد اگرچہ قالبِ شرع قائم می نماید بنابران این را
بملک عضوض یعنی سلطنت گزندہ ملقب فرمودہ اند
جائیکہ بوجودِ آن بعد انقضائے خلافتِ راشدہ اشارت
نمودہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الامر بدء
نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ ثم ملکا
عضوضا و نیز باید دانست کہ سلطنتِ عادلہ دو قسم
است اعلیٰ و اسفل زیرا کہ پاسداری ظاہرِ شرع کہ لازمۂ
سلطنتِ عادلہ است یا بنا بر خوفِ خالق ست یا بنا بر
پاسِ مخلوقات پس اول اعلیٰ ست و ثانی اسفل بیانش
آنکہ سلطان عادل کہ پاسداری ظاہرِ شرع میکند و از حیطۂ
آن قدم بیرون نمی نہد باعثِ این پاسداری یا این امر ست
کہ ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق را شاہنشاہ و
دستگیرِ ہر عاجز و ناتوان و قادر بر قلیل و کثیر و قادر بر صغیر و کبیر
می پندارد و خود را مقہورِ قدرتِ او می انگارد و بالیقین
میداند کہ روزے در محکمۂ حساب بحضورِ رب الارباب
حاضر شدنی ست و بادافس گستاخی و شوخ چشمی بلاریب
کشیدنی بحضورِ او بادشاہ ذوی الاقتدار و مسکین ذوی الاضطرار
برابر اند و عدالتِ او بر ہر بزرگ و خُرد جاری و تجبر و تکبر و
ظلم و جور و فسق و فجور باعثِ نکبت و وبالست

خلق اللہ اور تربیت عباد اللہ اور تعظیم بزرگانِ امت
اور پیشوایانِ ملت کے بارے میں کہ باعتبار فضائلِ دینیہ
وکمالاتِ شرعیہ واجب التعظیم اور قابلِ توقیر ہیں برہم ہوتی
ہے اُس زمانے والوں کی ہمت کا منتہا انھیں چند
مسائلِ فقیہ کا یاد کرنا ہے تو اس حیلہ سے اپنی جان کو
سلطانِ وقت کی ایذا اور آزار سے محفوظ رکھیں اور
بدخواہ کو اُسکے ساتھ ملزم اور ساکت کریں پس ایک گزند
عظیم روحِ شرع کو اُس سے پہنچتا ہے اگرچہ قالبِ شرع
قایم معلوم ہوتا ہے اسی لیے اسکو ملک عضوض یعنی سلطنت
گزندہ فرمایا ہے اُس مقام پر کہ خلافتِ راشدہ کے گزرنے
کے بعد اُسکے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق یہ امر شروع ہوا
نبوت اور رحمت پھر ہوئی خلافت اور رحمت پھر بادشاہی
سختی کی) اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطنتِ عادلہ دو
قسم پر ہے۔ اعلیٰ اور اسفل اسلیے کہ ظاہر شرع کی پاسداری
جو سلطنتِ عادلہ کے واسطے لازم ہے یا خوفِ خالق کی
بنا پر ہے یا پاس مخلوقات کی وجہ سے ہے پس اول اعلیٰ ہے
اور ثانی اسفل۔ بیان اسکا یہ ہے کہ سلطان عادل جو ظاہر
شرع کا پاسدار ہے اور اُسکے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھتا
باعث اس پاسداری کا یا تو یہ امر ہے کہ ملک علی الاطلاق
اور مالک بالاستحقاق کو شاہ شاہاں اور دستگیر ہر عاجز و ناتواں
اور قادر بر قلیل و کثیر اور قادر بر صغیر و کبیر جانتا ہے اور اپنے
تئیں مقہور قدرت پہچانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ ایک
روز محکمہ حساب بحضور رب الارباب حاضر ہونا ہے اور
شوخ چشمی اور گستاخی کی پاداش بلاریب کھینچنی ہے اُسکے
حضور میں بادشاہ ذوی الاقتدار اور مسکین ذوی الاضطرار
برابر ہیں اُسکی عدالت ہر بزرگ اور خرد پر جاری ہے تکبر
اور تجبر ظلم اور ستم فسق اور فجور نکبت اور وبال کا باعث ہیں

وجالب تعذیب ونکال ظالم وستمگار در درکاتِ نار گرفتار ست وسرکش خودپسند بحضورِ او بغایت ذلیل وخوار بناءً علیہ ہرچند نفسِ امّارہ او را بمیدان ضلالت می کشد فاما خوفِ الٰہی دستگیری او میکند و او را مثل شترِ بے مہار نمیگزارد بلکہ اگر گاہے بمقتضاے بشریت چپ و راست میرود ہمون خوف دستِ او گرفتہ کشان کشان براہ راست می آرد پس استیفار مقتضیاتِ نفسانیہ تا بحدِ اجازتِ شرعیہ میکشد و پس ہرچند سوزشِ خشم میخواہد کہ دستِ تعدی بر عاجزے ناتوان دراز کند فاما از خوفِ مجازاتِ آن خود را جبراً و گرہاً باز میدارد تا وقتے کہ الزامِ شرعی بروے یابد ہمان وقت کینۂ دیرینۂ خود را می برآرد و ہرچند دلِ او در عشقِ معشوقہ پیچ و تاب می خورد و شوقِ اضطرارِ وصال بحدِ اضطراب میکشد اما تا وقتیکہ عقدِ نکاح متحقق نمی شود ہرگز پیرامونِ وصالِ او نمیگردد آرے در طلبِ نکاح او ہرسو میدود و بہر راہ می دود خواہ اوقاتِ عزیزہ دران مصروف گردد خواہ اموالِ خطیرہ و ہمچنین ہرچند نفسِ او تقاضاے اظہارِ عاداتِ اہلِ تجبر و تکبر می نماید فاما حدیث الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری را ملاحظہ میفرماید پس ہر قدر کہ از امتیازِ خود نشست و برخاست و رفتار و گفتار مباح شرعی باشد اکتفا میکند و از عاداتِ اکاسرہ و قیاصرہ بلکہ سائر جبابرہ کہ از قبیلِ محرماتِ شرعیہ است باز می ماند پس ہرچند سیرتِ انبیاء و خلفاء راشدین است است بر آئینِ او منطبق نیست فاما اعتراضِ شرعی ہم بر و متوجہ

اور تعذیب ونکال کا سبب ہے ظالم اور ستمگار درکاتِ نار میں گرفتار ہے اور سرکش خودپسند اُسکے حضور میں نہایت ذلیل وخوار ہے بناءً علیہ ہرچند نفسِ امّارہ اُسکو میدانِ ضلالت میں لاتا ہے لیکن خوفِ الٰہی اُسکی دستگیری فرماتا اور اسکو شترِ بے مہار کی طرح نہیں پھراتا ہے بلکہ اگر کبھی بمقتضاے بشریت چپ و راست جاتا ہے وہی خوف اُسکا ہاتھ پکڑ کر کشاں کشاں راہ راست پر پہنچاتا ہے پس حصول خواہشِ نفسانی خارج از حدِ اجازتِ شرعیہ نہیں ہوتا اور پس ہرچند غصہ کی سوزش اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ ظلم وستم کا ہاتھ کسی عاجز ناتوان پر دراز کرے لیکن خوف مجازات ومکافات سے اپنے تئیں جبراً و کرہاً باز رکھتا ہے جس وقت کہ الزام شرعی اُسپر پاتا ہے اُس وقت اپنا کینہ دیرینہ ظاہر کرتا ہے اور ہرچند اُسکا دل کسی معشوقہ محبوبہ کے عشق میں پیچ وتاب کھاتا ہے اور شوق اضطرار وصال حد اضطراب تک کھینچتا ہے لیکن تا وقتے کہ عقد نکاح متحقق اور ثابت نہیں ہوتا ہے ہرگز اُسکے وصال کے پاس تک نہیں پھٹکتا ہاں اُسکے نکاح کی طلب میں ہر طرف دوڑتا پھرتا ہے اور ہر راہ سے سعی کرتا ہے کہ مقصود دل برآری اور نہال وصال سے پھل کہاے خواہ اوقات عزیزہ اُسمیں مصروف ہووے خواہ اموال خطیرہ - اور ایسے ہی ہرچند اُسکا نفس اہل تجبّر وتکبّر کی عادات کے اظہار کا تقاضا کرتا ہے لیکن حدیث (ترجمہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار) کو دیکھکر ڈرتا ہے پس جس قدر کہ امتیاز اپنی نشست وبرخاست رفتار وگفتار میں مباح شرعی ہو اکتفا کرتا ہے اور جابرین اور متکبرین کے عادات سے کہ منجملہ محرمات شرعیہ ہے باز رہتا ہے ہرچند سیرت انبیاء اور طریقہ خلفاء راشدین راست راست اُسکے آئین و قوانین پر منطبق نہیں لیکن اعتراض شرعی بھی اُس پر وارد نہیں ہوتا

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان در دلِ او افروختہ ست فاما دودِ ہوا و ہوس با او آمیختہ و برقِ یقین بر دلِ او درخشندہ فاما ظلمت تغیرِ نیّت او را پوشیدہ کما روی عن حذیفةؓ انہ قال قلت یا رسول اللہ ھل بعد ھٰذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی مراد از خیرِ اول زمانِ نبوت و خلافتِ راشدہ است و مراد از شر افتراقِ امت ست در اواخر زمانِ خلافتِ راشدہ و مراد از خیرِ ثانی قیامِ سلطنتِ عادلہ است و کلمۂ دخن و مابعدِ آن اشارت ست بآنکہ این حکومت سلطنت ست نہ حکومت خلافتِ راشدہ ہمین سلطنت را سلطنتِ کاملہ میگوییم یا پاسداری ظاہر شرع بایں وجہ باشد کہ ہرچند خوف الٰہی باین حد نمی دارد کہ مانع نفسِ امارہ می تواند شد فاما شرمِ مخلوقات دامن او را نمی گزارد کہ نفسِ امارہ او را از حیطۂ شرع برآرد و باعثِ این شرم مختلف می باشد گاہے باین وجہ متحقق می شود کہ در اقلیمے کہ سلطنتِ او قائم گردیدہ اعزۂ آن اقلیم متدین باشند و متمسک بظاہرِ شرع یا تشرع در آن اقلیم بطریقِ رسم و عادات جاری باشد کہ ہر کس و ناکس متمسک باشد و ہر مومن و منافق بآن مقید بنا علیہ سلطانِ مذکور میداند کہ اگر مخالفت ظاہرہ با شرعِ شریف خواہد کرد ہر آئینہ در جمہورِ انام بدنام خواہد گردید یا بلوائے عام از خواص و عوام بر سرِ او

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان اُسکے دل میں افروختہ ہے لیکن ہوا و ہوس کا دھواں اُسکے ساتھ ملا ہوا ہے اور برقِ یقین اُسکے دل پر روشن اور درخشندہ ہے لیکن تغیر نیت کی ظلمت اور تاریکی نے اُسکو چھپایا ہے چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے (ترجمہ کہا میں نے دریافت کیا رسول اللہؐ سے آیا اس بھلائی کے بعد برائی ہے فرمایا ہاں اور میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد بھی بھلائی ہے فرمایا ہاں اور اسمیں خرابی ہے میں نے کہا کہ خرابی کیا ہے فرمایا کہ ایک قوم ہے میرے طریق کے سوائے طریقہ اختیار کرینگے اور ہدایت تلاش کرینگے میری ہدایت کے سوائے) خیرِ اول سے زمانۂ نبوت اور خلافتِ راشدہ مراد ہے اور مراد شر سے افتراقِ امت ہے اواخر زمانۂ خلافتِ راشدہ میں اور مراد خیرِ ثانی سے قیامِ سلطنتِ عادلہ ہے اور کلمۂ دخن اور اُسکا مابعد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ حکومت سلطنت ہے نہ حکومتِ خلافتِ راشدہ۔ ایسی سلطنت کو ہم سلطنتِ کاملہ کہتے ہیں یا اس سلطانِ عادل کو پاسداری ظاہرِ شرع اس وجہ سے ہو کہ ہرچند خوفِ الٰہی اس حد تک نہیں رکھتا کہ مانع نفسِ امارہ ہو سکے لیکن شرمِ مخلوقات اُسکا دامن نہیں چھوڑتی کہ نفسِ امارہ اُسکو احاطۂ شرع سے نکالے اور اس شرم کا باعث مختلف طور پر متحقق ہوتا ہے کبھی باین وجہ متحقق ہوتا ہے کہ جس ولایت میں کہ سلطنت اُسکی قائم ہوئی اُس ولایت کے اعزہ اور رئیس متدین ہوویں متدین اور اہلِ شرع ہوں یا تشرع اُس ولایت میں بطریقِ رسم و عادت جاری ہو کہ خواہی نخواہی ہر کس و ناکس ظاہرِ شرع پر متمسک ہو اور ہر مومن و منافق اُسکے ساتھ مقید ہووے بنا علیہ سلطان مذکور جانتا ہے کہ اگر مخالفت ظاہرہ شرعِ شریف کے ساتھ کریگا البتہ جمہور انام میں بدنام ہوگا یا بلوائے عام خاص و عوام سے اُسکے سر پر

قائم خواہد شد یا اکابرِ مملکت و ارکانِ سلطنت ازو بیزار خواہند گردید
و از انقیادِ او دست بردار ویا باین وجہ می باشد کہ کسے از
سلاطین عالی مقدار و خواقین ذوی الاقتدار کہ سلطان
کامل بود در ہمان اقلیم منصب سلطنت رسیدہ بسبب دیانت
و عدالت در خواص و عوام نیکنام گردیدہ و نامِ نیک او تا وقت
این سلطانِ زمان زبان زد سائرِ اہلِ قریٰ و بلدان ست
پس اگر سلطان کامل از آبا و اجدادِ این سلطان مذکور بود
پس میداند کہ فرزند سعید و جانشینِ رشید ہمان وقت این را
خواہند دانست کہ آئینِ او مطابق قوانین جدِ خود باشد
و الّا پسر ناخلف و جانشینِ بد او را خواہند گفت و اگر
سلطان کامل از آبا و اجدادِ این سلطان نبودہ پس میخواہد کہ
با او در بابِ نیکنامی مساوات پیدا کند بلکہ درین مقدمہ
برو مباہات کند پس درین صورت احیاناً این سلطان
مذکور در ظاہر شرع زیادہ تر استقامت میکند نسبت
سلطان اول یا باین وجہ میباشد کہ زمان سلطنت او
متصل زمانِ خلافت راشدہ واقع گردیدہ پس میداند کہ
اگر بالکل آئینِ او مخالف سیرت خلفاے راشدین خواہد شد
لابد ہمہ صغار و کبار ازو متنفر خواہند گردید و ہرگز زمام اختیار
خود باو نخواہند داد بنا علیہ پاس ظاہر شرع از دست
نمیدہد و بالکل قدم از حیطۂ شرع بیرون نمی نہد لیکن
از انجا کہ افعالِ اہلِ تکلف و تصنع ممتاز می باشد از
افعالِ اہلِ صدق و اخلاص و این امتیاز ہر کہ ادنیٰ
فراست ہم داشتہ باشد بخوبی می فہمد و در دل خود
بالیقین میداند کہ افعال این شخص محض
صورتے ست بے جان و قالبے ست بے روح

قائم ہوگا یا اکابر مملکت اور ارکان سلطنت اُس سے
بیزار رہوں گے اور اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری سے
دست بردار رہوں گے یا یہ باعث ہوتا ہے کہ کوئی
سلاطینِ عالی مقدار اور خواقین ذوی الاقتدار سے
کہ سلطان کامل تھا اُسی اقلیم میں منصب سلطنت پر پہنچا
اور دیانت اور عدالت کے سبب خواص و عوام میں
نیکنام ہوا اور نام نیک اُسکا اس سلطان زماں کے وقت
تک تمام اہلِ قریٰ اور بلدان کی زبان زد ہے پس اگر
سلطان کامل اس سلطان مذکور کے آبا و اجداد سے
تھا تو جانتا ہے کہ فرزند سعید اور جانشین رشید اُسی وقت
اُسکو جانیں گے کہ اُسکا آئین اُسکے دادا کے قوانین کے
مطابق ہووے ورنہ پسر ناخلف اور جانشین بد اُس کو
کہیں گے اور اگر سلطان کامل اس سلطان کے آبا و
اجداد سے نہوا پس چاہتا ہے کہ اُسکے ساتھ در باب
نیکنامی مساوات پیدا کرے بلکہ اس مقدمہ میں اُسپر مباہات
اور مفاخرت کرے پس اس صورت میں احیاناً یہ سلطان
مذکور ظاہر شرع میں بہ نسبت سلطان اول زیادہ تر استقامت
کرتا ہے یا باعثِ سوم یہ ہوتا ہے کہ اُسکی سلطنت کا زمانہ خلافت
راشدہ کے زمانے کے متصل واقع ہوا پس جانتا ہے کہ اگر
اُسکا آئین بالکل خلفاء راشدین کی سیرت کے مخالف ہوگا
بالضرور تمام صغار و کبار اُس سے متنفر اور بیزار ہونگے اور
ہرگز اپنے اختیار کی باگ اُسکے ہاتھ میں نہ دینگے بنا بران ظاہر
شرع کا پاس ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور احاطہ شرع سے
قدم باہر نہیں رکھتا ہے لیکن از انجا کہ اہل تکلف اور ارباب
تصنع کے افعال اہل صدق و اخلاص کے افعال سے
ممتاز ہوتے ہیں اور جو کوئی تھوڑی سی فہم و فراست بھی رکھتا ہے
اس امتیاز کو بخوبی سمجھتا ہے اور اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے
کہ اس شخص کے افعال محض صورت بے جان اور قالب بے روح ہیں

بناءً علیه دیانت و تشرع او ہر مومن را پسندیده هم ہست و ناپسندیده هم آما پسندی او پس باعتبار آنکه بظاہر امر شرعی ست واما ناپسندی او پس باعتبار آنکه صادرست از مرد مکار ریاکار پس افعالِ او در نظرِ مومنینِ مخلصین هم معروف ست و هم منکر کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون واین اسلطنتِ ناقصه میگوئیم و درین مقام چند لطیفه ایست که در ضمنِ چند نکته بیان میکنم نکتۂ اولی سلطان کامل خلیفۂ راشد حکمی ست یعنی ہرچند بمنصبِ خلافتِ راشده نرسیده فاما عمده آثارِ خلافتِ راشده که خدمتِ ظاہرِ شرع ست بصدق و اخلاص او صادر گردیده پس اگر فی وقت من الاوقات سلطانِ کامل بر سرِ سلطنت قائم باشد و امامِ حق که لیاقتِ خلافت داشته باشد ہمدران زمان موجود باشد پس انسب ہمین ست که امامِ حق بر منصبِ امامت قناعت نماید و سعی خود را در نشرِ ہدایت مبذول فرماید و با او در امورِ سیاست دست گریبان نشود و رعایا و جنود را به برپاکردن جنگ و جدال بے سرو سامان نکند ہرچند منصبے بس عالی که عبارت از خلافتِ راشده ہست از دست او میرود فاما این امر را بملاحظه خیر خواہی عباد اللہ بر خود گوارا کند و آن را از قبیل رضا به قضا شمارد و از جنس تصدق بر جماہیر مسلمین انگارد چنانچه حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنه با سلطانِ شام ہمین راه پیموده اند و بابِ مخالفت نکشوده اند و باین مصالحت بر زبان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ممدوح و محمود گردیده اند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا اُسکی دیانت اور تشرع ہر مومن پسند بھی کرتا ہے اور ناپسند بھی فرماتا ہے پسندیدگی تو اُسکی اس وجہ سے ہے کہ بظاہر امر شرعی ہے اور ناپسندی اُسکی اس اعتبار سے ہے کہ اسکا صدور مرد مکار ریاکار سے ہے پس اُس کے افعال مومنین مخلصین کی نظر میں معروف منکر دو نو معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ترجمہ تم پر امیر لوگ حاکم ہونگے کہ تم اُن کے افعال کو اچھا جانوگے اور بُرا جانوگے) اسکو ہم سلطنتِ ناقصہ کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتہ کے ضمن میں انکا بیان ہوتا ہے نکتۂ اولیٰ سلطانِ کامل خلیفۂ راشد حکمی ہے یعنی ہرچند منصبِ خلافتِ راشدہ پر نہ پہنچا لیکن اُسکے عمدہ آثار کہ خدمت ظاہر شرع ہے صدق و اخلاص سے صادر ہووے پس اگر کسی وقت میں سلطان کامل سرِ سلطنت پر قائم ہووے اور امام حق کہ خلافت کی لیاقت رکھتا ہو اُسی زمانے میں موجود ہووے پس انسب یہی ہے کہ امام حق منصبِ امامت پر قناعت کرے اور اپنی سعی اور اہتمام نشرِ ہدایت میں مبذول فرمائے اور اُسکے ساتھ امورِ سیاست میں دست گریبان نہووے اور لشکر کو جنگ و جدال برپا کرنے کے ساتھ بے سرو سامان نہ کرے ہرچند منصب عالیہ کہ عبارت خلافتِ راشدہ سے ہے اُسکے ہاتھ سے جاتا ہے لیکن اس امر کو بندگانِ خدا کی خیرخواہی کے لحاظ سے اپنی ذات پر گوارا کرے اور اُسکو از قبیل رضا بقضا جانے اور تمام مسلمانوں پر تصدق کرنے کی جنس سے سمجھے چنانچہ جناب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سلطانِ شام کے ساتھ یہی راہ چلے اور مخالفت نہ اختیار کی اور اس مصالحت کے ساتھ پہلے ہی زبانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ممدوح اور محمود ہوئی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین
عظیمتین من المسلمین و از همین حدیث مفهوم گردید که
اجماع امت بر سلطان کامل هم مرضی خدا و رسول ست و
اطاعت او در بارگاه حق مقبول **نکتۂ ثانیہ** سلطان کامل
بمنزلۂ برزخ ست درمیان سلاطین و خلفاء راشدین اگر
حال سلاطین ملاحظہ کنند پس او را خلیفہ راشد انگارند و اگر
حال خلفاء راشدین ملاحظہ کنند پس او را از جملہ سلاطین شمارند
چنانچہ سلطان شام فرمودہ ست لست فیکم مثل
ابی بکر و عمر ولکن سترون امراً من بعدی
بناءً علیہ زمان سلطنت او هم یک گونہ با زمان نبوت و خلافت
راشدہ مشابہت میدارد پس بلاحظہ این مشابہت توان گفت
کہ از ابتداے زمان خلافت راشدہ تا زمان انقضاے این سلطنت
کاملہ زمان ترقی اسلام ست۔ چنانچہ در حدیث شریف وارد شدہ
تدور رحی الاسلام لخمس و ثلاثین او ست و ثلاثین
او سبع و ثلاثین فان یهلکوا فسبیل من هلک و ان
یقم لهم دینهم یقم لهم سبعین عاما و کلمۂ ان یهلکوا
اشارت ست بظہور فتنہ و تخلل انتظام خلافت در آخر زمانۂ خلافت
راشدہ و کلمۂ ان یقم لهم دینهم اشارت ست بترقی دین در
مجموع زمان ظہور شوکت نبوت و خلافت راشدہ و سلطنت کاملہ
و نیز در حدیثے دیگر وارد شدہ تعوذوا بالله من رأس
السبعین و این کلمہ اشارت ست بانقضاے زمان
سلطنت کاملہ پس گویا کہ مجموع این هر سہ ازمنہ را
زمان برکت قرار دادہ اند کہ شر و فسادے کہ قابل
تعوذ باشد بعد انقضاے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گردید
نکتۂ ثالثہ سلطان کامل هم نوعے نصیبہ از نیابت

(ترجمہ یہ میرا بیٹا سید ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے سبب
مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے) اور اسی حدیث سے
یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اجماع امت سلطان کامل پر بھی مرضی خدا و
رسول ہے اور اسکی اطاعت بارگاہ حق میں مقبول ہے
نکتۂ ثانیہ سلطان کامل سلاطین اور خلفاء راشدین کے
درمیان بمنزلۂ برزخ ہے پس اگر حال سلاطین ملاحظہ فرمائیں
اسکو خلیفہ راشد شمار میں لائیں اور اگر خلفاء راشدین ملاحظہ کریں
اُسکو جملہ سلاطین سے گنیں چنانچہ سلطان شام نے فرمایا ہے
(ترجمہ میں تم میں مثل ابو بکر اور عمرؓ کے نہیں ہوں اور
لیکن قریب دیکھو گے امیر میرے بعد) بناءً علیہ اُسکی
سلطنت کا زمانہ بھی زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ
کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے پس اس مشابہت کے
لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے ابتدا کے
زمانہ سے اس سلطنتِ کاملہ کے زمانے کے گزرنے
تک ترقی اسلام کا زمانہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں
وارد ہوا ہے (ترجمہ پھرے گی چکی اسلام کی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶
یا سینتیس ۳۷ برس پس اگر ہلاک ہوے پس راہ ہے جو ہلاک
ہوا اور اگر قائم کیا دین قایم رہے ستر سال) کلمۂ ان یہلکوا
ظہور فتنہ اور تخلل انتظام خلافت کی طرف اشارہ ہے
جو خلافت راشدہ کے آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور کلمہ
ان یقم لهم دینهم ترقی دین کیطرف اشارہ ہے جو نبوت
اور خلافت راشدہ اور سلطنت کاملہ کے زمانے میں حاصل
ہوگی اور یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے (ترجمہ پناہ مانگو اللہ
تعالیٰ سے شروع ستر برس کے میں) اور یہ کلمہ سلطنت کاملہ
کے زمانے کی انقضا کیطرف مشیر ہے سوان تینوں زمانوں
کے مجموعے کو زمان برکت قرار دیا ہے کہ شر و فساد جو قابل
تعوذ ہو سلطنت کاملہ کے گزرنے کے بعد ظاہر ہوئے گا
نکتۂ ثالثہ سلطان کامل بھی ایک قسم کا حصہ نیابت

پیغمبر میدارد ہرچند ریاستِ او را خلافت نبوت نتوان گفت
امّا سلطنت نبوت توان گفت چنانچہ در کتب سابقۂ الٰہیہ
در نعت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ
مہاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام پس انچہ از انقیاد کامل و
اطاعتِ بالغ بہ نسبتِ نبی باید کرد ہمچنین بہ نسبت
سلطان کامل ہم باید نمود اگرچہ در اقتباس انوارِ
ہدایت و اتباعِ آثار دیانت در تہذیبِ اخلاق و
تکمیلِ مقامات و سلوکِ طریقِ تقرب الی اللہ و حُسنِ
معاشرت باخلق اللہ و تربیتِ عباد اللہ از و نتوان آموخت
نکتۂ رابعہ سلطان کامل چون اصل ایمان و اخلاص
میدارد و کارہاے عمدہ از دستِ او سرانجام
می پزیرد و ترقی ظاہر شرع باقبال او رونق میگیرد
پس انچہ بنا بر مقتضاے بشریت در ابوابِ تہذیبِ
اخلاق و امثالِ آن بعضے امور خلاف سنت از و ظاہر
میگردد ازان چشم باید پوشید و در خیرخواہی او بجان و
دل باید کوشید سعی قلیل او را بجاے کثیر باید شمرد و عمل صغیر
او را بجاے عمل کبیر حساب باید کرد کہ ہرچند باستیفاء لذاتِ
نفسانیہ مشغوف ست امّا بخدمتگزاری دینِ رب العالمین
موصوف **بیت** کمالِ صدق و محبت ببین نہ نقص و گناہ را
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند ۱۲ **تنبیہ ثانی در ذکرِ
سلطنتِ جابرہ** ۔ باید دانست کہ سلطان جابر
عبارت ست از شخصیکہ نفس امارہ بروے بحدے سورش کند کہ
نہ خوفِ خالق مانع او میتواند شد و نہ شرم مخلوقین و در اجراے
مقتضیاتِ نفس خود بلاحظۂ شرع دارد و نہ پاس عرف ہرچہ
نفس امارہ او را میفرماید بلاتکلف آن را بجا می آرد

پیغمبر سے رکھتا ہے ہرچند کہ اُسکی ریاست کو خلافتِ نبوت
نہیں کہہ سکتے لیکن سلطنتِ نبوت کہہ سکتے ہیں چنانچہ
کتبِ سابقۂ الٰہیہ میں جناب سید المرسلین خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں نازل ہوا ہے (ترجمہ
جاے ہجرت اُسکی طیبہ ہے اور ملک اُسکا شام ہے) پس جو
کچھ کہ اتباع کامل اور اطاعتِ بالغ نبی علیہ السلام کی نسبت
کرنا چاہیے ایسے ہی سلطان کامل کی نسبت بھی ضروری ہے
اگرچہ ہدایت کے انوار کا اقتباس اور دیانت کے آثار کا
اتباع تہذیب اخلاق اور تکمیل مقامات میں اور تقرب الی اللہ
کے طریق کا سلوک اور حسن معاشرت باخلق اللہ اور تربیتِ
عباد اللہ اُس سے نہیں سیکھ سکتے **نکتۂ رابعہ** سلطان
کامل چونکہ اصل ایمان اور اخلاص رکھتا ہے اور عمدہ کام
اُسکے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں اور ظاہر شرع کی ترقی اُسکے
اقبال سے رونق پکڑتی ہے اگرچہ بوجہ مقتضاے بشریت ابواب
تہذیب اخلاق وغیرہ میں بعض امور خلاف سنت اُس سے
ظاہر ہوتے ہیں جو قابلِ اغماض ہیں اُسکی خیرخواہی میں بجان و
دل کوشش کرنا چاہیے اور اُسکی تھوڑی سی سعی کو بہت خیال
کرنا چاہیے اور اُسکے عملِ صغیر کو بجاے عملِ کبیر حساب میں
لانا چاہیے اگرچہ حصولِ لذاتِ نفسانیہ میں بدرجۂ غایت مشغوف
ہے لیکن دین رب العالمین کی خدمتگزاری میں
سراپا مصروف ہے **بیت** کمالِ صدق و محبت
ببین نہ نقص و گناہ را کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند ۱۲
تنبیہ ثانی میں سلطنتِ جابرہ کا ذکر ہے
معلوم کرنا چاہیے کہ سلطان جابر اُس شخص کو کہتے ہیں کہ نفس امارہ
اُسپر اس درجہ شورش اور غلبہ کرے کہ نہ خوفِ خالق اُس سے
مانع آئے نہ شرم مخلوق اُس سے بچائے اور اپنے نفس کی
خواہشوں کی اجرا میں نہ شرع کا لحاظ رکھے اور نہ پاسِ عرف
اُسکو رہے جو کچھ نفس امارہ اُسکو فرماتا ہے بلاتکلف بجالاتا ہے

بمخالفت و موافقت شرع پروائے ندارد بلکہ ہمین استیفاء لذات نفسانیہ را ثمرۂ سلطنت خود می شمارد ہمین را سلطنت جابرہ میگوییم و سلاطین جابرہ در مخالفت شرع مختلف میباشند بسبب اختلاف طبائع یکے را عادت تکبر و تجبر مرغوب طبعی میباشد و دیگرے را نازو تبختر کسے را تعدی و جور مرغوب میباشد و دیگرے را فسق و فجور کسے را انہماک در شہوات مرغوب میباشد و دیگرے را استعمال مسکرات کسے را اطعمہ لذیذہ مرغوب میباشد و دیگرے را البسۂ نفیسہ کسے را لہو و لعب مرغوب میباشد و دیگرے را نشاط و طرب بالجملہ ابواب ہوا و ہوس نفس امارہ بیشمار اند و مقدمات نفس پرستی ہزاران ہزار اگر تفصیل آن کردہ شود تا سالہا بانجام نرسد فاما اصول آن چند ست و فروع آن بیشمار از انجملہ سفاہت ست شخصے کہ کیاست و فراست نداشتہ باشد و ہمت خود را در راہ دوربینی نگماشتہ نصیبہ از استقامت نیافتہ و راہ متانت اصلا نشناختہ معنی تمکین و وفا بجوے نمی شمارد و حرف ننگ و عار بخیال نمی آرد و ہر چیزے کہ بخیال آدمی گزرد ہمان را میخواہد کہ بر روے کار آرد و در منفعت و مضرت او اصلا تامل نمی کند و براہ عاقبت بینی مطلقا نمی رود بلکہ دیوانہ وار مثل اطفال می بازد و ہمتا شتر بے مہار در ہر جا دہن می اندازد و چون مثل این شخص بمنصب سلطنت می رسد تمامی کاروبار سلطنت را برہم می زند افعال او نہ مطابق قوانین شرعی ست و نہ موافق آئین عرفی از قیام این سلطنت ہر کس و ناکس نالان میباشد و ہر صغیر و کبیر در آہ و فغان این بلاے ست عظیم

شرع کی مخالفت اور موافقت کی پروا نہ رکھی بلکہ ایسے حصول لذات نفسانیہ کو اپنی سلطنت کا ثمرہ جانتا ہے ایسے کو ہم سلطنت جابرہ کہتے ہیں اور سلاطین جابرہ مخالفت شرع میں بسبب اختلاف طبائع مختلف ہوتے ہیں کسی کو تکبر اور تجبر کی عادت مرغوب طبع ہوتی ہے کسی کو ناز و تبختر خوش آتا ہے کسی کو تعدی اور ظلم و ستم بھاتا ہے کسی کو فسق و فجور کی طرف رغبت ہوتی ہے کوئی شہوات میں مبتلا ہو کر خوش رہتا ہے کسی کو استعمال مسکرات پسند آتا ہے کسی کو طعمہ ہاے لذیذہ بھاتے ہیں کسی کو لباسہاے نفیسہ خوش آتے ہیں کسی کو لہو و لعب مرغوب ہوتا ہے کسی کو نشاط و طرب مطلوب ہوتا ہے بالجملہ نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے ابواب بے شمار ہیں اور نفس پرستی کے مقدمات ہزاروں ہزار اگر انکی تفصیل کیجاے سالہا سال میں بھی تحریر میں نہ آئے لیکن اصول اسکے چند ہیں اور فروع اسکے بیشمار ہیں از انجملہ سفاہت ہے جو شخص کہ سمجھ اور دانائی نہیں رکھتا اور اپنی ہمت کو دوربینی کی راہ کی طرف نہ متوجہ کیا اسنے حصہ استقامت سے نہ پایا اور راہ متانت کی طرف اصلا نہ چلا جسنے وفا اور تمکین کو جو کے برابر نہیں جانتا اور حرف ننگ و عار کو خیال میں نہیں لاتا اور جو چیز کہ اسکے خیال میں گزرتی ہے اسی کو جانتا ہے کہ عمل میں لاے اور اسکے نفع اور نقصان کی طرف اصلا تامل نہیں کرتا ہے اور عاقبت بینی اور دور اندیشی کی راہ سے مطلق نہیں چلتا بلکہ دیوانہ مثل اطفال لہو و لعب میں دل کی حسرتیں نکالتا ہے اور شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ منہ ڈالتا ہے جب ایسے شخص کو منصب سلطنت پہنچتا ہے اسکے تمامی کاروبار کو تباہ اور برباد کرتا ہے اسکے افعال نہ مطابق قوانین شرعی ہیں نہ موافق آئین عرفی ایسی سلطنت کے قیام سے ہر کس و ناکس نالاں رہتا ہی اور ہر صغیر و کبیر آہ و فغاں میں رہتا ہے وہ بلاے عظیم ہے کہ

هر عاقل و سفیہ ازان گریزد و ہر غافل و نبیہ ازان پرہیزد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعیذک باللہ من امارۃ السفہاء وقال تعوذوا باللہ من رأس سبعین وامارۃ الصبیان وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلاک امتی علی یدی غلمۃ من قریش وازانجملہ ابواب عیاشی است تفصیلش آنکہ بعضے اشخاص بحسب جبلّت مغلوب قوّتِ شہویہ میشوند کہ تمام ہمّتِ ایشان در استیفاء لذاتِ نفسانی و راحتِ جسمانی مصروف میباشد و عقل ایشان بدقائق عیّاشی مشغول شب و روز در تدقیقاتِ طعام مرغوب و لباسِ خوش اسلوب و شربِ خمور و دیگر مسکرات مولد فرح و سرور و شطرنج بازی و مزمار نوازی و عقد محافلِ رقص و سماع و انہماک در اغلام و جماع و بناء عمارات بلند و تفرج بساتین دلبند و امثالِ ذٰلک غور و فکر میکنند و داد فسق میدہند چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت میرسند عقلائے دقیقہ شناس بحضورِ ایشان مجتمع می شوند چون رغبتِ ایشان را بامورِ مذکورہ میدانند سعی بلیغ در استخراج ابوابِ لہو و لعب و نشاط و طرب بجامی آرند و آن را فنے بس طویل و عریض میگردانند و این فن را بغایت کمال میرسانند و این سلاطین ہم اربابِ ہمین فنون را ہمنشین و خیر خواہ می شناسند و مقرب بارگاہ خود می شمارند پس ہر کہ از ایشان عیاش بر بلاست و نقال بحیا و قلتبان حیلہ باز ست و مغنی مزمار نواز ہمان ست مقرب بارگاہ و معظم درگاہ و از بسکہ این ابواب فسق و فجور بدون اسراف بکمال نمی رسند و اسراف بدون کثرتِ

ہر عاقل و نادان اس سے بھاگتا ہے اور غافل و ہوشیار اس سے پرہیز کرتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ پناہ میں دیتا ہوں تجھکو اللہ تعالیٰ کی بیوقوفوں کی امیری سے اور فرمایا پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی شروع ستر سال کے سے اور لڑکوں کی امیری سے) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری امت ہلاک ہوئے قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں پر) اور ازانجملہ ابواب عیاشی ہیں تفصیل اُسکی یہ ہے کہ بعض اشخاص اپنی عادت جبلی کے موافق مغلوب قوتِ شہویہ ہوتی ہیں کہ تمام ہمت کو استیفاے لذاتِ نفسانی اور حصولِ راحت جسمانی میں مصروف رکھتے ہیں اور اُنکی عقل ہمیشہ دقائق عیاشی میں مشغول رہتی ہے اور شب و روز تلاش و تدقیقاتِ طعام مرغوب اور لباس خوش اسلوب اور شرب خمور اور دیگر مسکرات مولد فرح و سرور اور شطرنج بازی اور مزمار نوازی اور انعقادِ محفلِ رقص و سماع اور انہماکِ اغلام و جماع اور بناء عمارات بلند و تفرج بساتین دل پسند وغیرہ ہا میں غور و فکر کرتے ہیں اور داد فسق دیتے ہیں۔ جب ایسے لوگ منصبِ سلطنت پر پہنچتے ہیں عقلاے دقیقہ شناس اُنکی حضور میں جمع ہوتے جو اُنکی رغبت اُمورِ مذکورہ کی طرف دیکھتے ہیں لہو و لعب اور نشاط و طرب کے تداعی اور اسباب کے استخراج اور حصول میں سعی بلیغ اور کوشش بجالاتے ہیں اور اُسکو بہت طول و عریض بناتے ہیں اور اس فن کو درجۂ کمال پر پہنچاتے ہیں اور یہ سلاطین بھی ان اہل فنون کو اپنا ہمنشین اور خیر خواہ پہچانتے ہیں اور مقرب بارگاہ جانتے ہیں پس جو کوئی اُن میں سے عیاش بر بلا ہے اور نقال بحیا ہے اور قلتبان حیلہ باز ہے اور مغنی مزمار نواز ہے وہی مقرب بارگاہ ہے وہی معظم درگاہ ہے اور از بسکہ یہ ابواب فسق و فجور بدون اسراف کمال کو نہیں پہنچتے اور اسراف بدون کثرت

خزینه محال پس لابد انواع ظلم و تعدی در باب تحصیل اموال
ازو صادر میگردد و بر رعایا دست درازی میکند و در ملک
فسادے راه مییابد اکثر ضعفا و غربا خانه ویران می شوند و
اہل زراعت و تجارت بے سروسامان و نیز ہمین فسق و
فجور بعضے احیان به پرده دری ارباب ننگ و دست درازی
بر ناموس اہل عزت منجر میگردد و این ہم باعث بربادی
مملکت میشود و نیز وقتیکه سلطان وقت در ابواب لہو و لعب
و نشاط و طرب مستغرق گردید لابد حال عدالت و حفاظت
بخرابی کشید پس درمیان رعایا ہم تظالم جاری می شود
بالجمله فسق و فجور سلاطین بظلم و تعدی و فساد ملک و
خرابی رعایا منجر می شود - قال النبی صلی الله علیه وسلم
ان هذا الامر بدء نبوة ورحمة ثم يكون خلافة
ورحمة ثم ملكا عضوضا ثم ملكا جبرية وعتوا و
فسادا فی الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور يرزقون
على ذلك وينصرون حتى يلقوا الله واين
سلطنت فسق و ظلم در حق امت و ملت بلائے ست
بس عظیم چه ارباب کیاست و دیانت اکثر از سلاطین وقت و
دور دور بگریزند و از صحبت ایشان بپرهیزند و در محافل و
مجالس ایشان داخل نشوند و تقرب ایشان حاصل نکنند
پس معاش ایشان فاسد میگردد و اطمینان قلبی ہیچگونه
دست نمیدہد تا باصلاح معاد متوجه شوند و در طلب
راه حق مشغول گردند و اگر تقرب جویند و راه مقربان
ایشان پویند لابد اول از دین و ایمان دست بردار شوند
و از ننگ و عار بیزار فحش گوئی را کمال خود شمارند و سرودسرائی
را ہنر خود انگارند پس چاره کار ہمین ست که

خزینہ محال ہے تو بالضرور اقسام کے ظلم و تعدی تحصیل
اموال کے بارہ میں اُس سے صادر ہوتے ہیں اور رعایا
پر دست درازی کرتا ہے اور ملک میں فساد راہ پاتا ہے
اکثر ضعیف و غریب محتاج و ناتوان خانہ ویران ہوتے
ہیں اور اہل زراعت و تجارت بے سروسامان ہوتے ہیں
اور کبھی یہی فسق و فجور ارباب ننگ و ناموس اور اہل
عزت کی پردہ دری اور بے عزتی کا باعث ہوتا ہے یہ
امر بھی سلطنت کی بربادی کا سبب ہے اور یہ بھی یاد رہے
کہ جس وقت سلطان وقت ابواب لہو و لعب اور مقدمات
نشاط و طرب میں مستغرق ہوگا لابد عدالت اور حفاظت کا
حال خراب اور تباہ ہوگا پس رعایا کے درمیان بھی
تظالم جاری ہوگا بالجملہ سلاطین کا فسق و فجور ظلم و
تعدی اور ملک کے فساد و خرابی کا سبب ہوتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ یہ کام نبوت
اور رحمت سے شروع ہوا پھر ہوئی خلافت اور رحمت
پھر بادشاہی سخت ہوئی پھر ہوئی بادشاہی ظلم اور
زیادتی کی اور ملک میں فساد برپا ہو حریر اور فروج اور
شراب کو حلال جانیں روزی اور فتح اسی پر ہو یہانتک کہ
اللہ تعالی سے ملیں) اور یہ فسق و ظلم کی سلطنت امت و
ملت کے حق میں ایک بلائے عظیم ہے کیونکہ اہل دانش
اور اہل دیانت اکثر سلاطین وقت سے دور دور جائیں
اور انکی تقرب حاصل نکریں نظر براں انکی معاش بہ فساد
راہ پائے اور اطمینان قلبی ہر طرح ہاتھ سے جائے جو صلاح
معاد کا باعث اور راہ حق میں مشغول ہونے کا سبب ہے
اور اگر یہ لوگ اُس بادشاہ کا تقرب چاہیں اور مقربان
کی راہ اختیار کریں لابد اول دین و ایمان سے دست بردار
ہوں اور ننگ و عار سے بیزار فحش گوئی کو اپنا کمال جانیں
اور سرود سرائی کو ہنر پہچانیں پس چارۂ کار یہی ہے کہ

اصل دین و ایمان را برباد ندهند و زنهار ملازمت ایشان
اختیار نکنند هرگز اینچنین خیال در دل نیارند که دین خود
را محفوظ دارند و بقدر ضرورت که اصلاح معاش انسان
متصور باشد قدرے از سعی و کوشش در آسانی خود
بحضور ایشان بجا آرند این خیالے ست پر اختلال و وهمے
است سراسر باطل و محال ؛ بیت ؛ هم خداخواهی و هم
دنیاے دون ؛ این خیال است و محال است و جنون ؛
و از آن جمله حب مال ست تفصیلش آنکه بعضے از اشخاص
مجبول میباشند بر حب مال بوجهے که بنفس اجتماع اموال
مسرور میشوند اگرچه در لذائذ خود صرف نمایند بلکه اجتماع
مال را از اعظم لذائذ می شمارند و کثرت آن را از بهترین راحات
می انگارند هرگاه که بخزائن و دفائن خود می بینند از دل
شادان و فرحان میشوند و در راه افزونی آن متحمل هر گونه تکالیف
و رنج در فراهم کردن خزینه و گنج بر جان خود گوارا میدارند
هرچند گرسنگی و برهنگی می میرند لیکن خرمهره ازان بمصرف نمی آرند
و چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت می رسند
داد بخل میدهند اما حرص پس حاصلش آنکه در استیفاء حق
خود از اهل زراعت و تجارت و اغنیاء و فقراء و سائر رعایا
تا نقیر و قطمیر می شمارند و یک خرمهره هم بطریق مساحت نمی گزارند
بلکه از دل خواهان این معنی میباشند که از کسے رعایاے ایشان
گناهے واقع شود یا عصیانے بنسبت ایشان متحقق گردد
پس او را بهمین حیله دستگیر کنند و اموال و اجناس او را
بلطائف الحیل میکشند بالجمله در اخذ اموال خود هم
غور و تامل مینمایند و همنشینان ایشان هم درهمین باب
عقل خود را کار میفرمایند پس هرکه تدبیرے براے اخذ

اصل دین و ایمان کو برباد نہ کریں اور ہرگز ہرگز انکی ملازمت
اختیار نکریں اور ہرگز ایسا خیال دل میں نہ لائیں کہ اپنے
دین کو محفوظ رکھیں اور انکے حضور میں حاضر ہوکر اپنی
اصلاح معاش میں ساعی ہیں کیونکہ یہ ایک خیال ہے
پُر اختلال اور ایک وہم ہے سراسر باطل و محال ؛ بیت ؛
ہم خداخواہی و ہم دنیاے دون ؛ این خیال ست و
محال ست و جنون ؛ اور از انجملہ حب مال پر مجبور ہوتے
ہیں یعنی انکی عادت جبلی ہے کہ نفس اجتماع اموال کے
ساتھ مسرور ہوتے ہیں اگرچہ اپنے لذائذ میں صرف نکریں
بلکہ اجتماع مال کو اعظم لذائذ سے شمار کرتے ہیں اور اسکی
کثرت کو بہترین راحات سے جانتے ہیں جس وقت کہ اپنے
خزائن اور دفائن کی طرف دیکھتے ہیں نہایت شادان و
فرحان ہوتے ہیں اور جس طرح اسکی زیادتی اور ترقی چاہتے
ہیں ہزار طرح کی تکالیف و رنج خزینہ اور گنج کے جمع کرنے
میں اپنی جان پر گوارا کرتے ہیں ہرچند گرسنگی اور برہنگی میں
مرتے ہیں یعنی بہت کچھ تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن ایک
خرمہرہ اس سے صرف میں نہیں لاتے ہیں اور جب ایسے
لوگوں کو منصب سلطنت ملتا ہے داد حرص و بخل دیتے ہیں
حرص کا حال یہ ہے کہ اہل زراعت و تجارت اور اغنیاء
اور فقراء اور تمام رعایا سے اپنا پورا حق وصول کرتے ہیں
نقیر و قطمیر قلیل و کثیر کا لحاظ رکھتے ہیں اور ایک خرمہرہ بھی
بطور مساحت (نرمی) انکے ذمہ نہیں چھوڑتے بلکہ دل سے اس
بات کے خواہاں رہتے ہیں اگر رعایا میں سے کسی سے کوئی
گناہ واقع ہوئے تو اس کو اس حیلے سے گرفتار کریں اور
وغیرہ کیر کے ساتھ بھتی ہیں اور انکے اموال و اجناس کو
لطائف الحیل سے اڑاتے ہیں الحاصل اخذ اموال میں خوب بھی
غور و تامل کرتے ہیں اور انکے ہمنشین بھی رات دن اسی
تردد اور فکر میں مرتے ہیں پس جس کسی نے تحق سعایت

مالہا جستہ بربستہ نزد برائے اہل عالم از دو مجلس نشست
پس ہمون ہست نزد ایشان وزیر شہیر و امیر کبیر پس بسبب
مساعی ایشان فن حیلہ سازی و فریب بازی باتمام میرسد و
اصول و فروع آن موسس میگردد الحاصل بخل پس بالش آنکہ
از ملازمان خود میخواہند کہ خدمت ایشان بجان و دل بجا آرند
و آن را از مناعز خود شمارند فاما از خزانہ عامرہ چیزے کم نگردد و از
خزینہ وافرہ یک خرمہرہ بر آید بنابران حیلہ ہا بسیار بنا بر منصب
استخدام ایشان می انگیزند و تحسین خلق و لطافت خلق در فن ریاست
و سیاست می آمیزند بیکے الزام نہادہ خدمت او برباد میکنند
و دیگرے را بمجرد تعظیم و تکریم فریب میدہند بالجملہ مقصود ایشان
ہمین است کہ خدمت از ایشان بگیرند و چیزے بایشان ندہند
و جائیکہ لابد او را چیزے لازم گردد پس بہ نہجے دہند کہ حق
ایشان بایشان کامل نرسد بلکہ چیزے از حق ایشان در خزینہ
بماند مثلا زر و سیم کم عیار دہند و کامل العیار در حق خود بگیرند
و چند ایام از زمان خدمتگزاری ایشان خارج الحساب نمایند
و بعد الفراغ خدمتگزاری ایشان در دفتر […] نام ایشان […] نگارند
و این سلطنت طمع و بخل آخر فساد ملک […] میکند
و اصل حکومت برباد میرود لکن مصلحت وقت در
حق رعایا ہمین است کہ بر کد و کاوش سلطان بخیل
مصابرت نمایند و راہ منازعت با او نپیمایند کہ
مبادا آنچہ بالفعل در پردہ حیلہ بازی و سخن سازی
می کند بر تقدیر منازعت دست تعدی بے پردہ
بکشاید چہ او مجبول است بر طمع وقتے کہ برائے
تحصیل مال ہیچ راہ نخواہد یافت بتعدی صریح بالضرورت
خواہد پرداخت۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اموال و اجناس کے حاصل کرنے میں تدبیر و حیلہ بجالاوے وہی
اُنکے نزدیک وزیر مشیر اور امیر کبیر ہے۔ انھیں لوگوں کی
سعی اور کوشش کے سبب حیلہ سازی اور فریب بازی
کے فن کو ترقی ہوئی ہے اور اُسکے اصول و فروع قائم ہوتے
ہیں رہا بخل اُسکا بیان یہ ہے کہ اپنے ملازمین سے بلحاظ فخر
چاہتے ہیں کہ ہماری خدمت بجان و دل بجالائیں لیکن
خزانہ عامرہ سے ایک چیز کم نہووے اور دفینۂ وافرہ سے
ایک خرمہرہ نہ باہر جاوے نظر براں بہت کچھ حیلے خدمت
لینے کے منصب میں ظاہر فرماتے ہیں اور تحسین خلق اور لطافت
خلق فن ریاست و سیاست میں بجالاتے ہیں کسی پر
ناحق الزام رکھکر اُسکی خدمت کو برباد کرتے ہیں اور کسی کو
بمجرد تعظیم و تکریم فریب دیتے ہیں بالجملہ مقصود اُنکا یہی ہے
کہ اُنسے خدمت لیں اور ایک کوڑی اُنکو نہ دیں اور جس صورت
میں کہ خواہی نخواہی دینا ہی پڑے کہ ایسے طور سے دیویں کہ
پورا حق اُنکے پاس نہ پہنچے بلکہ کوئی چیز اُنکے حق سے خزانہ میں رہے
مثلا سونا چاندی ناقص اُنکو دیں اور عمدہ اور کامل لوگوں سے
لیں اور کچھ دن زمانہ خدمتگزاری سے خارج از حساب
ٹھہرائیں اور بعد خدمت لینے کے بعد حساب کے دفتر
میں اُنکا نام لکھوائیں آخر کو طمع اور بخل سلطنت کے
مملکت میں فساد پیدا کرتی ہے اور اصل حکومت برباد
ہوجاتی ہے لیکن مصلحت وقت رعایا کے حق میں یہی ہے
کہ سلطان بخیل کی کد و کاوش پر صبر کریں اور اُسکے ساتھ
لڑائی جھگڑے کی راہ نہ چلیں کہ جو کچھ بالفعل حیلہ بازی
اور سخن سازی کے پردہ میں کرتا ہے مبادا کہ بر تقدیر
منازعت جور و تعدی کا ہاتھ بے پروا دراز کرے
کیونکہ طمع اُسکی عادت جبلی ہے جس وقت کہ تحصیل مال
کے واسطے کوئی راہ نہ پائیگا بالضرور ظلم صریح کی طرف قدم
اُٹھائیگا چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

لابی ذر کیف انتم وائمة من بعدی سیأثرون لھذا الفی قال ابوذر اما والذی بعث بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ حتی الحقك قال اولا ادلك علی خیر من ذلك تصبر حتی تلقانی۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون بعدی اثرة وامورا تنکرونھا وروی ان الصحابة قالوا یانبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراء یسئلونا حقھم ویمنعونا حقنا فما تامرنا قال اسمعوا واطیعوا فان اطیعوا فان علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم

وازانجملہ ست حسب خونخواری ومردم آزاری بیانش آنکہ بعضے اشخاص بحسب اصل فطرت مغلوب الغضب وکینہ کش میباشند کہ وقت شورش خشم وثوران غضب بوجہے سخت رو درشت گو میشوند کہ داد بدخواہی میدھند ہرگز رعایت مقدار جرم مجرم نمیکنند وبرادنائے تقصیر ازدل ہی برنجند وقدر گناہ را بر میزان عقل نمی سنجند بلکہ تاوقتیکہ بقتل ونہب نوبت نرسانند یااورا روبروئے یگانہ وبیگانہ ذلیل وخوار نگردانند ہرگز دل ایشان تسلی نمیگیرد وخاطر ایشان اطمینان نمی پذیرد واگر از تمام قوم یک کس باایشان مخالفت کرد ایشان باتمام قوم عداوت می نمایند وزبان طعن بر نیک وبد آن قوم میکشایند چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت میرسند داد ظلم وجور میدھند وبندگان الٰہی را در انواع تعذیبات گرفتار میکنند واہل عزت واعتبار را بانواع تذلیل واہانت ذلیل وخوار ودر حق بنی آدم بمثابہ گرگ جہندہ اند یاسگ گزندہ مضرت ایشان در حق صغار وکبار و ارباب عزت واعتبار ومساکین ذوی الاضطرار و

حضرت ابوذر رضی سے (ترجمہ کیا ہو تم اور امام میرے بعد کے کہ پسند کریں اس غنیمت کے مال کو کہا ابوذر رضی نے خبردار قسم ہے اس ذات کی کہ آپ کو ساتھ حق کے بھیجا ہے میری گردن میری تلوار سے مار دیجیے یہانتک کہ میں آپ سے ملوں۔ فرمایا کیا میں تجھکو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں صبر کر یہانتک کہ تو مجھسے ملے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ تم میرے بعد نشان اور کام دیکھو گے کہ وہ ناپہچان ہونگے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ صحابہ رضی نے عرض کیا کہ ای رسول اللہ بتائیے اگر ہمپر ایسے امیر ہوں کہ اپنے حق تو مانگیں اور ہمارے حق نہ دیں تو ہمکو کیا حکم ہے فرمایا سنو اور کہا مانو پس اگرچہ جو وہ کرینگے پاوینگے جو تم کروگے پاؤگے) اور ازانجملہ جب خونخواری اور مردم آزاری ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ بعض اشخاص باعتبار اصل فطرت مغلوب الغضب اور کینہ کش ہوتے ہیں کہ سوزش خشم اور جوشش غضب میں کمال سخت روی اور درشت گوئی کے ساتھ داد بدخواہی دیتے ہیں ہرگز مجرم کے جرم کی رعایت نہیں کرتے ادنی سے قصور پر رنجیدہ خاطر ہوجاتے ہیں اور مقدار گناہ کو میزان عقل پر نہیں تولتے بلکہ تاوقتیکہ قتل اور غارت کی نوبت نہ پہنچائیں یا اُسکو یگانہ و بیگانے کے روبرو ذلیل وخوار نکریں ہرگز اُنکو چین نہ پڑے اور اُنکی خاطر مطمئن نہو اور اگر تمام قوم میں سے ایک آدمی اُنکے ساتھ مخالفت کرے وہ تمام قوم کے ساتھ عداوت کرتے ہیں اور زبان طعن اُس قوم کے نیک وبد پر کھولتے ہیں جب ایسے لوگ منصب سلطنت پر پہنچتے ہیں داد جور وظلم دیتے ہیں اور بندگان خدا کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کرلیتے ہیں اور اہل عزت اور ارباب اعتبار کو اقسام اقسام کی ذلت اور اہانت میں ذلیل وخوار کرتے ہیں۔ بنی آدم کے حق میں بمنزلہ گرگ جہندہ یاسگ گزندہ ہیں اُنکی مضرت صغار و کبار اور ارباب عزت واعتبار اور مساکین ذوی الاضطرار اور

سائرِ اغنیا و فقرا بحدے ست کہ پایانے ندارد حتّٰی کہ
ضعفاء و غربا مسلمین تسلّط کفار نابکار را از تسلّط این جبابرہ از
درجہ بہتر مشمارد و آن را باعثِ اطمینانِ خلق اللہ می انگارند
چنانچہ رعایا از سلطانِ ظالم در رنج اند ہمچنین سلطانِ ظالم ہم
از رعایاے خود بیزار از ایشان برلے او روز بد میخواہند
واو برلے ایشان۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار
ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم وتصلون علیہم ویصلون
علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم ویبغضونکم و
تلعنونہم ویلعنونکم۔ چنانکہ جورِ سلطانی معاشِ رعایا
را برباد میکند ہمچنین امرایان ایشان را از بیخ میکنند چہ
از خوفِ او گاہے نمیرہند کہ باقامتِ دین و ایمان
مشغول شوند پس قیامِ سلطنتِ ظالمہ مثل انتشارِ
مذاہبِ باطلہ ہست کہ قوانینِ ملت را برہم میزند
و آئینِ سنّت را کم میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انما اخاف علی امتی الاستسقاء بالانواء وحیف
السلطان وتکذیب بالقدر۔ و در بعضے احیان بہ نسبتِ
بعضے اقوام پر غضب میشود و انتقام طلب پس در
انتقامِ کسے عاصی را از مطیع امتیاز نمیکند و گنہگار را
از بیگناہ بلکہ تیغ بیدریغ بر سرِ ایشان میکشد و اقالیم و بلدان
را بیچراغ میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من خرج علی امتی بسیفہ یضرب برھا
وفاجرھا ولا یتحاشا من مؤمنھا ولا یفی
لذی عھد عھدہ فلیس منی ولست منہ
و در بعضے احیان شورشِ غضب بہ نسبت بعضے اقوام در
دلِ او جوشش میزند لکن بالفعل قدرتِ انتقام نمیدارد

تمام اغنیا اور فقرا کے حق میں بدرجۂ غایت ہے یہانتک کہ
ضعیف اور غریب مسلمان کفار نابکار کی حکومت اور تسلّط کو
اُن ظالموں کی تسلّط اور حکومت سے ہزار درجے بہتر جانتے
ہیں اور اسکو باعثِ اطمینانِ خلق پہچانتے ہیں جیسے کہ رعایا
سلطان ظالم سے رنج میں ہیں ایسے ہی سلطان ظالم بھی اپنی
رعایا سے بیزار ہے رعایا اُسکے واسطے روزِ بد چاہتی ہے اور
وہ اُنکا برا چاہتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
بہتر امام تمھارے وہ ہیں کہ تم اُنکو دوست رکھو اور وہ تمکو
تم اُنکو دعائیں مانگو وہ تمکو اور تمھارے بُرے امام وہ ہیں کہ
تم اُنکو برا جانو وہ تمکو اور تم اُنکی برائی کرو اور وہ تمھاری)
جس طور پر کہ جورِ سلطانی معاش رعایا کو برباد کرتا ہی ایسے
ہی امرا یان اُنکو جڑ سے اُکھاڑتا ہے کیونکہ اُسکے خوف سے
کبھی نجات نہیں پاتے کہ اقامتِ دین و ایمان میں مشغول
ہوویں پس قیامِ سلطنتِ ظالمہ مثل انتشارِ مذاہبِ باطلہ ہے
کہ قوانینِ ملت کو خراب کرتا ہے اور آئین سلطنت کو گم
کرتا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے
نہیں کہ میں ڈرتا ہوں اپنی امت سے کہ بارش مانگے ساتھ
انوار کے اور ظلم بادشاہی سے اور تقدیر کو جھٹلاویں)
اور بعض اوقات میں بعض اقوام کی نسبت پر غضب ہوتا ہے
اور انتقام چاہتا ہے پس بدلہ لینے میں کسی فرمانبردار اور
غیر فرمانبردار کی تمیز نہیں کرتا اور گناہ و بیگناہ کا خیال
نہیں کرتا بلکہ تیغ بیدریغ اُنکے سر پر چلاتا ہے اور شہروں
اور ولایتوں کا چراغ بجھاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ جو نکلا میری اُمت پر اپنی تلوار لیکر
مارے بھلے اور برے اور نہ پروا کرے ایمان والے کی اور
نہ پورا کرے کسی عہد والے کی عہد وہ مجھسے نہیں اور میں اس سے
نہیں) اور بعض احیان میں جوش غضب بعض اقوام کی نسبت
اُسکے دل میں ظاہر ہوتا ہی لیکن بالفعل قدرت انتقام نہیں رکھتا

پس تخم کینہ نسبت ایشان در سینہ می کارد و منتظر میماند که کدام وقتے برسد که کینۂ دیرینہ را بروے کار آرد. کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من وال یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ. وازانجملہ تجبر و تکبر ست بیانش آنکہ بعضے اشخاص حسب اصل جبلت سرکش خودپسند و صاحب دعوی بلند میباشند بخودستائی مشغوف میباشند و بخودنمائی صرف جان خود را دریغ میکنند و ہر صغیر و کبیر را فروتر از خود می بینند اعلاے کمالات غیر را ادناے ہنر خود اگرچہ محض خیالی باشد مثل علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نمیسازند و مساوات خود را با دیگران بنسبت خود عار و ننگ میدانند غرضکہ تحقیر اقران را عین عزت خود میشمارند و تعبیر اخوان را عین عظمت خود می انگارند و بر کمالات خود می نازند و کمال دیگران را از پایۂ اعتبار می اندازند منتہاے آرزوہاے ایشان ہمین ست کہ ایشان را درمیان جمیع افراد انسان بوجہے امتیاز حاصل شود کہ کسے با ایشان مشارکت نجوید و راہ مشابہت نپوید چون مثل این شخص منصب سلطنت میرسد داد تجبر و تکبر میدہد و در رفتار و گفتار و نشست و برخاست والقاب و آداب و در سائر معاملات و عادات امتیاز خود میجوید و از ہر باب چیزہا براے ذات خود بوجہے مخصوص میگرداند کہ از مشارکت دیگرے درد بغایت میرنجد و راہ مساوات دیگران را بالکل می بندد مثلا براے نشستن خود وقتیکہ تخت ساختہ دیگران را از نشستن بر تخت منع کرد و در مجلسے کہ خود نشستہ دیگران را از نشستن مانع شد و لفظیکہ براے

پس تخم کینہ انکی طرف سے سینہ میں بوتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کون وقت آئے کہ کینۂ دیرینہ کو دل سے ظاہر کرے جیساکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) نہیں ہے کوئی سردار کہ سرداری کرتا ہو رعیت کی مسلمانوں پر پھر مرے اور دھوکا دینے والا ہو انکو مگر حرام کیا اللہ تعالی نے اسپر جنت کو اور ازانجملہ تجبر اور تکبر ہے بیان اسکا یہ ہے کہ بعض اشخاص بسبب اصل جبلت سرکش اور خودپسند اور صاحب دعوی بلند ہوتے ہیں خودستائی میں مصروف خودنمائی میں مصروف ہوتے ہیں اپنی جان کو دوست رکھتے ہیں اور ہر صغیر و کبیر کو اپنے سے کمتر دیکھتے ہیں غیر کے اعلی کمال کو اپنے ادنی ہنر کے مقابلے میں اگرچہ محض خیالی ہو مثل علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نہیں ہونے نہیں کرتے اور اپنی مساوات کو دوسروں کے ساتھ بہ نسبت خود عار و ننگ جانتے ہیں غرض کہ اوروں کی حقارت کو اپنی عزت سمجھتے ہیں اور بھائیوں کی عار کو عین عظمت تصور کرتے ہیں اور اپنے کمالات پر ناز کرتے دوسروں کو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں انکی آرزوؤں کا منبع اور منتہا یہی ہے کہ ان کو جمیع افراد انسان میں اسی وجہ پر امتیاز حاصل ہووے کہ کوئی انکے ساتھ مشارکت نہ چاہے اور راہ مشابہت ڈھونڈے جب کہ ایسا شخص منصب سلطنت پر پہنچتا ہے داد تجبر اور تکبر دیتا ہے اور رفتار و گفتار اور نشست و برخاست اور القاب و آداب اور تمام معاملات و عادات میں امتیاز تلاش کرتا ہے اور ہر باب سے بہت چیزیں اپنی ذات کے واسطے مخصوص کرتا ہے یہانتک کہ دوسرے کی مشارکت سے گھبراتا ہے اور مساوات کے خیال سے پیچ اٹھاتا ہے مثلا اپنے بیٹھنے کے واسطے جس وقت تخت بنائے دوسروں کو اسپر بیٹھنے سے منع فرمائے اور جس مجلس مین کہ خود بیٹھے دوسروں کو وہاں بیٹھنے سے مانع آئے اور جو لفظ کہ اپنی

خود مقرر ساختہ مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و ملک و حضور اقدس و امثال ذلک اگر کسے آن الفاظ را بر فرزندان ایشان ہم جاری گرداند آنرا گنہگار سخت میداند و تعزیر شدید باو میرساند غرضکہ دل ایشان ہمین میخواہد کہ جان خود را در بندگان الٰہی و اتباع رسالت پناہی نہ شمارند و ایشان را از جنس خود نہ انگارند و در ہر باب راہ علیحدہ اختیار کنند و جان خود را بہر وجہ امتیاز دہند و نیز میخواہند کہ آئین ایشان مشابہ اصول دین و بسان احکام شرع متین مسلم طوائف انام شود و متبوع ہر خاص و عام کسے را با ایشان مجال قیل و قال نماند و محل بحث و جدال نباشد گویا کہ با احکام الٰہی مخاطب نیستند و بر مخالفت او معاتب نہ و ہمین ہر دو امر یعنی خودکشی و تمنار نفاذ حکم آناً فاناً ترقی می گیرد و صورت تعلّی می پذیرد تا اینکہ بمرتبہ ادعاے الوہیت و نبوت می رساند و او را از اخوان فرعون و نمرود میگرداند ہیچ وصفے از اوصاف ربّ مجید نیست کہ جبار عنید او را در ضمن تحریر فراین و پروانجات بخود نسبت نداده و ہیچ اسمے از اسماء خالق اکبر نیست کہ این جاہل ابتر ذات خود را بآن لقب ننہاده و ہیچ منصبے از منصب انبیاء مرسلین نیست کہ این عدو دین ادعاے آن نموده و ہیچ مرتبہ از مراتب خلفاے راشدین نیست کہ این رئیس المفسدین در آن راہ مساوات با ایشان نہ پیموده و این سلطنت تکبر و تجبر چنانکہ در حق کافہ امت و دین ملت نہایت مضر است ہمچنین ہزار چند از ان در حق این داعی جاہل سمّ قاتل است ہیچ سلطانے را از سلطنت خود آن قدر مضرت نرسیده کہ متکبر را از سلطنت خود رسیده کہ جان خود را خالق رعایا می شمارد

ذات کے واسطے مقرر کرے مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و ملک و حضور اقدس وغیرہ اگر کوئی اُس لفظ کو اُسکے فرزندوں پر بھی جاری کرے تو اُسکو سخت گنہگار جانے اور تعزیر شدید اُسکو پہنچاوے غرض کہ دل اُنکا یہی چاہتا ہے کہ اپنے جان کو بندگان الٰہی اور امتیان رسالت پناہی میں نہ جانیں اور دل کو اپنے جنس سے نہ پہچانیں اور ہر معاملہ میں راہ علیحدہ اختیار کریں اور اپنی ذات کو ہر وجہ سے امتیاز دیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ آئین اُنکا مشابہ اصول دین و احکام شرع متین طوائف انام اور خاص و عام میں مسلّم الثبوت ہو اور ہر شخص اُسکا اتباع کرے اور کسی کو اُنکے ساتھ مجال قیل و قال اور محل بحث و جدال نہ رہے گویا کہ احکام الٰہی کے ساتھ مخاطب نہیں اور اُنکی مخالفت پر معاتب نہیں اور یہی دونو امر یعنی خودکشی اور تمناے نفاذ حکم آناً فاناً ترقی پکڑتی ہے اور صورت تعلّی قبول کرتی ہے یہانتک کہ ادعاے الوہیت اور نبوت کے مرتبے تک پہنچاتی ہے اور اسکو برادران فرعون اور نمرود سے بناتی ہے۔ کوئی وصف اوصاف رب مجید سے نہیں کہ جبار عنید نے اُسکو ضمن فراین اور پروانجات میں اپنی طرف منسوب نہ کیا اور کوئی اسم اسماے خالق اکبر سے نہیں کہ اس جاہل ابتر نے اپنی ذات کو اُسکے ساتھ ملقب نہ کیا اور کوئی منصب مناصب انبیاء مرسلین سے نہیں کہ اس دشمن دین نے اُسکا ادعا نہ کیا اور کوئی مرتبہ مراتب خلفاء راشدین سے نہیں کہ اس رئیس المفسدین نے اُنمیں اُنکے ساتھ راہ مساوات نہ اختیار کی۔ یہ سلطنت تکبر و تجبر جس طرح پر کہ تمام اُمت اور جملہ ملت کے حق میں نہایت مضر ہے ایسے ہی ہزار چند مضر اس داعی جاہل کے حق میں سم قاتل ہے کسی سلطان کو اپنی سلطنت سے اُس قدر مضرت نہ پہنچی کہ متکبر کو اپنی سلطنت سے پہنچے کہ اپنی جان کو خالق رعایا جانتا ہے

ویا نبی برایا خصوصاً وقتیکہ زمانہ یارِ او باشد و بخت یاورِ او
کہ اکابرِ اہلِ زمان زیردست شوند و سرکشانِ اقران بغایت
پست درین صورت استکبارِ او دوبالا میگردد و
دماغِ نخوتِ بعالمِ بالا میرسد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتها ابناء الملوک ابناء
فارس والروم سلط الله شرارها علی خیارها
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکبریاء ردائی و
العظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما
ادخلته النار وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اغیظ رجل علی الله یوم القیمة واخبث
رجل کان یسمی ملک الاملاک لاملک الا الله
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقولن احدکم
عبدی وامتی کلکم عبید الله وکل نسائکم اماء
الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی
ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی وفی روایة
لا یقل العبد لسیده مولای فان مولاکم الله
باید دانست کہ این سلطنتِ جابرہ کہ چندے از اوصاف
او مذکور گردیده بر دو قسم ست قسم اول آنکہ سلطان جابر
باوجود این شوخ چشمی گستاخی کہ بالا مذکور گردیده قدرے
از ایمان ہم داشته باشد و به بعضے اعمالِ صالحہ ہمت گماشتہ
اگرچہ آن اعمال را ہم بوجھے ادا میکند کہ منطبق بر طریقۂ
مشروع نیست ونزدِ اہلِ دیانت مسموع نہ بلکہ موافق آئین خود
آنرا ادا می نماید و بروجہ مطبوع خود دران می درآید اما در دلِ
خود ہمان را وسیلۂ تقرب الی اللہ میسازد و باخلاص نیّت
بجامی آرد مثلاً چنانکہ در ابواب ہوا و ہوس خود خزائنِ وافرہ

اور یا نبی برا یا پہچانتا ہے خصوصاً اُس وقت کہ زمانہ یار اور
بخت مددگار ہو اکابر اہلِ زمان زیردست ہوں سرکشانِ اقران
نہایت پست ہوں اس صورت میں استکبار اور غرور اُسکا
دوبالا ہوتا ہے اور دماغ نخوت عالم بالا پر پہنچتا ہے۔ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جب چلے اُمّت میری اور
خدمتگار انکے اولاد بادشاہوں کی اولاد فارس اور روم کی
مسلّط کریگا اللہ تعالیٰ اُنکے بُروں کو اچھوں پر) اور فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر چادر میری
ہے اور بڑائی ازار میری جو کوئی مجھسے چھینے ایک کو ان دونوں سے
اُسکو داخل کروں گا آگ میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جسپر سب سے
زیادہ خفا ہوگا اور سب سے بدتر سمجھے گا وہ ہے کہ نام رکھے
بادشاہوں کا بادشاہ نہیں ہے بادشاہ مگر اللہ تعالیٰ) اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہرگز نہ کہے ایک
تمہارا کہ میرا بندہ میری لونڈی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری
عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں اور یوں کہا کرو کہ میرا غلام میری
خدمتگارنی اور نہ کہے غلام میرا رب اور یوں کہے کہ میرا سردار اور
ایک روایت میں ہے کہ نہ کہے غلام اپنے سردار کو کہ میرا مولا
ہو اسطے کہ مولا تمہارا اللہ ہے) معلوم کرنا چاہیے کہ یہ سلطنت جابرہ
کہ چند اوصاف اُسکے مذکور ہوئے دو قسم پر ہے قسم اول
یہ ہے کہ سلطان جابر باوجود اِس شوخ چشمی اور گستاخی کے کہ
اوپر مذکور ہوئی کسی قدر ایمان بھی رکھتا ہو اور بعض اعمال صالحہ
کی طرف بھی متوجہ ہو اگرچہ اُن اعمالوں کو بھی اسی طرح
ادا کرتا ہے کہ طریقۂ مشروع پر منطبق نہیں اور اہل دیانت
کے نزدیک مسموع نہیں بلکہ اپنے آئین کے موافق اُسکو
ادا کرتا ہے اور بروجہ مطبوع اُسکو بجالاتا ہے لیکن اپنے
دل میں اُسی کو تقرب الی اللہ کرتا ہے اور اخلاص نیت سے
بجالاتا ہے مثلاً جسطرح پر کہ ابواب ہوا و ہوس میں خزائن وافرہ

ودفائن متکاثرہ صرف می نماید ہمچنین مسجدے بس لطیف نفیس مطلا ومذہب ومصفا ومنقش بناکرد وآنرا از عبادتِ مالیہ شمرد اگرچہ بنائے مثلِ این مسجد ہم در جنسے اسراف ست کہ در شرع بغایت نامحمود ست وعند اللہ نامقبول لیکن از انجا کہ طریقِ انفاق نزد او ہمین اسراف ست پس معنی انفاق فی سبیل اللہ ہمین میداند کہ در مصارفِ محمودۂ شرعیہ ہر قدر کہ اسراف کند ہمان قدر عند اللہ محمود ست وعند الشرع مقبول بناءً علیہ تقرباً الی اللہ اموالِ خطیرہ دران صرف نمود وبنا بر زیادتِ قبولیت راہ اسراف پیمود قسم ثانی آنکہ سلطان جابر در دل این قدر خوفِ الٰہی نمی دارد کہ افعالِ شرعیہ راہم باخلاصِ نیت بجا آرد بلکہ آنرا ہم بطریقِ رسم وعادت وبنا برِ حصولِ نیکنامی درمیانِ اہلِ زمان واظہارِ مسابقت بر اقران بعمل می آرد وآن را نیز از لوازمِ جاہ وجلالِ خود می شمارد پس چنانکہ اعمالِ صالحہ سلطان اول باعتبار ظاہر مردود بود وباعتبار نیت محمود ہمچنین اعمال این سلطانِ ثانی ہم از بیرون فاسد ست وہم از درون کاسد ودرین معنی چند لطیفہ ست کہ در ضمنِ چند نکتہ بیان باید کرد نکتۂ اولیٰ سلطان جابر ہر چند عند اللہ مردود ست واز ساحتِ قرب مطرود فاما در نوعِ انسان یک گونہ از منفعتے بمومنین ومضرتے بکافرین می رسد مثلاً بنا برِ طلبِ سلطنت ومملکت عقلائے مسلمین را وزیر وامیر میگرداند وبہ سلاطینِ کفار مضرتے می رساند اگرچہ پرورشِ مومنین بنا بر پاسِ دین وسرزنشِ کافرین بنا بر اعلائے کلمۂ رب العالمین بعمل نیاوردہ پس منفعتِ آن اگرچہ بذاتِ او ہیچ نرسیدہ فاما دین واہلِ دین یک گونہ سرسبز گردید پس او را

اور دفائن متکاثرہ صرف کرتا ہے ایسے ہی ایک مسجد نہایت لطیف نفیس مطلا مذہب مصفا منقش بناکرے اور اُسکو عبادات مالیہ سے گنے اگرچہ ایسی مسجد کی بناء بھی منجملہ جنس اسراف ہے کہ شرع شریف میں نہایت نامحمود ہے اور عند اللہ نامقبول ہے لیکن اُس صورت میں کہ طریق انفاق اُسکے نزدیک بھی اسراف ہے پس معنی انفاق فی سبیل اللہ یہی جانتا ہے کہ مصارفِ محمودہ شرعیہ میں جس قدر کہ اسراف کرے اُسی قدر عند اللہ محمود ہے اور عند الشرع مقبول بناءً علیہ تقرباً الی اللہ اموالِ کثیرہ اُسمیں صرف کرے اور زیادتی قبولیت کے خیال سے اسراف کی راہ اختیار کرے قسم ثانی یہ ہے کہ سلطانِ جابر دل میں اس قدر خوفِ الٰہی نہیں رکھتا ہے کہ افعال شرعیہ کو بھی اخلاصِ نیت سے بجالاے بلکہ اُسکو بھی بطریقِ رسم وعادات بنا برِ حصولِ نیکنامی واظہارِ مسابقت عمل میں لاتا ہے اور اُسکو بھی اپنے جاہ وجلال کے لوازم سے گنتا ہے پس جس طرح پر کہ سلطان اول کے اعمالِ صالحہ باعتبار ظاہر مردود تھے اور بہ اعتبار نیت محمود ایسے ہی اس سلطان ثانی کے اعمال ظاہراً فاسد ہیں اور باطناً کاسد اور اس معنی میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتہ کے ضمن میں بیان ہوتے ہیں نکتۂ اولیٰ سلطانِ جابر ہر چند عند اللہ مردود ہے اور میدان قرب سے مطرود لیکن نوع انسان میں ایک قسم کی منفعت اُس سے مسلمانوں کو اور ایک طرح کی مضرت کافروں کو پہنچتی ہے مثلاً بنا بر طلبِ سلطنت عقلائے مسلمین کو وزیر اور امیر بناتا ہے اور سلاطین کفار کو مضرت پہنچاتا ہے اگرچہ پرورشِ مومنین بنا بر پاس دین اور سرزنشِ کافرین بوجہ اعلائے کلمۂ رب العالمین عمل میں نہ لایا پس اُسکا نفع اگرچہ اُسکی ذات کو کچھ نہ پہنچا لیکن دین اور اہل دین کو ایک طرح کی سرسبزی حاصل ہوئی پس اُسکو

بسانِ کور مشعل دار یا اسیر خدمتگزار باید فہمید و در کار نیک شریک او باید گردید و وجود او را بہتر از عدم باید شمرد وحتی المقدور از منازعت و اعراض باید کرد بلکہ از درگاہ مجیب الدعوات اصلاح حال او باید طلبید و ظلم و تعدی او را از قبیل بلاے آسمانی باید فہمید۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الله تبارك وتعالى يقول انا الله لا اله الا انا مالك الملوك قلوب الملوك فى يدى وان العباد اذا اطاعونى حولت قلوب ملوكهم عليهم بالرحمة والرافة وان العباد اذا عصونى حولت قلوبهم بالسخط و النقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسكم بالدعاء على الملوك ولكن اشغلوا انفسكم بالذكر والتضرع كى اكفيكم ملوككم

نکتۂ ثانیہ سلطان جابر از بسکہ جانِ خود را از مسلمین می شمارد گاہ گاہ حمیتِ دینِ متین و غیرتِ شرعِ مبین از دلِ او میجوشد و بناءبران در اعلاے کلمۂ رب العالمین میکوشد پس درین صورت تائیدِ دینِ متین ازو صورت می پزیرد و شرع مبین ازو رونق میگیرد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الله ليؤيد هذا الدين بالعبد الفاجر پس درین صورت اطاعتِ او از جملہ ارکان اسلام ست و اعانتِ او خدمتِ سید الانام۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجهاد ماض الى يوم القيامة لا يبطله عدل عادل ولا جور جائر

نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بار بار محتاج امر بالمعروف ست و اظہار حق بحضور او افضلِ عبادات قال النبی صلعم افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر

بسان کور مشعل دار یا اسیر خدمتگزار سمجھنا چاہیے اور نیک کام میں اُسکے شریکِ حال ہونا چاہیے اور اُسکے وجود کو عدم سے بہتر خیال کرنا مناسب ہے اور حتی المقدور اُسکی مخالفت سے اعراض اولیٰ ہے بلکہ درگاہِ مجیب الدعوات سے اُسکی اصلاحِ حال کی دعا ضروری ہے اور اُسکی تعدی اور ظلم وستم کو منجملہ بلاے آسمانی جاننا لابدی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں معبود ہوں نہیں کوئی معبود سوا میرے میں بادشاہوں کا مالک ہوں بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں اُنکے بادشاہوں کے دلوں میں رحمت اور نرمی ڈال دیتا ہوں انکی طرف سے اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو پھیر دیتا ہوں اُنکے دل یعنی بادشاہوں کے طرف غصہ اور بُرائی کے پس وہ انکو بُری تکلیف دیتے ہیں تم اپنے بادشاہوں کو بد دعا مت کرو بلکہ تم خود نیکی کرو اور روؤ کیونکہ تمھارے بادشاہ میرے اختیار میں ہیں) نکتۂ ثانیہ سلطان جابر از بسکہ اپنی جان کو مسلمانوں میں سے گنتا ہے کبھی کبھی حمیتِ دینِ متین اور غیرتِ شرعِ مبین اُسکے دل سے جوش مارتی ہے بنظر بران اعلاے کلمۂ رب العالمین میں کوشش کرتا ہے اس صورت میں تائیدِ دینِ متین اُس سے صادر ہوتی ہے اور شرعِ مبین اُس سے رونق پکڑتی ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ مدد کریگا اس دین پاک کی ساتھ گنہگار کے) پس اس صورت میں اُسکی اطاعت منجملہ ارکان اسلام ہے اور اُسکی اعانت خدمت سید الانام ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جہاد قیامت تک جاری رہیگا نہ مٹاویگا اُسکو کوئی عادل اور نہ ظالم) نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بیشک امر بالمعروف کا محتاج ہے اور اظہار حق اُسکے حضور افضل عبادات ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ بہترین جہاد حق بات کہنی ہے ظالم بادشاہ کے روبرو)

فاما امر بالمعروف او الحجہ باید کرد بحد مخالفت و منازعت نکشند
وبسر حد بغی خروج نرسد کہ خروج بر امامِ جابر شرعاً جائز نیست
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الامن ولی علیہ وال فرأہ
یاتی شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ
اللہ ولا ینزعن یدا من طاعۃ

تنبیہ ثالث در ذکر سلطنتِ ضالہ

باید دانست کہ چون زمان سلطنتِ جابرہ ممتد میگردد و سلاطین جابرین سالہا سال برہمون آئین تجبّر وتجسّر پے در پے میگزرند و در کارخانہ سلطنت گویا کہ زمانۂ جاہلیت کہ قبل خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بودہ نمودی نماید و احکامِ خلافت راشدہ وسلطنتِ عادلہ مثل خواب فراموش از یاد میرود و از لفظ مطلق ریاست وسیاست ہمین سلطنت جابرہ مفہوم میگردد پس کسے از اہلِ ہدایت و دیانت امر ریاست وسیاست از جنسِ طاعت وعبادت نمی شمارد بلکہ آن را از اقبح انواع دنیا پرستی و افحش اقسامِ سرکشی وستی می انگارد پس اکابرِ ملت و اعاظمِ امت ازین دُور دُور میگریزند و از قرب و جوار می پرہیزند و از مجالستِ سلاطین دست بردا می شوند و از مصاحبتِ ایشان بیزار پس فراعنہ سلاطین بسان ملاعنہ شیاطین بلاتکلف در پے نفسِ امارہ دُور دُور میروند بلاقید در میدانِ نخوت وغرور میدوند و عقل وفکر ایشان و ہمنشینانِ ایشان در استخراج دقائق فسق وفجور و ابواب اخذ وجر مال و عزل و نصب عمال و ابواب تعذیب رعایا و تخریب برایا و ابواب تکبر و تجبر مشغول می شود و استنباط اصول و فروع آن میکنند

لیکن امر بالمعروف اُسکو اسی طرح پر کرنا چاہیے کہ حد مخالفت اور منازعت کو نہ پہنچے اور سرحد بغاوت اور خروج تک نہ کھنچے کیونکہ خروج امام جابر پر شرعاً جائز اور درست نہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ جو کوئی سردار کے ماتحت ہوا اور اُس سے یعنی سردار سے کوئی گناہ ہو گیا تو گناہ تو برا سمجھتا رہے مگر اُسکی اطاعت سے سر نہ پھیرے)

تیسری تنبیہ میں سلطنتِ ضالہ کا ذکر ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ جیسا زمانۂ سلطنت جابرہ ایک مدت تک رہتا ہے اور سلاطین جبارین سالہا سال اُسی آئینِ ظلم وستم پر پے در پے گزرتے ہیں اور کارخانۂ سلطنت میں زمانۂ جاہلیت کہ قبل زمانۂ خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام تھا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور خلافتِ راشدہ اور سلطنت عادلہ کے احکام مثل خواب خرگوش یاد سے جاتے ہیں اور لفظ مطلق ریاست وسیاست سے یہی سلطنت جابرہ مفہوم ہوتی ہے پس کوئی اہل ہدایت و دیانت امر ریاست اور سیاست کو از جنس طاعت وعبادت نہیں جانتا ہے بلکہ اُسکو دنیا پرستی اور سرکشی اور مستی کے بدترین انواع اور افحش اقسام سے پہچانتا ہے اسی وجہ سے بزرگانِ ملت اور ارکانِ اُمت اس سے دُور دُور بھاگتے ہیں اور قرب جوار سے پرہیز کرتے ہیں اور سلاطین مجالست سے دست بردا ہوتے ہیں اور اُنکی مصاحبت سے بیزار ہوتے ہیں پس فراعنۂ سلاطین بسانِ ملاعنۂ شیاطین بلاتکلف نفس امارہ کے پیچھے دُور دُور جاتے ہیں اور بلاقید مکانِ نخوت وغرور میں تکاپو بجالاتے ہیں اور اُنکا اور اُنکے ہمنشینوں کا عقل وفکر بدکاری کی باریکیوں کے نکالنے اور مال وخزانہ لینے اور عاملوں کے مجاسبے و موقوفی اور رعایا کے عذاب دینے اور مخلوقات کے خراب کرنے اور لوگوں کی ایذا رسانی میں مشغول رہتا ہے اور ان سب کے اصول و فروع کا استنباط کرتا ہے

وبحکم هرکه آمد بران مزید کرد این فن قبیح روز بروز ترقی میگیرد
وقرن بقرن رونق می پذیرد تا اینکه کلیاتِ آن مضبوط میگردد
وجزئیات آن مبسوط واصولِ آن مقرر می شود وفروعِ آن
محرر در هر امرے از امورِ ریاست وسیاستِ حکمی مخالفِ
شرعِ متین ثابت میگردد ودر هر معامله از معاملات بنی آدم
اصلے مقابلِ دین قائم میشود پس ملّتے مقابلِ ملّتِ
مصطفوی برپا میشود وسنّتے مقابل سنّتِ نبوی برملا
آئینِ سلطانی مخالف احکامِ ربّانی پیدا میگردد وقوانینِ
خاقانی مخالف شرعِ ایمانی هویدا بساچیزست که در شرعِ
ربّانی حرام ست ودر آئینِ سلطانی واجب وهمچنین بالعکس
مثلاً الطلاق لفظِ شاهِ شاهان وخداوند جهان وجهانیان و
حضورِ اقدس وعرش آشیانی وبندۂ خاص وپرستار
باختصاص وقلمِ قدر توام واستادنِ امراء دست بسته
وسرنگون وعقدِ مجلسِ رقص وسرود ولبسِ حریر در ایامِ
جشن وعید واستعمالِ ظروفِ سیم وزر واظهارِ فرحت و
سرور در اعیادِ کفار مثل نوروز ومهرجان وهولی ودیوالی
ومثلِ آن از مقدمات هزاران هزار ومعاملاتِ بیشمار
اینهمه در شرعِ ربّانی حرام ست ودر آئینِ سلطانی واجب
الاهتمام وجواب السلام وعلیک وحضورِ جماعات وحسنِ
معاشرت وخلقِ نیک باضعفاے بندگانِ الٰهی ومصافحه
ومعانقه باهر مسلمان واجابتِ دعوتِ هر وضیع وشریف و
اختلاط باجماهیر اهلِ اسلام وحج بیت الله الحرام وخدمتِ اولیاء
الله ودوامِ ملازمتِ ایشان ودوامِ ملازمت در مجالسِ
علم وذکر وعدمِ مخالفت کسے از رؤسا وضعفاء
وشنیدنِ حوائجِ ذوی الحاجات وامثالِ ذلک

اور بحکم ہر کہ آمد بران مزید کرد یہ فن قبیح روز بروز ترقی پکڑتا ہی
اور قرن بقرن رونق قبول کرتا ہے یہانتک کہ کلیات
اُسکے مضبوط ہوتے ہیں اور جزئیات اُسکے مبسوط ہوتے
ہیں اور اصول اُسکے مقرر ہوتے ہیں اور فروع اسکے محرر
ہوتے ہیں ہر امر میں منجملہ امور ریاست وسیاست ایک حکم
مخالفِ شرعِ متین ثابت ہوتا ہے اور ہر معاملہ میں منجملہ معاملات
بنی آدم ایک اصل مقابلِ دین قائم ہوتی ہے پس ایک
ملّت مقابل ملّتِ مصطفوی برپا ہوتی ہے اور ایک
سنّت مخالف سنّتِ نبوی برملا ہوتی ہے آئینِ سلطانی
مغائرِ احکامِ ربّانی پیدا ہوتا ہے اور قانون خاقانی مخالف
شرعِ ایمانی ہویدا ہوتا ہے بہت سی اشیا ہیں کہ شرع
ربانی میں حرام ہیں اور آئینِ سلطانی میں واجب اور ایسے
ہی اسکے بالعکس خیال فرمائیے مثلاً الطلاق لفظ شاہ
شاہاں اور خداوند جہان اور جہانیان حضور اقدس اور
عرش آشیانی اور بندہ خاص اور پرستار باختصاص
اور قلم قدر توام اور استادن امراء دست بستہ وسرنگوں
اور عقدِ مجلسِ رقص وسرود اور لبس حریر بایامِ جشن وعید
اور استعمالِ ظروف سیم وزر اور اظہار فرحت وسرور مثل
نوروز ومہرجان وہولی ودیوالی وغیر آں از مقدمات
ہزاراں ہزار ومعاملات بیشمار سب کے سب شرعِ ربّانی میں
حرام ہیں اور آئینِ سلطانی میں واجب سلام اور اُسکا
جواب اور حضورِ جماعات اور حسنِ معاشرت اور بندگانِ
خدا کے ساتھ نیک خُلقی کے ساتھ پیش آنا اور ہر مسلمان کے
ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا اور ہر وضیع وشریف کی دعوت کا
قبول کرنا اور تمام اہلِ اسلام کے ساتھ اختلاط رکھنا اور
حجِ بیت اللہ اور خدمتِ اولیاء اللہ بجا لانا اور مجالسِ
علم وذکر میں ہمیشہ رہنا اور کسی کے ساتھ مخالفت سے
پیش آنا اور صاحبِ حاجت کی حاجتوں کو لینا اور اسی کے مانند

اینہمہ در شرع ربانی مامور ست و در آئین سلطانی ممنوع و اخذ
محصولِ مالِ تجارت زائد از قدر زکوٰۃ و تعیین ظالمانِ مردم آزار
برہر گزرِ دریا و رہگزرِ صحرا و برہر دروازۂ شہر بنا بر دار و گیرِ
مسافران و اخذ چیزے از اموالِ ایشان و امثالِ ذٰلک
اینہمہ مخالفِ شرع ربانی ست و موافقِ آئینِ سلطانی و بسا
جرم ست کہ تعزیر آن در شرع ربانی دیگر ست و در آئینِ سلطانی دیگر
حدِ دزدی در شرع قطع ید ست و در آئین سلطانی قتل و یا حبس
برادرانِ پادشاہ در متروکۂ پدرِ خود بحکمِ شرع شریک اند و بحکمِ
آئین محروم تمام مال بیت المال در شرعِ حق کافۂ مسلمین ست
و در آئینِ ملوک سلاطین بالجملہ آئینِ سلطانی ہم بس طویل و عریض
مستوعبِ احکام رنگارنگ و اصولِ گوناگون مقابل شرع ربانی
بہم رسیدہ و تعلیم و علم آن درمیان ارکینِ سلطنت و اساطینِ مملکت
مروج گردیدہ کہ پدرانِ مشفق برائے تربیتِ پسرانِ خود برہمین آئین
اُستادانِ این فن را کہ ایشان را اتالیق میگویند تعین می نمایند
وتدریجاً ہمین فن را تعلیم میفرمایند و آن را از کمالاتِ ایشان
می شمارند و از مفاخر آنہا می انگارند و خیر خواہانِ سلطنت
و ترقی خواہانِ مملکت کہ در صنعتِ تحریر و تقریر
قوتِ لسانی و براعتِ بیانی میدارند بسوے ہمین آئین
مردمان را دعوت میکنند و بسوے آن ترغیب میدہند
وکتب و رسائل دران درست میگردانند و آنرا بذکر شواہد و
دلائل بپایۂ اثبات میرسانند چنانچہ رسالہ در تحلیل لبس حریر
مشہور ست و مسئلہ تجویز سجدہ برائے سلاطین معروف و آئین اکبری
درین فن کتابی ست مبسوط و اصولِ آئین او کہ مسمیٰ
بہ دین الٰہی ست و کتاب در دبستان مذاہب مضبوط
بالجملہ این سیاستِ سلطانی مذہبے ست غیر مذہبِ اسلام

یہ تمام شرع ربانی میں مامور ہیں اور آئین سلطانی میں ممنوع اور
مال تجارت کا محصول قدر زکوٰۃ سے زیادہ لینا اور ہر گزر دریا
اور رہگزر صحرا اور ہر دروازۂ شہر پر مسافروں کو ایذا پہنچانے
اور اُنکا مال ہاتھ میں لانے کے واسطے ظالمانِ مردم آزار کا
تعین کرنا مخالفِ شرع یزدانی ہے اور موافق آئین سلطانی
اور بہت سے جرم ہیں کہ اُنکی تعزیر شرع ربانی میں اور ہے
اور آئین سلطانی میں اور چوری کی حد شرع شریف میں ہاتھ کا
کٹوانا ہے اور آئین سلطانی میں قتل یا حبس بادشاہ کے
بھائی باپ کے متروکہ میں از روے حکم شرعی شریک ہیں
اور بحکم آئین محروم بیت المال کا تمام مال شرع میں تمام
مسلمانوں کا حق ہے اور آئینِ ملوک میں حق سلاطین
بالجملہ آئینِ سلطانی بھی بہت طویل و عریض ہے کہ شرع شریف
کے مقابل میں احکام رنگارنگ اور اصول گوناگوں کو
حاوی ہے اور تعلیم تعلم اسکا ارکین سلطنت اور اساطین
مملکت میں مروج ہے کہ پدرانِ مشفق اپنے لڑکوں کی تربیت
کے واسطے اسی آئین پر اُستادانِ اس فن کو کہ اُنکو اتالیق
کہتے ہیں متعلق کرتے ہیں اور تدریجاً اسی فن کی تعلیم فرماتے ہیں
اور اُسکو اُنکے کمالات سے گنتے ہیں اور اسکو مفاخر سے
جانتے ہیں اور خیر خواہانِ سلطنت اور ترقی خواہانِ مملکت کہ
صنعت تحریر و تقریر میں قوت لسانی اور براعت بیانی
رکھتے ہیں اسی آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور اُنکی
طرف رغبت دلاتے ہیں اور اُسمیں کتابیں اور رسالے لکھتے
ہیں اور اُسکو شواہد اور دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچاتے
ہیں چنانچہ ایک رسالہ تحلیل لباس حریر میں مشہور ہے
اور مسئلہ تجویز سجدۂ سلاطین کے حق میں معروف ہے۔
آئین اکبری اس فن میں ایک کتاب مبسوط ہے اور دبستان
مذاہب میں مضبوط اُسکے آئین کے اصول کا نام دین الٰہی ہے
الحاصل یہ سیاستِ سلطانی ایک مذہب ہے غیر مذہب اسلام

و ملتے ست غیر ملت سید الانام مشابہ بسائر مذاہب باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ مثل شیعہ و خوارج کہ مذہب آنہا ہم
اگرچہ فی الحقیقت باطل ست فاما دعاوی ایشان ہمین ست
کہ مستفاد از کتاب و سنّت ہمین مذاہب ست بخلاف
آئین سلاطین کہ ایشان احکام خود را استفاد از کتاب و
سنت نمی شمارند بلکہ بمجرد حکم عقلی بملاحظہ قیام
سلطنت و انتظام مملکت منتہی می انگارند پس فی الحقیقت
آئین ایشان شعبہ ایست از مذہب فلاسفہ نہ از ملت اسلامیہ
چنانچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم از وجود این سلاطین مضلین
اخبار فرمودہ اند. قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی
امتی الائمۃ المضلین وروی ان حذیفۃ قال قلت
یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ
شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف وقلت
وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم تکون امارۃ
علی اقذاء وھدنۃ علی دخن قلت ثم ماذا قال
ثم ینشاء دعاۃ الضلال وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یکون فتنۃ عمیاء صماء
علیہا دعاۃ علی ابواب النار. ہر چند امثال این سلاطین
فی الحقیقت از قبیل کفار اشرار اند و از جنس اہل نار فاما از
بسکہ بزبان خود دعوی اسلام میکنند پس کفر ایشان مستور ست
و ایمان ایشان ظاہر و شاہد تصدیق ہمین دعوی ظاہری از رسوم
اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و
عید الضحے و تجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر
مسلمین در میان خود جاری میدارند و از شرع ربانی
بالکل دست بردار نمی شوند آرے آئین سلطانی را

اور ایک ملت ہی غیر ملت پیغمبر سید انام مثل جملہ مذاہب باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ شیعہ اور خوارج کے مذہب پر اسکو قیاس
کر سکتے اگرچہ انکا مذہب بھی فی الحقیقت باطل ہی لیکن اُنکا
دعویٰ یہی ہے کہ ہمارا مذہب بھی کتاب اور سنّت سے
مستفاد ہے بخلاف آئین سلطنت کے کہ وہ اپنے احکام کو کتاب و
سنّت سے مستفاد نہیں جانتے ہیں بلکہ اُسکا منشا مجرد حکم عقلی
اور محض قیام سلطنت پہچانتے ہیں پس فی الحقیقت انکا
آئین مذہب فلاسفہ کا ایک شعبہ ہے ملت اسلامیہ سے
اُسکو تعلق نہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سلاطین مضلین کے وجود سے پہلے ہی خبر دی ہے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) سوا اسکے
نہیں کہ مَیں خوف کرتا ہوں اپنی اُمت پر گمراہ اماموں سے
اور روایت کیا یہ کہ حذیفہ نے کہا کہ کہا مَیں نے اے اللہ کے
رسول کیا اس بھلائی کے بعد برائی ہوگی جیسے پہلے تھی
فرمایا ہاں مَیں نے عرض کیا کہ بچاؤ کیا ہے فرمایا تلوار
اور عرض کیا مَیں نے اور کیا بعد تلوار کے باقی رہنا ہوگا
فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے کہ ہاں کہ ہوجاویگی امارت کمینوں کو اور قتل
اودھوں یعنی کثرت سے کہا مَیں نے پھر کیا ہوگا فرمایا آپ نے پھر پیدا ہوگا
بلانیوالا طرف گمراہی کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہوگا فتنہ بہرا گونگا اوپر اُسکے بلانیوالا اوپر نار کے)
ہر چند ایسے بادشاہ از قبیل کفار اشرار ہیں اور از جنس اہل
نار لیکن چونکہ اپنی زبان سے مدعی اسلام ہیں مستحق فتوائے
تکفیر نہیں کیونکہ کفر انکا مستور ہے اور ایمان انکا ظاہر
مشہور ہے اور انکے ایمان کی تصدیق یہی شواہد ظاہرہ
کرتے ہیں مثل عقد نکاح دختراں اور اظہار تجمل بروز
عیدین اور ادائے تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن وغیرہ
ان سب رسموں کو اپنے درمیان جاری رکھتے ہیں شرع
ربانی سے بالکل دست بردار نہیں ہوتے ہاں آئین سلطانی کو

در حقِ خود و ملازمانِ خود واجب العمل می انگارند چنانچہ در محاوراتِ خود آئین را با شرع ضم کردہ در تلفظ استعمال میکنند مثلاً میگویند کہ ہر چند شرع اصل ست اما در بابِ سیاست با شرع طورہ ہم باید و مراد از طورہ آئین چنگیز خان ست پس بنا بر ہمین دعویٰ اسلام کہ بظاہر از زبانِ ایشان سر میزند ایشان را از کفر صریح محفوظ میدارد اگرچہ کفر مخفی ہم در مواخذۂ اُخرویہ کافی ست فاما اسلام ظاہری مقتضی ہمین معنی ست کہ با ایشان در احکام دنیویہ معاملہ مسلمین بعمل آرند و ایشان را ہم در بابِ معاملات از جنس مسلمین شمارند گو کہ در آخرت با کفارِ شرار در درکاتِ نار مخلد باشند و در داروگیر ربِ قدیر تا ابد الآباد مانند و یا وسعتِ رحمت الٰہیہ دست گیری ایشان نماید خواہ قبل التعذیب خواہ بعد التعذیب ایشان را مغفرت فرماید بالجملہ حالِ معادِ ایشان بر علم علام الغیوب سپارند و در احکامِ معاش معاملہ مسلمین با ایشان بعمل آرند بالجملہ چون سلطنتِ جابرہ بحد سلطنتِ ضلالت رسید از سرحد فسق و ظلم برآمدہ در اقسامِ بدعت و ضلالت داخل گردید پس حکمِ سلاطین مضلین حکم سائر فرقِ باطلہ مبتدعین ست اختلافیکہ در تکفیر و عدمِ تکفیر مبتدعین واقع ست ہمون اختلاف در تکفیر و عدمِ تکفیر سلاطین مضلین متحقق و از بسکہ احتیاط در محل اختلاف لازم ست بناءً علیہ توقف در حال ہمین مضلین واجب و نیز باید دانست کہ سلطانِ مضل ہم دو قسم ست متمرد و مقلد بیانش آنکہ چون آئینِ سلطانی بمشابہ مذاہب ساری و جاری گردید و بپایۂ اشتہار رسید پس بعضے از سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت بعیش و نشاط راغب نمی باشند عادات تکبر و تجبر طالب نہ

اپنے اور ملازمین کے حق میں واجب العمل جانتے ہیں چنانچہ اپنے محاورات میں آئین کو شرع کے ساتھ ضم کر کے تلفظ میں استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ہر چند شرع اصل ہی لیکن معاملہ سیاست میں ساتھ شرع کے طورہ بھی چاہیے اور مراد طورہ سے آئین چنگیز خاں ہے پس اسی دعویٰ اسلام کی بنا پر کہ بظاہر اُنکی زبان سے ظاہر ہوتا ہے کفر صریح سے محفوظ رکھتے ہیں اگرچہ کفر مخفی ہے مواخذۂ اُخرویہ میں کافی ہے لیکن اسلام ظاہری اسی معنی کا مقتضی ہے کہ احکام دنیویہ میں اُنکے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ عمل میں لائیں اور اُنکو بھی در بارۂ معاملات مسلمانوں میں سے گنیں گو کہ آخرت میں کفار بدکار کے ساتھ درکات نار میں مخلد ہوں اور داروگیر ربِّ قدیر میں تا ابد الآباد رہیں اور یا بوسعت رحمت الٰہی اُنکی دستگیری فرمائے خواہ قبل تعذیب خواہ بعد تعذیب اُنکو پنجۂ دوزخ سے چھڑائے بالجملہ اُنکے آخرت کا حال علم علام الغیوب پر حوالہ فرمائیں اور احکام معاش میں مسلمانوں کا معاملہ اُنکے ساتھ بجا لائیں الغرض جو سلطنت جابرہ سلطنتِ ضلالت کی حد کو پہنچے سرحد فسق و ظلم سے نکل کر بدعت و ضلالت کے اقسام میں داخل ہوئے پس سلاطین مضلین کا حکم تمام مبتدعین کے فرقوں کے حکم کے مشابہ ہے جو اختلاف کہ تکفیر اور عدم تکفیر مبتدعین میں واقع ہی وہی اختلافِ تکفیر اور عدمِ تکفیر سلاطین مضلین میں متحقق ہے اور چونکہ احتیاط محل اختلاف میں لازم اور واجب ہے بناءً علیہ ان مضلین کے حال میں بھی توقف ضروری اور لابد ہے۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطانِ مضل بھی دو قسم پر ہے متمرد و مقلد بیان اُسکا یہ ہے جو آئینِ سلطانی بمشابہ مذاہب جاری اور ساری ہوا اور پایۂ اشتہار کو پہنچا پس بعض سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت عیش و نشاط کی طرف راغب نہیں ہوتے اور ظلم و ستم کے طالب نہیں ہوتے

فاما بنا بر اعانت آئین اسلاف محض بر سبیل رسم و عادات آن را بعمل می آرند اگرچه در دل کراہتے ازان میدانند بلکه در بعضے احیان بر بطلان آئین این سلاطین ہم آگاه می شوند فاما چار ناچار در ہمین راه میروند که رعایت آئین ریاست بر ایشان غالب ست به نسبت پاسداری قوانین دیانت و محبت جاه و مال بر ایشان غالب ست به نسبت محبت ربّ ذو الجلال و پاسداری منصب مملکت بر ایشان قوی ترست به نسبت پاسداری احکام ربّ العزت این قسم سلاطین را سلاطین مقلدین میگویند و بعضے دیگر از ایشان بحسب اصل خلقت ہم بامور مذکوره مائل میباشند و از حقیقت ایمان بالکل غافل و چون آئین اسلاف با رغبت جبلی در آمیخت تعیش و تجبر ایشان را دو بالا انگیخت پس رعایت آئین از ایشان بوجه اتم می شود بلکه رونق او از ایشان بکمال میرسد گویا که او را از جمله مجتهدین این ملت توان گفت و در سلک مجددین این سنت توان سُفت این سلطان را متمرد میگویند و درین مقام چند لطیفه ایست که در ضمن چند نکته باید گفت نکتۂ اولی سلطان مضل ہرچند رئیس المفسدین ست و امام المبتدعین و ریاست او به نسبت دین سمے ست قاتل و امامت او بحکم کتاب و سنت وہمے ست باطل اما از انجاکه راه معامله اسلام با او مسلوک ست تکفیر او مشکوک بنا بر علیه اظهار بغی بر وے و خروج از اطاعت او نیز از مسائل اختلافیه ست پس شخص محتاط را لازم ست که خود بران اقدام نفرماید و دیگرے را بسوے ان نخواند یعنی خود راه بغی و خروج نه پیماید

لیکن آئین اسلاف کے نباہی کے غرض سے محض بر سبیل رسم و عادات عمل میں لاتے ہیں اگرچہ دل میں اُس سے ایک طرح کی کراہت رکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات میں اُن سلاطین کے آئین کے بطلان پر بھی آگاه ہوتے ہیں اما چار ناچار ایسے راه ہوتے ہیں کیونکہ بہ نسبت پاسداری قوانین دیانت رعایت آئین ریاست اُنپر غالب ہے اور بہ نسبت محبت رب ذو الجلال محبت جان و مال اُنکے دل میں جاگیر ہے اور پاسداری منصب مملکت بہ نسبت پاسداری احکام رب العزت اُنپر قوی تر ہے اس قسم کے سلاطین کو سلاطین مقلدین کہتے ہیں اور اُن سلاطین میں سے بعض سلاطین باعتبار اصل خلقت بھی امور مذکوره کی طرف مائل ہوتے ہیں اور حقیقت ایمان سے بالکل غافل اور جبکہ آئین اسلاف نے اُنکی رغبت جبلی کے ساتھ اختلاط فرمایا اُنکے عیش اور ظلم کو ترقی پر پہنچایا اسی نظر سے یہ سلاطین اُنکے آئین کی رعایت بوجہ اتم کرتے ہیں اور بکمال رونق دیتے ہیں گویا کہ اُس آئین کو اس ملت کے مجتہدین میں سے شعار کرنا چاہیے اور اس سنت کے مجددین کہنا چاہیے اسکو سلطان متمرد کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتوں کے ضمن میں اُنکا بیان ضروری ہے- پہلا نکتہ سلطان مضل ہرچند رئیس المفسدین اور امام المبتدعین ہے اور اُسکی ریاست دین کے حق میں بمنزلہ سم قاتل ہے اور اُسکی امامت بحکم کتاب و سنت ایک وہم باطل ہے لیکن چونکہ راه معاملہ اسلام اُسکی وجہ سے مسلوک ہے بنابریں تکفیر اُسکی مشکوک ہے نظر براں اظہار بغاوت اُسپر کرنا اور اُسکی اطاعت سے خارج ہونا بھی منجملہ مسائل اختلافیہ ہے سو مرد محتاط کو لازم ہے کہ خود اُسپر پیش قدمی نفرمائے اور دوسرے کو اسپر ملامت کے ساتھ یاد نہ لائے یعنی خود راه بغاوت و خروج اختیار نکرے

واگر کسے باو مخالفت و منازعت نمود زبان طعن بروے نکشاید چنانکہ بسیارے از علماء اہل سنت خود بر قتل و نہب روافض دست نمی کشایند فاما مجوزین این امر مثل علماء ماوراء النہر اعتراض نمی نمایند وچون بغی وخروج بر سلاطین مضلین احتیاطاً ممنوع ست لاجرم سلطنت ایشان از اقسام امامت معدود ست نکتۂ ثانیہ سلطان مقلد بہ نسبت ملت اسلام اقرب ست پس احتیاط در مخالفت و منازعت او واجب کسے کہ باو بمنازعت برخاست و دست از متابعت او برداشت ہر چند در ظاہر شرع مطعون نیست اما این عمل مصلحت وقت مقرون نیست مگر آنکہ قیام خلافت راشدہ یا سلطنت عادلہ بر تقدیر برہم زدن ریاست او متیقن باشد پس درین صورت برافراختن اعلام قتل و قتال و برانداختن آن مبتدع ضال در حق ملت و اہل ملت منفعتے خواہد بخشید والا بعوام وخواص بیشک مضرتے خواہد رسید

تنبیہ رابع در بیان سلطنت کفر

باید دانست کہ مراد از سلطنت کفر درین مقام حکومت کفار اصلی نیست بلکہ مقصود ازان سلطنت قومی ست کہ جان خود را در زمرۂ مسلمین میشمارند و موجبات کفر صریح بعمل می آرند و از ایشان بہ نسبت احکام شرع آنقدر مخالفت و عناد صادر میشود کہ بر ایشان حکم کفر و ارتداد ثابت میگردد بیانش آنکہ بعضے اشخاص باعتبار اصل جبلت ملحد مزاج و زندیق طبع می باشند کہ ہر چند بظاہر کلمۂ اسلام میخوانند اما خدا و رسول را و دین و مذاہب را و حساب و کتاب را بالیقین نمیدانند ہمین نشیب و فراز دنیاوی را سعادت و شقاوت میپندارند و ہمین حصول جاہ و جلال و تحصیل مال و منال اصل کمال می انگارند

اور اگر کوئی اُسکے ساتھ مخالفت اور منازعت کرے اُسپر زبانِ طعن نہ کھولے چنانچہ اکثر علماء اہل سنت بذاتِ خود روافض کے قتل اور غارت پر دست درازی نہیں فرماتے لیکن اس امر کے مجوّزین پر بھی مثل علماء ماوراء النہر اعتراض نہیں کرتے اور چونکہ بغاوت اور خروج سلاطین مضلین پر احتیاطاً ممنوع ہے بالضرور اُنکی سلطنت اقسامِ امامت سے معدود ہے دوسرا نکتہ سلطانِ مقلد بہ نسبتِ ملتِ اسلام اقرب ہے پس احتیاط اُسکی مخالفت اور منازعت میں واجب جو کوئی کہ اُسکی منازعت پر آمادہ ہوے اور اُسکی متابعت فرمانبرداری سے ہاتھ اُٹھاے ہر چند ظاہر شرع میں مطعون نہیں لیکن یہ عمل مصلحتِ وقت کے ساتھ مقرون نہیں مگر اُس وقت اُسکی مخالفت ضروری ہے کہ اُسکی ریاست کے تباہ و برباد ہونے میں خلافت راشدہ یا سلطنتِ عادلہ قائم ہوئی پس اس صورت میں قتل و قتال کے نیزوں کا بلند کرنا اور اُس مبتدع ضال کو ذلیل کرنا اہل ملت اور ملت کے حق میں نفع بخشیگا ورنہ عوام و خواص کو بیشک مضرت پہنچیگی

چوتھی تنبیہ میں سلطنت کفر کا بیان ہے

جاننا چاہیے کہ مراد سلطنت کفر سے اس مقام میں حکومتِ کفار اصلی نہیں بلکہ مقصود اُس سلطنت سے وہ قوم ہے کہ اپنے تئیں زمرۂ مسلمین میں گنتے ہیں اور موجباتِ کفر صریح عمل میں لاتے ہیں اور اُنسے بہ نسبت احکام شرع اُس قدر مخالفت اور عناد صادر ہوتا ہے کہ اُن پر حکم کفر و ارتداد ثابت ہوتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بعض اشخاص باعتبار اصل جبلت ملحد مزاج اور زندیق طبع ہوتے ہیں کہ ہر چند ظاہر میں کلمہ اسلام پڑھتے ہیں لیکن خدا و رسول اور دین و مذہب اور حساب و کتاب کو بالیقین نہیں جانتے ہیں ایسے نشیب و فراز دنیاوی کو سعادت اور شقاوت پہچانتے ہیں اور ایسے حصولِ جاہ و جلال اور تحصیل مال و منال کو اصل کمال تصور کرتے ہیں

ہرکو درہمین ابواب غریق ومنہمک ست ہمون ست نزدِ ایشان زکی وعاقل وہرکہ ازان معرض وغیر ملتفت ست ہمون ست نزد ایشان غبی وجاہل چیزیکہ باعثِ تحصیلِ دنیاے دون نباشد ہمون ست نزد ایشان لغو ولاطائل ومشقتےکہ منتجِ حصولِ نام ونشان نباشد ہمون ست نزد ایشان رنج بیحاصل پس انبیاء اللہ وسائرِ ہادیان راہ حق را ازجنس عقلاے جاہ طلب می شمارند واتباعِ ایشان را از جنس سفہاے بے عقل می انگارند کہ بر سخنہاے احمق فریبِ ایشان مغرور گردیدند وبمواعید بربستہ ایشان مسرور پس رعایتِ ملت وسنت را در جمیع افعال واقوال از جنسِ حماقت می شمارند وقیدِ مذہب ومشرب را در عادات ومعاملات از قبیلِ سفاہت وکشیدن رنج وکلفت در عبادات نزدِ ایشان محض نادانی ست وتبتل وتوکل علامت عجز وناتوانی پس چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت میرسند وتمکن بر سریر مملکت می شوند آئین سلطانی راکہ بظاہر باعث ازدیادِ رونق سلطنت ست مطابق فراست وکیاست میدانند وشرع ربانی کہ نزد ایشان بیحاصل ست از جنس رسوم سفاہت می شناسند. پس لابد زبان طعن برو میکشایند واو را در نظرِ ملازمانِ خود محقر می نمایند وبلطائف الحیل استیصالِ او میجویند و راہ معارضۂ او می پویند وہر امر حکم آئینِ سلطانی را ترجیح میدہند وحکم شرع ربانی را تسفیہ میکنند منافع آنرا بچرب زبانی تفصیل میدہند ومضار این را بہ تلبیسِ تبیین میکنند بالجملہ درہر کلامِ ایشان رمزے می باشد بملت رب العالمین وطنزے می باشد بسنت سید المرسلین گاہے

جو کوئی ان معاملات میں غریق اور منہمک ہے وہی ان کے نزدیک زکی وعاقل ہے اور جو کوئی اُسکی طرف متوجہ نہیں ہوتا وہی اُنکے نزدیک غبی وجاہل ہے جو چیز کہ دنیاے دوں کے تحصل کا باعث نہو وہی اُنکے نزدیک لغو ولاطائل ہے جو مشقت کہ نام ونشان کے حصول کا سبب نہو وہی اُنکے لیے رنج بیحاصل ہے پس تمام انبیاء اللہ اور جملہ ہادیان راہ کو جنس عقلائے جاہ طلب سے جانتے ہیں اور انکے تابعین کو منجملہ سفہاے بے عقل پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نادان سخنہاے احمق فریب پر مغرور ہوے اور گھڑے ہوے وعدوں پر مسرور پس رعایت ملت وسنت کو جمیع افعال واقوال میں از جنس حماقت خیال میں لاتے ہیں اور قید مذہب ومشرب کو عادات اور معاملات میں از قبیل سفاہت بتلاتے ہیں عباداتِ خداوندی میں رنج وکلفت کھینچنا اُنکے نزدیک محض نادانی ہے اور تبتل اور توکل علامت عجز وناتوانی ہے پس جبکہ ایسے لوگ منصب سلطنت پر پہنچتے ہیں اور سریر مملکت پر بیٹھتے ہیں آئین سلطانی کو بظاہر رونق سلطنت کی زیادتی کا باعث ہے مطابق فراست ودانائی جانتے ہیں اور شرع ربانی کہ اُنکے نزدیک بیحاصل ہے منجملہ رسوم سفاہت پہچانتے پس بالضرور اُسپر زبان طعن کھولتے ہیں اور اُسکو نظر ملازمان میں ذلیل کرکے دکھلاتے ہیں اور لطائف الحیل سے اُسکی بیخ کنی چاہتے ہیں اور اُسکے معارضہ کی راہ میں دوڑتے ہیں ہر امر میں حکم آئین سلطانی کو ترجیح دیتے ہیں اور حکم شرع ربانی کی تحقیر اور تسفیہ کرتے ہیں اُسکے منافع چرب زبانی کے ساتھ تفصیل وار بیان کرتے ہیں اسکے مضار کو تلبیس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں بالجملہ اپنے ہر کلام میں ملت رب العالمین پر آوازہ کستے ہیں اور ہر بات میں سنتِ سید المرسلین پر طنز کرتے ہیں کبھی

کلامِ خود را با شعارِ شعراء یاوہ گو پیوند میکنند و گاہے بہ شبہات
علماء جاہ جو و گاہے دعویٰ خود را بکلامِ فلاسفہ مدلل
میکنند و گاہے برموزِ ملاحدہ پس این قسم سلاطین
بلاشک از جنسِ کفار متمردین اند و زنادقہ مرتدین جہاد
بر ایشان از ارکانِ اسلام ست و اہانتِ ایشان
اعانت سید الانام سلطنت ایشان اصلا از جنسِ
امامت حکمیہ نیست و اطاعتِ ایشان بوجہ من الوجوہ
از اوامرِ شرعیہ نہ۔ کما رواہ عبادۃ بن الصامت انہ
قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان
لا ننازع الامر اہلہ الا ان تروا کفرا بواحا
عندکم من اللہ فیہ برھان
و در بعضے احیان این سلطان مرتد را چنان بخیال
میرسد کہ عوام چندانکہ در اتباع انبیاء و رسلین مساعی بلیغہ
بجامی آرند و آن را از کمالِ سعاداتِ خود می شمارند آن قدر
در اتباع سلاطین سرگرم نمی باشند بلکہ بسیارے از ایشان
ازین امر ننگ و شرم میدارند بنا علیہ ادعائے نبوت را با دعوائے
سلطنت ضم باید کرد تا عقلا بطمع جاہ و مال الطاعت اختیار کنند و
سفہا بنا بر حسن مآل پس ادعائے نبوت بر ملا میکنند و ملتِ جدیدہ
برپا و از بسکہ تجبر و تکبر مقتضائے سلطنت است پس ادعائے
الوہیت با ادعائے نبوت منضم میگردد و کفر او از کفر فرعون بالاتر
میشود و قیام سلطنت ارتداد بمثابہ غلبہ کفار است کہ بر ذمہ مسلمین
فرض عین میشود کہ بر وجہ جہاد قائم بگردانند و این شورش و فساد
بشمشیر بنشانند و گر نہ توانند ازان اقلیم ہجرت نمایند و
بدار الاسلام فرود آیند باید دانست کہ ذکرِ سلطنتِ ارتداد
درینمقام باوجودیکہ این قسم موضوع ست برائے اقسامِ امامتِ حکمیہ

اپنے کلام کو اشعارِ شعراء یاوہ گو اور شبہات علماء جاہ جو کے ساتھ
پیوند کرتے ہیں کبھی اپنے دعوے کو فلسفہ کے کلام کے ساتھ
مدلل کرتے ہیں اور کبھی رموزِ ملاحدہ کے ساتھ معلل کرتے
ہیں پس اس قسم کے بادشاہ بلاشک از جنس کفار متمردین ہیں
جہاد انپر منجملہ ارکانِ اسلام ہے اور اہانت انکی اعانت
سید الانام ہے انکی سلطنت اصلاً امامتِ حکمیہ سے نہیں اور
انکی اطاعت مطلقاً اوامر شرعیہ سے نہیں۔ جیسا روایت کیا
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے (ترجمہ اُنھوں نے کہا کہ بیعت کی
ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ جھگڑیں ہم اختیار
والوں سے یہ کہ چھین لیں مگر جب کفر صریح دیکھیں کہ دلیل
بھی ہو) اور بعض اوقات میں اس سلطان مرتد کے
خیال میں ایسا آتا ہے کہ عوام جس قدر انبیاء و مرسلین ع کی
تابعداری اور فرماں روائی میں کوشش بلیغ اور سعی بالکلام
کرتے ہیں اور اُسکو کمال سعادت جانتے ہیں اس قدر سلاطین
کی فرمانبرداری میں سرگرم اور مستعد نہیں ہوتے ہیں بلکہ
بہت لوگ اس امر سے شرم و ننگ رکھتے ہیں بنظر براں
ادعائے نبوت کو ساتھ دعوے سلطنت کے ضم کرتے
ہیں تاکہ عقلاً جاہ و مال کی طمع سے اطاعت اختیار کریں اور
سفہا حسن مآل کی بنا پر فرمانبردار ہوں پس ادعائے نبوت
برملا کرتے ہیں اور ملت جدیدہ برپا کرتے ہیں اور از بسکہ
تجبر و تکبر اُسکی سلطنت کا مقتضا ہے پس ادعائے الوہیت
ادعائے نبوت کے ساتھ منضم ہوتا ہے اور اُسکا کفر فرعون
کے کفر سے دوبالا ہوتا ہے اور ارتداد کے سلطنت کا قیام
بمثابہ غلبہ کفار ہے کہ مسلمان کے ذمہ پر فرض عین ہوتا ہے
کہ اُسپر جہاد قائم فرمائیں اور یہ شورش و فساد شمشیر کے ساتھ
مٹائیں اور اگر یہ نکر سکیں اُس ولایت سے ہجرت کریں اور
دار الاسلام میں آئیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر سلطنت ارتداد
اس مقام میں باوجودیکہ یہ قسم بیان اقسام امامت حکمیہ کیواسطے موضوع ہے

واین سلطنتِ مذکورہ خارج ست ازان اقسام محض بنا برهمین امر واقع گردیدہ کہ درمیان همین سلاطین مدعیانِ اسلام گاہے سلطانی میباشد کہ محض ازجنس کفار شرار ست و از مرتدین الحاد شعار استیصال او عین انتظام ست و اہلاکِ او عین اسلام و طاعت ہر متسلط از احکامِ شرعیہ نیست و انقیاد ہر متجبر از اوامرِ دینیہ نہ

خاتمہ در بیان آنچہ از لفظِ امام درین کتاب مراد ست

باید دانست کہ مراد از لفظ امام درین کتاب مطلق مفہوم امام نیست بلکہ ہمان امام ست کہ تعلق بسیاست دارد پس اصحابِ امامتِ خفیہ مثل ابدال و اقطاب و اربابِ امامت باطنہ مخصّہ مثل مبعوثین برائے ہدایت و ارشاد از بحث این کتاب خارج اند ذکر ایشان محض بنا بر طریق تیمن و تبرک در صدر این قسم واقع گردیدہ پس مراد از امام صاحبِ سیاست ست نہ خاص خلیفہ راشد کہ آن بمثابہ اکسیر اعظم ست نادر الوجود و کبریتِ احمر ست در اکثر الزمان مفقود نہ مطلق صاحب سیاست بحدیکہ ہر فاسق بدکار درو داخل باشد و ہر ظالم ستمگار درو شامل و ہر خونخوار عنید درو مندرج باشد و ہر جبار مرید باو ممتزج و ہر مضل بدآئین باو موصوف باشد و ہر ملحد بیدین باو معروف چہ مضرّت این سلاطین بہ نسبت دین و ملت بغایت ازید ست از منفعت ایشان و موافقت این خواقین بہ نسبت اکابرِ امّت نہایت ابعد ست از مخالفت ایشان بلکہ مراد از لفظ امام درین مقام صاحبِ دعوت ست یعنی کسیکہ علمِ جہاد بر اعدائے دین برافراختہ باشد و اجتماع کافہ مسلمین درین مقدمہ درخواستہ و بر اعانتِ شرعِ مبین کمر بستہ باشد و بر مسندِ سیاستِ دین نشستہ و مذہبے غیر مذہب ملت نگرفتہ باشد و مشربے غیر مشربِ سنت نہ بستہ و در عدالت و سیاست

اور یہ سلطنتِ مذکورہ اُن اقسام سے خارج ہے محض ایسے امر کی بنا پر واقع ہوا کہ درمیان انھیں سلاطین مدعیانِ اسلام کے کبھی ایک سلطان ہوتا ہی کہ محض جنس کفار شرار سے ہے اور مرتدین الحاد شعار سے اُسکا استیصال عین انتظام ہے اور اُسکا اہلاک عین انتقام اور اطاعت ہر متسلط کے احکام شرعیہ سے نہیں اور تابعداری ہر متجبر کی اوامر دینیہ سے نہیں

خاتمہ بیان میں اُسچیز کی کہ لفظِ امام سے اس کتاب میں کیا مراد ہی

جاننا چاہیے کہ مراد لفظ امام سے اس کتاب میں مطلق مفہوم امام نہیں بلکہ وہی امام ہے کہ تعلق سیاست سے رکھے پس اصحاب امامتِ خفیہ مثل ابدال و اقطاب۔ اور اربابِ امامتِ باطنہ مثل مبعوثین ہادین بحث کتاب سے خارج ہیں اُنکا ذکر محض تیمنًا اور تبرکًا اس قسم کے شروع میں واقع ہوا پس مراد امام سے صاحبِ سیاست ہے نہ خاص خلیفہ راشد کہ وہ بمثابہ اکسیر اعظم نادر الوجود ہے اور مثل کبریتِ احمر اکثر زمانہ میں مفقود ہے نہ مطلق صاحبِ سیاست اُس حد پر کہ ہر فاسق بدکار اُسمیں داخل ہوا اور ہر ظالم ستمگار اُسمیں شامل ہوا اور ہر خونخوار عنید سرکش اُسمیں مندرج ہوا اور ہر جبار مرید اُسمیں ممتزج ہوا اور ہر مضل بدآئین اُسکے ساتھ موصوف ہوا اور ہر ملحد بیدین اُسکے ساتھ معروف ہو کیونکہ ان سلاطین کی مضرت دین و ملت کی نسبت اُنکی منفعت سے نہایت ازید ہے اور ان خواقین کی موافقت بہ نسبتِ اکابرِ اُمت اُنکی مخالفت سے نہایت ابعد ہے بلکہ مراد لفظ امام سے اس مقام میں صاحبِ دعوت ہے یعنی جس کسی نے کہ جہاد کا علم اعدائے دین پر اُٹھایا ہوا اور تمام مسلمانوں کو اس معرکہ میں بُلایا ہوا اور اعانتِ شرعِ مبین پر کمر باندھی ہوا اور سیاستِ دین کی مسند پر بیٹھا ہوا اور کوئی مذہب سوائے مذہبِ ملت نہ اختیار کیا ہوا اور کوئی مشرب بغیر مشربِ سنت نہ قبول کیا ہوا اور عدالت اور سیاست میں

آئینے غیر آئین نبوی نساختہ باشد و قانونے غیر قانون مصطفوی نپرداختہ و در باب مصالحت و منازعت وجہے غیر از موافقت و مخالفت دین اظہار نکردہ باشد و در سیاست و عدالت طریقے غیر احکام ملت و آثار سنت اختیار نمودہ پس ہمون ست صاحب دعوت فاما اینکہ درین مقدمات ریاکارست یا اخلاص شعار و در معاملات خاصہ خود مردود الافعال ست یا محمود الاعمال پس بامثال این امور درین مقام ہیچ غرضے متعلق نیست تفصیل این اجمال و تشریح این مقال در ضمن دو تنبیہ بیان باید کرد

تنبیہ اول در تشریح مفہوم صاحب دعوت

باید دانست کہ ریاست و سیاست را دو باب ست باب اول صلح و جنگ با مخالفین و باب دوم نظم و نسق موافقین و ہمین ہر دو باب صاحب دعوت امتیاز میدارد از سائر اصحاب سیاست اگرچہ در اعمال و افعالیکہ اختصاص بذات او میدارد ہیچ امتیازے بہ نسبت دیگران نداشتہ باشد اما باب صلح و جنگ پس تحقیق این مقام موقوف ست بر تمہید یکمقدمہ بیانش آنکہ کسیکہ بر دیگرے لشکر کشی می نماید و از قومے رفاقت خود میخواہد لابد سببے برائے وقوع منازعت مقرر میگرداند و وجہے برائے حصول یعنی رفاقت ایشان را می فہماند اگرچہ فی الحقیقت سبب منازعت وجہے دیگر باشد و باعث رفاقت وجہے دیگر لکن بظاہر تمامی قیل و قال در اثبات و ابطال ہمان سبب واقع میگردد و زبان زد ہر خاص و عام ہمان وجہ می شود مثلاً زید با عمرو بمنازعت برخاست و از بکر رفاقت خود درخواست و سبب منازعت ہمین بیان نمود کہ بر مال متروکہ پدر من متغلب و قابض گردیدہ و وجہ رفاقت بہ بکر ہمین فہمانید کہ تو از اقارب

کوئی آئین سوائے آئین نبوی نہ بنایا ہو اور کوئی قانون سوائے قانون مصطفوی نہ مقرر کیا ہو اور مصالحت اور منازعت کے بارہ میں کوئی وجہ غیر موافقت و مخالفت دین ظاہر نکی ہو اور سیاست اور عدالت میں کوئی طریقہ غیر احکام ملت و آثار سنت اختیار نہ کیا ہو پس وہی صاحب دعوت ہے رہی یہ بات کہ ان مقدمات میں ریاکار ہے یا اخلاص شعار اور اپنے معاملات خاصہ میں مردود الافعال ہی یا محمود الاحوال سو ایسے امور سے اس مقام میں کوئی غرض متعلق نہیں اس اجمال کی تفصیل اور اس مقال کی تشریح دو تنبیہ کے ضمن میں بیان کیجاتی ہی

پہلی تنبیہ میں صاحب دعوت کی مفہوم کی تشریح ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ ریاست اور سیاست کے دو باب ہیں باب اول صلح و جنگ با مخالفین۔ باب دوم نظم و نسق موافقین اور انھیں دو باب میں صاحب دعوت جملہ اصحاب سیاست سے امتیاز رکھتا ہے اگرچہ اُن اعمال اور افعال میں کہ جو اُس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوئیں کسی قسم کی امتیاز دوسروں کی نسبت نرکھتا ہو لیکن باب صلح و جنگ پس اس مقام کی تحقیق ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان یہ ہی جو شخص کہ دوسرے کے سر پر لشکر کشی کرتا ہے اور کسی قوم سے اپنی رفاقت چاہتا ہے بالضرور کوئی سبب جھگڑا قائم کرنے کا پیدا کرتا ہے اور کوئی وجہ حصول یعنی رفاقت کے لئے اُنکو سمجھاتا ہے اگرچہ فی الحقیقت منازعت کا سبب وجہے دیگر ہو اور باعث رفاقت وجہے دیگر لیکن بظاہر تمامی قیل و قال اسی سبب کے اثبات و ابطال میں واقع ہوتی ہے اور زبان زد ہر خاص و عام وہی وجہ ہوتی ہے مثلاً زید عمرو کے ساتھ منازعت کے واسطے آمادہ ہوا اور بکر سے اپنی رفاقت چاہی اور سبب منازعت بھی بیان کیا کہ میرے باپ کے مال متروکہ پر متغلب اور قابض ہوا اور وجہ رفاقت بکر کو یہی سمجھائی کہ تم میرے اقارب

من ہستی وعمرو از اجانب پس ہر چند ممکن ست کہ باعث برپا
شدن منازعت فی الحقیقت امرے دیگر باشد غیر از تغلب
مذکور چہ در بعضے احیان از مدتِ مدیدہ تغلب متحقق می باشد
وزید در تمامی آن مدت ساکت می ماند فاما باز امرے جدید
حادث میگردد کہ منازعتِ قدیمہ از و بمنصۂ ظہور میرسد مثلاً از عمرو
تحقیرے یا سبے یا شتمے بہ نسبتِ زید صادر گردید کہ کینۂ دیرینہ
بھمان سبب بجوش شد فاما بظاہر ہمین دعوی تغلب بروے
کار ست وہمین سبب منازعت در شمار ہمہ اثبات وابطال
برہمان متوجہ ست وتمامی بحث وجدال در ہمان متحقق
بالجملہ پیش نظر درین منازعت ہمین سبب جلی ست نہ آن
سبب خفی چہ بر زبان ہر دُور و نزدیک و ہر اجنبی و شریک
ذکر ہمین سبب ظاہر جاری ست نہ ذکر آن امر مخفی پس جمیع
خواص وعوام ہمین میگویند کہ زید بنا بر طلب متروکۂ پدر خود
با عمرو منازعت می جوید نہ اینکہ غبار سب وشتم او از خود میشوید
کسے کہ زید را ملزم خواہد گردانید بہمین وجہ خواہد گردانید کہ متروکۂ
پدر تو در دستِ عمرو نیست تو چرا با او منازعت میکنی نہ اینکہ
سب وشتم از و بہ نسبتِ تو صادر نگردیدہ چرا با او مخالفت مینمائی
وہمچنین کسیکہ عمرو را الزام خواہد داد بہمین وجہ خواہد داد کہ متروکۂ
پدر را چرا بہ زید نمی دہی نہ اینکہ سب وشتم چرا میدہی وہمچنین درمیان
کافۂ انام ذکر ہمین امر جاری وساری خواہد شد کہ چہ ظالم ست کہ
مالِ پدر زید در قبضۂ خود نہادہ نہ اینکہ چہ بدزبان ست کہ زید را
سب وشتم دادہ ہمچنین ممکن ست کہ وجہ رفاقت ہمراہ
زید فی الحقیقت طمع حصول مالی باشد اما خوف
ملالے اما زبان زد خواص وعوام ہمین خواہد شد
کہ بکر رفاقت زید بجہت قرابت او اختیار نمود

میں سے ہے اور عمرو اجنبی ہے پس ہر چند ممکن ہے کہ منازعت کے
برپا ہونے کا باعث درحقیقت غیر از تغلب مذکور کوئی اور امر ہو
کیونکہ بعض اوقات میں مدتِ مدیدہ سے تغلب متحقق ہوتا ہے
اور زید اُس تمام مدت میں ساکت رہتا ہے لیکن پھر کوئی
امر جدید پیدا ہوتا ہے کہ منازعتِ قدیمہ اُس سے منصۂ
ظہور پر پہنچتی ہے مثلاً عمرو سے کوئی تحقیر یا سب وشتم
یعنی گالی گلوچ بہ نسبتِ زید صادر ہوئی کہ کینۂ دیرینہ اسی
سبب سے جوش میں آیا لیکن ظاہر میں یہی دعوی تغلب بروے
کار ہو اور یہی سبب منازعت در شمار تمام اثبات وابطال
اُسی پر متوجہ ہے اور تمامی بحث وجدال اُسی میں متحقق ہی
بالجملہ پیش نظر اس منازعت میں یہی سبب جلی ہے نہ وہ
سبب خفی اسلیے کہ ہر دُور و نزدیک اور ہر اجنبی و شریک
کے زبان پر یہی سبب ظاہر جاری ہے اور اُس امر خفی کا
کوئی ذکر نہیں کرتا پس جمیع خواص وعوام یہی کہتے ہیں کہ
زید اپنے باپ کے متروکہ چاہنے کی وجہ سے عمرو کے ساتھ
منازعت چاہتا ہے نہ یہ کہ گالی گلوچ کا غبار نکالتا ہے
جو کوئی زید کو ملزم کریگا اسی وجہ پر کریگا کہ تیرے باپ کا متروکہ
عمرو کے ہاتھ میں نہیں ہے تو کیوں اُسکے ساتھ جھگڑا کرتا ہی
اور یوں کوئی اُس سے نہ کہے گا کہ اُسنے تجھکو گالی نہ دی تو کیوں
اُسکے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔ اور ایسے ہی جو کوئی کہ عمرو کو
الزام دیگا اسی وجہ سے دیگا کہ زید کے باپ کا متروکہ تو کیوں
نہیں دیتا نہ یہ کہ سب وشتم کے واسطے دیتا ہے تو اور ایسے
ہی تمام لوگوں میں ذکر اسی امر کا جاری اور ساری ہوگا
کہ کتنا بڑا ظالم ہے کہ زید کے باپ کا مال اپنے قبضہ میں
رکھا اور یوں کوئی نہ کہیگا کہ کیا بدزبان ہے کہ زید کو گالی
دی۔ ایسے ہی ممکن ہے کہ رفاقت کی وجہ زید کے ساتھ
درحقیقت طمع حصول مالی ہو یا خوف ملالی لیکن زبان زد
خاص وعام یہی ہوگا کہ بکر نے زید کی رفاقت بوجہ قرابت اختیار کی

بلکہ بکر ہم ہمین وجہ اظہار خواہد نمود کہ چگونہ رفاقتِ او اختیار ننمایم کہ او قریب من ست چون این مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ کلام درینمقام در اسبابِ ظاہرہ و وجوہ باہرہ ست نہ در اسبابِ خفیہ و وجوہ مکنونہ یعنی امتیاز صاحبِ دعوات از غیر او ہمین ظواہر اسباب منازعت ست و بواہر وجوہ رفاقت فاما در حقیقت الامر پس خواہ نیات صحیحہ داشتہ باشد خواہ نیات فاسدہ پس میگوئیم کہ کسانیکہ با اہلِ ریاست و سیاست بمنازعت می خیزند و از قومے رفاقت خود جویند لابد سببے برائے منازعت اظہار میکنند و وجہے برائے اختیار رفاقت بیان می نمایند پس این اسباب و وجوہ یا از جنس مقدماتِ دنیویہ باشند اما اسباب و وجوہ دنیویہ پس مثل طلبِ مملکتِ موروثہ ست کہ از شاہزادگان اسلاف سلاطین سر بر زند کہ مملکت از خاندانِ ایشان بباد رفتہ و در دستِ دیگران اُفتادہ و بعد مرورِ دہر شاہزادگانِ بلند ہمت سر بر می آرند و دعوائے مملکت موروثہ بروئے کار می آرند پس سبب برپا شدنِ منازعت تغلّب ہمین سلطان زمان ست بر مملکتِ اسلافِ این شاہزادگان بنابر طلبِ مملکتِ اسلاف خود برخاستند و حقِ قدیم خود را بپایۂ اثبات میرسانند بہمین سبب شہرۂ عالم میشود و زبان زدِ جمہور بنی آدم کہ فلان شہزادہ بنابر طلب مملکتِ اسلافِ خود برخاستہ و حقِ خود را از سلاطین متغلبین در خواستہ و آنان را کہ رفیقِ خود میگرداند وجوہ متعددہ می فہماند بعضے را از ہوا خواہان خاندانِ خود میگرداند و بعضے را توقعِ حصول منافع کثیرہ از مناصبِ جلیلہ و اموالِ خطیرہ می فہماند و بعضے را بعلاقۂ نوکری در می گیرد و از ہمین محض خدمت ظاہری می پذیرد و ایشان را منافع نمک حلالی و مضار نمکحرامی می فہماند و ہمین امر را در اذہان ایشان بپایۂ اثبات می رساند ہمین وجوہ و امثالِ آنہا باعث رفاقت ایشان

بلکہ بکر بھی یہی وجہ ظاہر کریگا کہ کیونکر اُسکی رفاقت نہ اختیار کریں کہ وہ میرا قریب ہے جو یہ مقدمہ ممہد ہوا تو پس جاننا چاہیے کہ کلام اس مقام پر اسبابِ ظاہرہ اور وجوہ باہرہ میں ہے نہ اسباب خفیہ اور وجوہ مکنونہ میں یعنی صاحب دعوت کی امتیاز اُسکے غیر سے انھیں اسبابِ منازعت اور وجوہ رفاقت کے ساتھ ہوتی ہی پس کہتا ہوں ہیں جو لوگ کہ اہلِ ریاست اور سیاست کے ساتھ جھگڑے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کسی قوم سے اپنی رفاقت چاہتے ہیں لابد کوئی سبب جھگڑے کے واسطے ظاہر کرتے ہیں اور کوئی وجہ رفاقت کی اختیار کرنے کے واسطے بیان کرتے ہیں پس یہ اسباب اور وجوہ جنس مقدمات دنیویہ سے ہوویں لیکن اسباب اور وجوہ دنیویہ پس مثل طلب مملکتِ موروثہ ہے کہ شاہزادگان اسلاف سلاطین سے ظاہر ہووے کہ سلطنت اُنکے خاندان سے برباد گئی اور دوسروں کے ہاتھ میں پڑی اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد شاہزادگان بلند ہمت سر اُٹھاتے ہیں اور دعویٰ مملکت موروثہ بروے کار لاتے ہیں پس منازعت قائم ہونیکا سبب ایسے سلطان زمانہ کا تغلّب ہے ان شاہزادوں کے اسلاف کی سلطنت پر اسی لیے اپنے بزرگوں کی سلطنت چاہتے ہیں اور حق قدیم اپنا پایۂ ثبوت کو پہنچاتے ہیں اسی سبب سے شہرۂ عالم ہوتا ہے اور زباں زدِ جمہور بنی آدم ہوتا ہے کہ فلاں شہزادہ اپنے بزرگوں کی سلطنت کی طلب میں اُٹھا اور حق اپنا سلاطین متغلبین سے چاہا اور اُنکو کہ رفیق اپنا بناتا ہے وجوہ متعددہ سمجھاتا ہے بعض کو اپنے ہوا خواہان خاندان سے گردانتا ہے اور بعض کو منافع کثیرہ اور مناصب جلیلہ اور اموال خطیرہ کے حصول کی توقع دلاتا ہے بعض کو بعلاقۂ نوکری پکڑتا ہے اور اُس سے محض یہی ظاہری خدمت قبول کرتا ہے اور اُنکو نمک حلالی کے منافع اور نمک حرامی کے نقصانات سمجھاتا ہے اور ایسے امر کو اُنکے ذہنوں میں بٹھاتا ہے ایسے ہی وجوہات انکی رفاقت کا باعث

می شوند و بیان ہمین وجوہ زبان زد ہر خاص و عام می گردد مثلاً
ہر کس ہمین گوید کہ لشکر ہواخواہان قدیمی و دولت جویان
صمیمی و نوکران خدمتگزار و ملازمان شجاعت شعار ہمراہ
او مجتمع گردیدہ ہر کہ میرود ہمین اظہار میکند کہ من خانہ زاد
قدیمی ام یا طالب نوکری و ہر کہ رفاقت او اختیار نمی کند
ہمین عذر پیش می آرد کہ من نہ از فدویان قدیمی ام و نہ طالب
نوکری مرا بر اختیار رفاقت او ہیچ باعث نیست مثل دفع
مفاسد ظالم متعدی مثلاً شخصے از بادشاہان اولوالعزم
لشکر کشی کردہ بر سر قومے آمد تا بلدان و امصار ایشان را
زیر حکومت خود در آرد و آنہا را از جنس رعایائے خود
شمارد و مال و منال از ایشان تحصیل نماید و ابواب
سیاست بر ایشان جاری فرماید پس بنابر دفع مفسدہ
او روسائے آن قوم مجتمع میشوند و با او بنیاد منازعت
می نہند و از اقوام دیگر استعانت می جویند و راہ تالیف
ایشان میپویند پس سبب منازعت ایشان با او ہمین دفع
تعدی اوست و وجہ رفاقت اقوام دیگر با ایشان بظاہر گاہے
قرابت میباشد کہ ہمین علاقہ برادری را بر روئے کار می آرند
و آن را باعث رفاقت میشمارند و گاہے معارضہ و مبادلہ
میباشد کہ ایشان ہم در مثل این اوقات اعانت این اقوام نمودہ اند
و راہ رفاقت ایشان پیمودہ پس بعوض آن رفاقت سابقہ بالفعل
از ایشان میجویند و گاہے سد باب مفسدہ میباشد کہ ہر چند بالفعل
مضرتے از دست آن متعدی بآن اقوام نمی رسد اما آن
قوم اول ایشان را ہمین معنی می فہمانند کہ چنانکہ
امروز بر سر ما لشکر کشید فردا بر سر شما خواہد کشید
و بلائیکہ امروز بر سر ما رسید فردا بر سر شما خواہد رسید

ہوتے ہیں اور انھیں وجوہ کا بیان زبان زد خاص و عام ہوتا ہے
مثلاً ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ہواخواہانِ قدیمی اور دولت جویانِ
صمیمی اور نوکران خدمتگزار اور ملازمان شجاعت شعار کا لشکر
اُسکے ہمراہ جمع ہوا جو کوئی جاتا ہے یہی ظاہر کرتا ہے کہ مَیں
خانہ زاد قدیمی ہوں یا طالبِ نوکری ہوں اور جو کوئی اُسکی
رفاقت اختیار نہیں کرتا ہے یہی عذر پیش لاتا ہے کہ مَیں نہ
فدویانِ قدیمی سے ہوں اور نہ طالب نوکری مجھکو اُسکی رفاقت
کے اختیار کرنے کے لیے کوئی باعث نہیں مثل دفع مفاسد
ظالم جفاکار مثلاً کوئی شخص بادشاہان اولوالعزم سے لشکر کشی
کر کے کسی قوم کے اوپر آیا تاکہ اُنکے شہر اور قصبات اور دیہات
وغیرہ کو اپنی حکومت میں لاوے اور اُنکو اپنی رعایا بناوے اور
مال و منال اُنسے تحصیل کرے اور ابواب سیاست اُنپر
جاری فرماوے پس اُسکے مفسدہ کے دفع کرنے کے واسطے اُس
قوم کے رئیس مجتمع ہوتے ہیں اور اُسکے ساتھ جھگڑا قائم کرتے ہیں
اور دوسری قوموں سے استعانت اور مدد کے طالب ہوتے
ہیں اور اُنکی تالیفِ قلوب میں کوشش کرتے ہیں پس اُن کی
منازعت کا سبب اُسکے ساتھ یہی دفع تعدی ہے اور دوسری
قوموں کی رفاقت کی وجہ اُنکے ساتھ بظاہر کبھی قرابت قریبہ
ہوتی ہے کہ ایسے علاقہ برادری کو کام فرماتے ہیں اور اُسکو باعث
رفاقت خیال میں لاتے ہیں اور کبھی معاوضہ اور مبادلہ ہوتا ہے
کہ اُنھوں نے بھی ایسے اوقات میں ان قوموں کی اعانت کی
ہے اور اُنکی رفاقت کی راہ چلے ہیں پس اُس رفاقت سابقہ کی
عوض بالفعل اُنسے رفاقت چاہتے ہیں اور اعانت اُنسے
ڈھونڈھتے ہیں اور کبھی مفسدہ کا دروازہ بند کرنا ہوتا ہے کہ ہر چند
بالفعل کوئی مضرت اُس ظالم متعدی کے ہاتھ سے اُس قوم کو
نہیں پہنچتی ہے لیکن وہ قوم اول اُنکو یہی معنی سمجھاتی ہے کہ جس
طور پر آج کے دن اُنسے ہم پر لشکر کشی کی کل کو تم پر کریگا اور جو بلا
کہ آج کے دن ہمارے سر پر پہنچی کل کو تمھارے سر پر پہنچے گی

پس بہتر ہمین ست کہ ما و شما مجتمع شدہ از اول باب فتنہ را مسدود گردانیم و پاداش تعدی با او رسانیم بالجملہ امثال این اسباب و وجوہ در اجتماع جنود و عساکر و فراہم شدن اکابر و اصاغر بروے کار می آرند و ہر کس آن را بزبان اظہار می نمایند گو کہ در نفس الامر بسیار اسباب و وجوہ مخفی باشند مثل طمع مال یا اظہار کینۂ دیرینہ یا حسد یا امثال آن و اما اسباب و وجوہ دینیہ پس بیانش آنکہ شخصے از مسلمین بمنازعت کفار برخاست و از جماہیر مسلمین رفاقت درخواست و سبب منازعت ہمین مخالفت دین اظہار نمود و وجہ رفاقت ہمین موافقت دین بیان فرمود و ہمین امر شہرۂ عالم گردید و زبانزد بنی آدم کہ فلان کس برائے نصرت دین برخاستہ از کفار جنگ میجوید و راہ منازعت ایشان را بنابر اعلاے کلمۂ اسلام می پوید پس جماہیر اہل اسلام باوجود اختلاف اقوام بادعاے حمیت دین و اظہار غیرت شرع متین رفاقت او اختیار کردند و اعانت او فرض عین شمردند و ہر کرا مطلبد ہمین وجہ میطلبد کہ من مسلمانم و در اعلاے کلمۂ اسلام میکوشم و شما ہم دعوی اسلام میدارید پس شریک این سعادت شوید و ہر کہ می آید ہمین وجہ بزبان خود اظہار می نماید کہ اہل دین ما برفاقت فلان شخص مجتمع گردیدہ اند و بر سر کفار رسیدہ پس ما ہم بنابر خدمت دین متین شریک او میشویم و طی مسافت دور و نزدیک میکنیم و ہر کہ در مجالس و محافل خود ذکر این مقدمہ میکند ہمین میگوید کہ در فلان مقام ہمراہ فلان شخص مسلمانان بنابر استیصال کفار مجتمع گردیدہ اند و اجتماع ایشان باینقدر و آنقدر رسیدہ پس وقتیکہ ذکر دین و خدمت دین در مقدمہ مخالفت و موافقت او ظاہر و باہر باشد پس ہمون ست صاحب دعوت درین باب و واجب الدعوات

پس بہتر یہی ہے کہ ہم اور تم مجتمع ہو کر اول سے باب فتنہ کو بند کردیں اور ظلم کی سزا اُسکو پہنچائیں بالجملہ اس قسم کے اسباب اور وجوہات لشکر کے جمع کرنے اور صغیر و کبیر کے فراہم لانے میں کام میں لاتے ہیں اور تمام لوگ اُسکو زبان سے ظاہر کرتے ہیں گو کہ نفس الامر میں بہت سے اسباب اور وجوہات مخفی ہوں مثل طمع مال یا اظہار کینہ دیرینہ یا حسد وغیرہ لیکن اسباب وجوہ دینیہ پس اُسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے کفار سے جھگڑا کرنے کے واسطے اُٹھا اور تمام مسلمانوں سے رفاقت چاہی اور سبب منازعت یہی مخالفت دین ظاہر کیا اور وجہ رفاقت یہی موافقت دین بیان فرمائی اور یہی امر شہرۂ عالم ہوا اور یہی سخن زبان زد بنی آدم ہوا کہ فلاں شخص نصرت دین متین اور اعانت شرع مبین کے واسطے اُٹھکر کفار سے لڑائی چاہتا ہے اور بوجہ اعلاے کلمہ اسلام اُنسے منازعت رکھتا ہے پس تمام اہل اسلام نے باوجود اختلاف اقوام بادعاے حمیت دین اور اظہار غیرت شرع متین اُسکی رفاقت اختیار کی اور اُسکی اعانت فرض عین شمار کی اور جس کسیکو بلاتا ہے اسی وجہ سے بلاتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اعلاے کلمہ اسلام میں کوشش کرتا ہوں تم بھی دعوی اسلام رکھتے ہو اس سعادت میں شریک ہو اور جو کوئی آتا ہے یہی وجہ سناتا ہے کہ ہمارے دین والے فلاں شخص کی رفاقت پر مجتمع ہوے ہیں اور کفار نابکار پر پہنچے پس ہم بھی دین متین کی خدمت کے واسطے اُسکے شریک ہوتے ہیں اور طے مسافت دور و نزدیک کرتے ہیں اور جو کوئی اپنے مجالس و محافل میں اس مقدمہ کا ذکر کرتا ہے یہی کہتا ہے کہ فلاں مقام پر فلاں شخص کے ساتھ مسلمان لوگ کافروں کی بیخ کنی اور استیصال (جڑ اکھاڑنا) کے واسطے جمع ہوے ہیں اور اسقدر اور اُسقدر اُنکا اجتماع ہو گیا ہے سو جس وقت کہ دین اور اُسکی خدمت کا ذکر مخالفت اور موافقت کے بارہ میں ظاہر باہر ہووے اُسوقت صاحب دعوت کا اتباع ضروری ہو جاتا ہے اس باب میں بحکم رب الارباب وہی

بحکم رب الارباب تفتیش نیت بحکم سنت ممنوع ست و دعوی ظاهر او در ظاهر شرع مسموع و اما باب نظم و نسق پس اقسام بسیار دارد مثل تحصیل اموال و تعزیر افعال و فیصل و خصومات و خبرگیری ذوی الحاجات و امثال آن و صاحب دعوت در تمامی این اقسام امتیازے میدارد به نسبت سائر اسباب سیاسات و تنقیح این مقام موقوف ست بر تمهید یک مقدمه بیانش آنکه کسے که در ابواب ریاست دانا و هوشیار میباشد و در مقدمات سیاست عاقل و تجربه کار لابد در اقسام نظم و نسق آئینے می نهد و در مقدمات احقاق حق قانونے بوجهیکه کلام قیل و قال و بحث اثبات و ابطال چون بآن قانون می رسد چار ناچار گفتگوے طرفین بر آن منقطع میگردد و باز مجال بحث و جدال نمی ماند کسے که حیلهاے می انگیزد و حق را با باطل می آمیزد منتهاے مساعی او همین میباشد که بوجهے گفتگوے فریب آمیز پیش آرد که قانون مذکور بمرتبه ظهور نرسد فاما وقتیکه بمرتبه ثبوت رسید تمام سخن سازی و حیله بازی منقطع گردید مثلاً زید بر عمرو دعوی صد روپیه میدارد و عمرو با او وجوه رد و انکار پیش می آرد پس مجال قبول و اقرار و رد و انکار تا همان وقت ست که معامله مبایعه یا مداینه ثابت نگردید و ثبوت آن بر منصه ظهور نرسید این همه چرب زبانی و خوش بیانی همین ست که معامله مذکوره ثابت نگردد فاما بعد ثبوت معامله مذکوره پس کسے را ممکن نیست که بگوید هرچند معامله مبایعت نموده ام فاما قیمت مبیع بر ذمه من نمیرسد یا مبلغ مذکور بطریق قرض گرفته ام فاما اداے آن بر من واجب نمی شود یعنی من اصلا این قانون را مسلم نمی دارم که قیمت مبیع واجب الادا است و بدل دین واجب الایفا

اس باب میں صاحب دعوت اور واجب الدعوت ہے تفتیش نیت بحکم سنت ممنوع ہے اور اُسکا دعویٰ ظاہری ظاہر شرع میں مسموع لیکن باب نظم و نسق پس اُسکے اقسام بہت ہیں مثل تحصیل مال و تعزیر افعال و فیصل خصومات و خبر گیری ذوی الحاجات وغیرہ اور صاحب دعوت ان تمام اقسام میں بہ نسبت جملہ اسباب سیاسات امتیاز رکھتا ہے اس مقام کی تنقیح ایک مقدمہ کے تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ جو کوئی ابواب ریاست میں دانا اور ہوشیار ہوتا ہے اور مقدمات سیاست میں عاقل و تجربہ کار لابد نظم و نسق کے اقسام اور اثبات حق کے مقدمات میں ایک آئین اور قانون اسی وجہ پر وضع کرتا ہے کہ جس وقت کلام قیل و قال اور بحث اثبات و ابطال اُس قانون پر پہنچے چار ناچار گفتگوے طرفین اُسپر منقطع اور فیصل ہوی اور پھر کسی کو مجال بحث و جدال نرہی جو کوئی کہ حیلہ اُٹھاتا ہے اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے اُسکی کوششوں کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ کسی وجہ پر گفتگوے فریب آمیز پیش کرے کہ قانون مذکور مرتبہ ظہور پر نہ پہنچے اور جسوقت کہ مرتبہ ثبوت کو پہنچا تمام سخن سازی اور حیلہ بازی منقطع ہوئی مثلاً زید عمرو پر سو روپے کا دعویٰ رکھتا ہے اور عمرو اُسکے مقابل میں رد و انکار کے دلائل پیش کرتا ہی پس قبول و اقرار اور رد و انکار کی مجال اُسی وقت تک ہی کہ معاملہ خریداری اور دینداری ثابت نہوئی اور اُسکا ثبوت مرتبہ اور منصہ ظہور پر نہ پہنچے یہ تمام چرب زبانی اور خوش بیانی یہی ہے کہ معاملہ مذکورہ ثابت نہووے لیکن بعد ثبوت معاملہ کسی کو امکان نہیں کہ کہے کہ ہرچند معاملہ خرید و فروخت مَیں نے کیا ہے لیکن قیمت مبیع میرے ذمہ نہیں آسکتی یا مبلغ مذکور بطور قرض مَیں نے لیے ہیں لیکن اُسکا ادا کرنا مجھپر واجب نہیں یعنی مَیں ہرگز اس قانون کو تسلیم نہیں کرتا ہوں کہ قیمت مبیع واجب الادا ہی اور بدل دین واجب الایفا۔

از ہر کہ مثل این کلام صادر گردد ہر آئینہ از جملہ مجانین بی اعتبار یا ظالمین ستمگار معدود شود ہرگز کسے کلام او را بسمع قبول نخواہد شنید و نزد کسے عاقل و جاہل این عذر او مقبول نخواہد گردید اگر حاکم وقت ہم بنا بر طمع مال یا پاسداری قرابت و صداقت تائید عمرو خواہد فرمود در ہمین امر پاسداری او خواہد نمود کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ فی الحقیقت واقع شدہ باشد اما بمرتبہ ثبوت نرسیدہ و بر اہل محکمہ وقوع او ظاہر نگردیدہ فاما بعد ظہور آن پس اصلا حاکم وقت را ہم مجال تائید او نمی ماند و مجال پاسداری او نمی باشد بلکہ میرسد کہ احدی من الرعایا معاملہ مذکورہ را ثابت کردہ خود حاکم زمان را ملزم گرداند و سلطان دوران را مفحم بالجملہ در قبول قانون مذکور ہم رعایا ناچار می باشند و ہم حاکم وقت آرے در ثبوت آن حیلہا می انگیزند و حق را با باطل می آمیزند چون این مقدمہ ممہد شد باید دانست کہ ہر قوم را در ابواب نظم و نسق آئینے می باشد مسلم الثبوت و قوانینے میباشد واجب الاذعان کہ در حیطہ ہمون آئین و قوانین حیلہ بازی مکاران سخن بست و جانب داری حکام ہوا پرست دائر و سائر میباشد اما اصل آن آئین را برہم نمیدہند و بیخ آن قوانین را از بن نمی کشند و گاہے از حیطہ آن قدم بیرون نمی نہند و براہیکہ مخالف آن باشد صراحۃً نمی روند و ثبوت آن قانون را ہم نزد ایشان طریقے می باشد مسلم مثلاً برائے ثبوت معاملہ دیانت نزد مسلمین یا شہود می باشد یا اقرار و سند از کتاب اللہ میباشد یا سنت رسول اللہ یا اقوال مجتہدین پس در اعانت قوانین نظم و نسق این ہر سہ امر لازم آمد یکے قانون مسلم و دیگرے طریق ثبوت آن

جس کسی سے ایسا کلام صادر ہووے البتہ منجملہ مجانین بے اعتبار یا ظالمین ستمگار سمجھا جاتا ہے ہرگز کوئی اُسکے کلام کو قبول نکریگا اور کسی عاقل و جاہل کے نزدیک یہ اُسکا عذر مقبول نہوگا اگر حاکم وقت بھی مال کی طمع یا قرابت اور دوستی کی پاسداری کے خیال سے عمرو کے قول کی تائید فرمائیگا ایسے امر میں اُسکی پاسداری کریگا کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ درحقیقت واقع ہوا ہو لیکن مرتبہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور اہل محکمہ پر اُسکا وقوع ظاہر نہوا۔ پس اُسکے ظہور اور ثبوت کے بعد حاکم وقت کو بھی اصلا مجال تائید نہیں رہتی اور کسی طرح پاسداری نہیں کر سکتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی رعایا میں سے معاملہ مذکورہ کو ثابت کر کے خود حاکم زماں کو ملزم بنائے اور سلطان دوراں کو ساکت فرمائے بالجملہ قانون مذکور کے قبول کرنے میں رعایا بھی ناچار ہوتی ہے اور حاکم وقت بھی مجبور ہوتا ہے ہاں اسکے ثبوت میں حیلے اُٹھاتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں۔ جبکہ یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ ہر قوم کے واسطے نظم و نسق کے بارہ میں ایک آئین مسلم الثبوت اور ایک قانون واجب الاذعان ہوتا ہے کہ اُسی آئین اور قانون کے احاطہ کرنے میں مکاران سخن بست کی حیلہ بازی اور احکام ہوا پرست کی جانب داری دائر سائر ہوتی ہے لیکن اُس آئین کے اصل کو خراب نہیں کر سکتے اور اُس قانون کی بیخ کنی کی مجال نہیں پا سکتے اور کبھی اُسکے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتے اور اُسکے مخالفت کی راہ صراحۃً نہیں چلتے۔ اور اُس قانون کے ثبوت کا بھی اُنکے نزدیک ایک طریق معین اور ایک سند مسلم ہوتی ہے مثلاً دینداری کے معاملہ کے ثبوت کے واسطے مسلمانوں کے نزدیک یا گواہ ہوتے ہیں یا اقرار و سند کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اقوال مجتہدین سے ہوتے ہیں پس نظم و نسق کے قوانین کی اعانت میں یہ تین امر ضروری ہوئے ایک قانون مسلم دوسرے اُسکے ثبوت کا طریق

وسوّمے سندِ آن پس این ہر سہ امر مختلف میباشد بحسب اختلاف
اقوام و ادیانِ قومے قانونے می نہند و برائے ثبوتِ آن
طریقے معین می کنند و سندِ آن از آئینِ کسے از سلاطینِ اسلاف
میگزرانند و قوانینِ ہمان سلطان را واجب الاذعان می شمارند
و قومے قانونے می نہند و طریقے دیگر معین می کنند و سندِ
آن از کلامِ دانایانِ ہوشیار و عقلاے تجربہ کار میگزرانند و
ہمین احکامِ عقلیہ را واجب الاذعان می شمارند کہ ہرچہ عقل حکم
نماید کہ رعایت فلان قانون مفیدست در بابِ بند و بستِ
کارخانۂ سلطنت نظم و نسقِ ابواب مملکت پس ہمان قانون واجب الرعایت
است و ہمان آئین واجب الحفاظت پس سندِ ہر قانون نزدِ ایشان
ہمین ست کہ منافع او را بیان نمایند و فوائد او را اظہار فرمایند و قومے
اتباع قانونے میکنند و طریقے برائے ثبوتِ آن پیشِ نظر می آرند و سندِ
آن از ملتِ مصطفوی و سنتِ نبوی میگزرانند و ہمین احکامِ ربانی و
آئینِ ایمانی را لازم الاذعان می شمارند پس برپا کردنِ قانون جدید
اگرچہ بنظرِ عقلِ بشری انفع و افید باشد نزدِ ایشان از قبیلِ بدعات
مردودہ ست و استخراج طریقۂ غیر طریق مقرر از مخترعات مطرودہ و حکم
عقلی صرف درین ابواب نزدِ ایشان نامسموع ست و اتباع
کسے از سلاطینِ اسلاف درین مقدمات نامشروع پس سند
مقبول نزدِ ایشان شریعت ست و بس و ہمیشہ دعواے
ایشان ہمین ست کہ در ابوابِ نظم و نسق اتباع قوانینِ ربانی
و پیروی آئینِ ایمانی می باید آرے اگر کسے از ایشان ہوا پرست
می باشد در دائرۂ ہمین آئین ہوا پرستی می نماید و سخن سازی
و حیلہ بازی در حیطۂ ہمین قوانین بر روے کار
می آرد و آن را ہنر و کمال خود می شمارد کہ
فلان کس را بقواعد فقہیہ ملزم گردانیدم و دعواے خود را

تیسرے اسکی سند پس یہ تینوں امر اقوام اور ادیان کے اختلاف کے
اعتبار سے باہم مختلف ہوتے ہیں۔ ایک قوم قانون رکھتی ہے اور
اُسکے ثبوت کے واسطے ایک طریق معین کرتی ہے اور سند
اُسکی سلاطین گزشتہ کے آئین سے لیتی ہے اور اُسی سلطان کے
قوانین کو واجب جانتی ہے اور کچھ لوگ قانون وضع کرتے ہیں
اور طریق دوسرا معین کرتے ہیں اور اُسکی سند دانایانِ ہوشیار
اور عقلاے تجربہ کار کے کلام سے گزارتے ہیں اور انھیں
احکام عقلیہ کو واجب الاذعان شمار کرتے ہیں مثلاً عقل حکم
کرے کہ کارخانہ سلطنت کے بند و بست اور مملکت کے
نظم و نسق میں فلاں قانون کی رعایت مفید ہے سو وہی
قانون واجب الرعایت ہے اور وہی آئین واجب الحفاظت ہے
پس ہر قانون کی سند اُنکے نزدیک یہی ہے کہ اُسکے فوائد
بیان کریں اور اُسکے منافع عیاں کریں اور ایک قوم ایک
قانون کا اتباع کرتی ہے اور ایک طریق اُسکے ثبوت کے
واسطے پیش نظر رکھتی ہے اور اُسکی سند سنتِ نبوی اور ملتِ
مصطفوی سے لاتی ہے اور انھیں احکامِ ربانی اور آئینِ
ایمانی جانتی ہے پس قانونِ جدید کا برپا کرنا اگرچہ بنظرِ عقلِ
بشری انفع اور افید ہو اُنکے نزدیک از قبیل بدعاتِ مردودہ ہے
اور خلاف سنت کوئی طریق نکالنا از جنس مخترعاتِ مطرودہ ہے،
اور حکم عقلی صرف اس باب میں اُنکے نزدیک نامسموع ہے اور
سلاطین اسلاف میں سے کسی کا اتباع ان مقدمات میں
نامشروع ہے پس سند مقبول اُنکے نزدیک شریعت ہے
اور بس اور ہمیشہ اُنکا دعویٰ یہی ہے کہ ابواب نظم و نسق میں
قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی پیروی چاہیے ہاں اگر اُنمیں
سے کوئی ہوا پرست ہوتا ہے اسی آئین کے دائرہ میں ہوا پرستی
کرتا ہی اور اسی قانون کے احاطہ میں سخن سازی اور حیلہ بازی
بجالاتا ہے اور اُسکو اپنا ہنر اور کمال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ
فلاں شخص کو میں نے قواعد فقہیہ کے ساتھ ملزم بنایا اور اپنے دعوے کو

بشواہد شرعی بپایۂ اثبات رسانیدیم نہ آنکہ این قواعد و شواہد را بچرب زبانی ابطال کردیم و اشکالات بحث و جدال برآن وارد نمودیم کہ این اصلا از ایشان مسموع نیست و این کلام اگرچہ بظاہر مدلل باشد بدلائل عقلیہ ہرگز نزد ایشان مطبوع نہ پس ہر صاحب ریاست و سیاست کہ در ابواب نظم و نسق برعایت قوانین ربانی و آئین ایمانی موصوف باشد و در تمامی اہل زمان بوجہے معروف کہ ہر کس و ناکس از رعایاے او بجاے خود میداند کہ وقتیکہ مقدمۂ خود را بر قواعد فقہیہ و شواہد شرعیہ منطبق گردانیم و دعواے خود را بہمین دلائل بپایۂ اثبات رسانیدیم پس در محکمۂ عدالت ہرگز مغلوب نخواہم گردید و منازع خود را ہم بہ آن ملزم خواہم گردانید و حاکم وقت ہم اگر پاسداری او خواہد کرد او را مفحم خواہم کرد پس ہمون ست صاحب دعوت واجب الاطاعت در باب نظم و نسق پس کسیکہ صاحب دعوت باشد در ہر دو باب یعنی در باب صلح و جنگ و در باب نظم و نسق پس ہمون ست امام واجب الاعانت و الاطاعت ترک رفاقت او در ابواب جہاد و ترک اطاعت او در احکام ریاست و سیاست ہرگز شرعا جائز نیست و بیان فساد نیت او درین ابواب نامسموع و ذکر سائر قبائح اعمال و اخلاق او غیر مشروع رفاقت و اطاعت او عین عبادت ملک علام ست و اعانت دین سید الانام و خروج و بغی برو شرعا حرام ست و بدخواہی دین اسلام پس مراد از لفظ امام ہمین صاحب دعوت ست پس ہمین معنی را در ذہن محفوظ باید داشت و در مباحث آئندہ ہمین معنی را ملحوظ باید کرد **تنبیہ ثانی** در بیان آنکہ کدام کدام از ارباب حکومت در مفہوم صاحب دعوت داخل ست و کدام کدام کس ازو خارج باید دانست کہ افضل و اکمل افراد این مفہوم خلیفہ راشد ست بلکہ ہمون ست

شواہد شرعیہ کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچایا نہ یہ کہ ان قواعد اور شواہد کو ہمنے چرب زبانی سے باطل کیا اور بحث و جدال کے اشکالات اسپر وارد کیے سو یہ بات اُنسے اصلا مسموع نہیں اور یہ کلام اگرچہ بظاہر دلائل عقلیہ کے ساتھ مدلل ہو ہرگز اُنکے نزدیک مطبوع نہیں پس جو صاحب ریاست و سیاست کہ ابواب نظم و نسق میں قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی رعایت کے ساتھ موصوف ہو اور تمام زمانہ والوں میں اسی وجہ پر معروف کہ ہر کس و ناکس رعایا سے اس بات کو خوب جانتا ہی کہ جس وقت اپنے مقدمہ کو ہم قواعد فقہیہ اور شواہد شرعیہ پر منطبق کریں گے اور اپنے دعوے کو انھیں دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچائیں گے محکمۂ عدالت میں ہرگز مغلوب نہوں گے اور اپنے مخالف کو اُسکے ساتھ ملزم بنائینگے اگر حاکم وقت بھی اُسکی پاسداری کریگا اُسکو بھی ساکت کریں گے پس در باب نظم و نسق وہی صاحب دعوت واجب الاطاعت ہے سو جو شخص دربارۂ صلح و جنگ و نظم و نسق صاحب دعوت ہو وہی امام واجب الاعانت اور لازم الاطاعت ہے ابواب جہاد اور احکام ریاست میں اُسکی رفاقت اور اطاعت کا ترک کرنا ہرگز ہرگز شرعا جائز اور درست نہیں اور اُسکی نیت کے فساد کا بیان ان ابواب میں نامسموع ہے اور اُسکے اخلاق اور اعمال کے برائیوں کا ذکر غیر مشروع ہے اُسکی رفاقت اور اطاعت عین عبادت ملک علام ہے اور اعانت دین سید الانام ہے اور اُس سے باغی ہونا شرعا حرام ہے اور بدخواہی دین اسلام ہے پس مراد لفظ امام سے یہی صاحب دعوت ہے بہرحال یہی معنی ذہن میں محفوظ رکھنا چاہئیں اور بحث آئندہ ملحوظ رکھنی چاہئیں **دوسری تنبیہ** - اس معنی کے بیان میں ہے کہ کون کون ارباب حکومت صاحب دعوت کے مفہوم میں داخل ہیں اور کون کون اُس سے خارج ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس مفہوم کے افضل اور اکمل افراد میں خلیفہ راشد ہی بلکہ وہی ہے

صاحب دعوتِ حق و متبوع مطلق و بعد ازان سلطان عادل
خواہ ناقص باشد خواہ کامل و سلاطین مضلین و ملوک ملحدین اصلا
از افراد او نیستند فاما سلطان جابر پس حال او تفصیلے میدارد
بیانش آنکہ سلطان جابر بچند اقسام ست از آنجملہ طفل مزاج
و سفیہ طبع ست کہ اتباع ہیچ قانونے از قوانین شرعیہ یا
نقلیہ نمی دارد و اقتداے ہیچ آئینے خواہ ربانی باشد خواہ
سلطانی بجوے نمی شمارد بلکہ دیوانہ وار و شتر بے مہار
محض تابع خیال خود ست ہرچہ بر خیالِ او میگذرد ہمان امرا
از جملہ مقاصدِ خود می شمرد نہ باقامتِ سنت غرضے میدارد نہ
باشاعت بدعت و از آنجملہ فاسق مجاہر ست کہ بر تدقیق وجوہ
عیاشی ہمت گماشتہ و درین باب از رعایت شرع و عرف
دست برداشتہ ماہرانِ فن را مقرب بارگاہ خود ساختہ وجوہ
مناہی و اسباب ملاہی را بکمال رونق آراستہ و ارباب لہو و لعب
نشاط و طرب را از ہر سو فراہم آوردہ و تکمیل و تتمیم این فن را
از کمالات خود شمردہ پس قیام سلطنت او باعث شیوع
فواحش ست و سبب ظہور قبائح پس بلسان حال بفسق و فجور
داعی ست اگرچہ بزبانِ مقال باین قبائح داعی نباشد ہمین
اقسامِ مذکورہ را در باب ظلم و تعدی و تجبر و تکبر قیاس
باید کرد و از آنجملہ سلطان شرمگین ست کہ ہرچند انواع
غیر مشروع بعمل می آرد اما آنرا از جنس قبائح و فضائح
می شمارد کہ بسانِ عیوب آن را می پوشد و در ستر آن
بجان و دل می کوشد اگرچہ محافل لہو و لعب و نشاط و
طرب می آراید و بشربِ خمور و ضربِ طنبور اشتغال
می نماید فاما در خلوت خانہ فارغ از بیگانہ با یاران مجالس و
معاشرانِ موانس این محفل را گرم می سازد و

صاحبِ دعوت حق اور متبوع مطلق اور اُسکے بعد سلطان
عادل ہے خواہ ناقص ہو خواہ کامل اور سلاطین مضلین اور
بادشاہانِ ملحدین ہرگز اُسکے افراد میں سے نہیں رہا سلطان جابر
سو اُسکا حال بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سلطان جابر کے
چند قسمیں ہیں از انجملہ طفل مزاج اور کمینہ طبع ہے کہ کسی قانون کا
اتباع قوانینِ شرعیہ یا نقلیہ سے نہیں رکھتا ہے اور کسی آئین کا
اقتدا، خواہ ربانی ہو خواہ سلطانی ایک جَو کے برابر نہیں جانتا بلکہ
دیوانہ وار شتر بے مہار محض تابع خیال ہے جو کچھ اُسکے خیال
میں آتا ہے اُسی کو منجملہ مقاصد تصور فرماتا ہے نہ اقامت سنت سے
غرض نہ اشاعت بدعت سے کام رکھے۔ از انجملہ فاسق مجاہر ہے
کہ اقسام اقسام کی عیاشی کے باریکیوں میں ہمت لگائے ہوئے
اور اس باب میں رعایتِ شرع اور عرف سے بالکل ہاتھ اٹھائے
ہوئے ماہرانِ فن کو مقرب بارگاہ بنائے ہوئے وجوہ مناہی
اور اسبابِ ملاہی کو کمال درجہ پر رونق پہنچائے ہوئے
اربابِ لہو و لعب اور اصحاب نشاط و طرب کو ہر طرف سے
فراہم لائے ہوئے اس فن کی تکمیل اور تتمیم کو اپنے کمالات سے
دل میں ٹھہرائے ہوئے پس اُسکی سلطنت کا قیام بدکاریوں
اور برائیوں کے جاری ہونیکا باعث ہے اور طرح
طرح کے قباحتوں کے ظہور کا سبب ہے پس زبان حال سے
فسق و فجور کا داعی ہے گو زبانِ مقال سے اسکو ظاہر نکرے
انھیں اقسامِ مذکورہ کو دربارۂ ظلم و تعدی اور تجبر و تکبر قیاس
کرنا چاہیے از انجملہ سلطان شرمگین ہے کہ ہر چند انواع غیر
مشروع عمل میں لاتا ہے لیکن اُسکو ازجنس قبائح و فضائح جانتا ہے
کہ عیب کے مانند اُسکو چھپاتا ہے اور اُسکی پردہ داری میں بجان و
دل کوشش کرتا ہے اگرچہ محافل لہو و لعب و مجالس نشاط و
طرب آراستہ کرتا ہے اور شرب خمور اور ضرب طنبور کے ساتھ
شغل رکھتا ہے لیکن خلوتخانہ فارغ از بیگانہ میں یاران مجالس
اور معاشران موانس کے ساتھ اس محفل کو گرم کرتا ہے اور

اشتہار این امر شرم میدارد و اگر احیاناً کسے او را باین قبایح نسبت
می نماید ہر آئینہ بانواع حیلہ بازی و سخن سازی او را دفع میفرماید و ہمچنین
اگر احیاناً بطمع حصول مال یا بطیش و غضب از وے بہ نسبت شخصے
نوعے از ظلم و جور صادر گردید و بجان او یا مال او گزندے رسید و کسے
او را برین معنی سرزنش نمود و بر صدور این قبح او را معاتب
فرمود پس یا نسبت این امر را از خود دفع میکند کہ این امر از
فلان شخص صادر گردیدہ نہ از من و فلان کس امیر کبیر ست کہ بر و دست
من باین حد نمی رسد کہ او را باز پرس کنیم یا دار و گیر نمائیم آرے
بہ تدبیر و تدریج از وے انتقام این امر خواہم کشید و بپاداش ظلم و
تعدی او را خواہم رسانید یا بصدور این جرم یعنی تعدی و
ظلم اعتراف می نماید و بمکافات آن اقرار میکند کہ آن مظلوم را
راضی خواہم گردانید و مال او را باو خواہم رسانید و ہمچنین
در اظہار رسوم تجبر و تکبر یک حیلہ شرعیہ می آمیزد مثلاً مسندے
برائے خود معین کردہ دل او بنا بر تجبر و تکبر میخواہد کہ کسے دیگر
برو نہ نشیند بلکہ کسے بر و دست ہم نرساند اما جان خود در زمرۂ
موسوسین شمردہ و بہمین حیلہ رسم تکبر و تجبر ادا کردہ و بظاہر ہمین معنے
اظہار نمودہ در باب طہارت و نجاست وسواس بسیار میدارم
و آن را از جنس احتیاط و تقوی می شمارم اگر کسے باو دست خواہد
رسانید ہر آئینہ در زعم من آن را نجس خواہد گردانید بنا بران باین امر
راضی نیستم کہ کسے متصل او می نشیند یا باو دست خود برساند پس
در پردہ این حیل و امثال آن اتباع ہوائے نفسانی و اقتدائے
وساوس شیطانی می نماید و باین چرب زبانی جان خود را باتہام این
قبایح نمی آلاید پس این قسم از سلاطین جابرین اگر در باب صلح و جنگ و نظم و
نسق صاحب دعوت باشند پس در مفہوم امام داخل اند فاما اقسام سابقہ
اصلا در افراد صاحب دعوت منسلک نیستند پس احکام امام کہ در مباحث آیندہ

اس امر کے اشتہار سے شرم رکھتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی شخص اُسکو ان
برائیوں کی طرف منسوب کرتا ہے البتہ انواع حیلہ بازی اور سخن سازی کے
ساتھ اُسکو دفع کرتا ہے ایسے ہی اگر احیاناً حصول مال کی طمع اور طیش و
غضب کی وجہ سے اُس سے کسی شخص کی نسبت کسی قسم کا ظلم و جور
صادر ہوا اور اُسکی جان یا مال کو گزند پہنچا پھر کسی نے اس معنی پر ملامت
کی اور اس قبح کے صدور اور اس بُرائی کے ظہور پر معاتب فرمایا پس یا تو
اُس کی نسبت کو اپنی ذات سے دفع کرتا ہے یہ امر فلاں شخص سے صادر ہوا میں نے اسکو
نہیں کیا فلاں شخص امیر کبیر ہے کہ اُسپر میرا قبضہ اس حد کو نہیں پہنچا کہ اُسکو
باز پُرس کے مقام میں لاؤں یا بامکان باز پرس میں پہنچاؤں ہاں
بہ تدبیر و تدریج اُس سے اسکا بدلہ لونگا اور ظلم و تعدی کا مزہ چکھاؤنگا
یا اس جرم کے صدور یعنی ظلم و تعدی کا اقرار کرتا ہے اور اُس کے
مکافات کا اعتراف کرتا ہے کہ اُس مظلوم کو راضی کرونگا اور اُسکا
مال اُسکو دونگا۔ ایسے ہی اظہار رسوم تجبر و تکبر میں ایک حیلہ شرعیہ
ملاتا ہے مثلاً ایک مسند اپنے واسطے معین کی اور اُسکا دل تجبر و
تکبر کی وجہ سے چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا اُسپر نہ بیٹھے بلکہ کسی کا
ہاتھ بھی اُسپر نہ پہنچے اور اپنی جان کو وسوسہ والوں کے
زمرہ میں گنا اور ایسے حیلہ سے تکبر و تجبر کی رسم ادا کی اور بظاہر
یہی بات ظاہر کی کہ طہارت اور نجاست کے معاملہ میں مجھکو
وسواس بہت ہے اور اسکو منجملہ احتیاط و تقوی جانتا ہوں اگر
کوئی اُسکو ہاتھ لگائیگا میرے نزدیک اُسکو نجس کریگا
بنابریں اس امر سے میں راضی نہیں ہوں کہ کوئی اُسکے
پاس بیٹھے یا اُسکو اپنا ہاتھ لگائے پس ان حیلوں کے
پردہ میں ہوائے نفسانی کا اتباع اور وساوس شیطانی کا اقتدا
کرتا ہے اور اس چرب زبانی کے ساتھ ان قباحتوں کی تہمت سے
اپنی جان کو بچاتا ہے پس اس قسم کے سلاطین جابرین اگر
صلح و جنگ اور نظم و نسق کے بارہ میں صاحب دعوت ہوں تو
مفہوم امام میں داخل ہیں لیکن اقسام سابقہ اصلاً افراد صاحب
دعوت میں شامل نہیں پس احکام امام کہ مباحث آئندہ میں

مذکور خواہند گردید آنہمہ باین سلطان باحیا منسوب اندنہ بمدہوش غافل فریفتہ لایعقل و نہ بفاسق بیباک و ظالم سفاک و نہ بتجبر عنید و متکبر مرید و درینمقام چند لطیفہ ست کہ در ضمن چند نکتہ بیان باید کرد

نکتۂ اولیٰ باید دانست کہ ہر چند ہر سلطان عادل را ہمعنی لازم نیست کہ درباب صلح و جنگ صاحب دعوت باشد چہ ممکن ست کہ با کفار شرار یا مبتدعین بدکردار معرکۂ قتل و قتال و جنگ و جدال برپا فرماید و ایشان را استیصال نماید و مملکت ایشان را زیر دست خود آرد و سلطنت ایشان را زیر و زبر گرداند لاکن نہ بنا بر مخالفت دین و اعلاے کلمۂ رب العالمین بلکہ بنا بر کشور کشائی و فرمانروائی پس ہر چند این مقابلہ و مقاتلہ از ممنوعات شرعیہ نیست کہ عدالت او را برہم زند اما از جنس جہاد فی سبیل اللہ ہم نیست کہ بسبب آن صاحب دعوت شود لکن ازانجا کہ ترقی اقبال او باعث ترقی اسلام ست و شکست شوکت او باعث شکست رونق اسلام چہ اگر مغلوب و مقہور گردد لابد مخالفین او کہ مبطلین اند بر بلاد اسلام تسلط خواہند یافت و در تخریب ملت و امت خواہند شتافت پس گزند عظیم باسلام و اہل اسلام خواہد رسید بنا علیہ اعانت او بر مخالفین کہ فی الحقیقت مخالف دین اند بر ذمۂ کافۂ مسلمین لازم آمد پس درینباب ہر چند حقیقۃً صاحب دعوت نیست اما حکم صاحب دعوت پیدا کردہ اینست کلام درباب صلح و جنگ فاما درباب نظم و نسق پس ہر سلطان عادل درین باب بالضرورت صاحب دعوت خواہد بود والا عادل نخواہد شد پس ازین بیان واضح گشت کہ مطلق سلطان عادل درباب نظم و نسق حقیقت صاحب دعوت ست و درباب صلح و جنگ یا حقیقت صاحب دعوت ست یا حکماً بنا علیہ مطلق سلطان عادل را در مفہوم صاحب دعوت مندرج کردہ شد

نکتۂ ثانیہ باید دانست کہ از بیان سابق واضح گشت کہ مطلق سلطان جابر

مذکور ہونگے وہ تمام اس سلطان باحیا کی طرف منسوب ہیں مدہوش غافل فریفتہ لایعقل فاسق بیباک ظالم سفاک متجبر عنید متکبر مرید کی طرف اُن کو نسبت نہیں کرسکتے اس مقام میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتوں کے ضمن میں انکا بیان کیا جاتا ہے

نکتہ اول معلوم کرنا چاہیے کہ ہر سلطان عادل کو بہ معنی لازم نہیں کہ دربارہ صلح و جنگ صاحب دعوت ہو کیونکہ ممکن ہے کہ کفار بدکار یا مبتدعین بدکردار کے ساتھ معرکۂ قتل و قتال اور مقدمۂ جنگ و جدال برپا کرے اور اُنکا استیصال فرماے اور اُنکی سلطنت کو زیر و زبر کرے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اُسکو مخالفت دین اور اعلاے کلمۂ رب العالمین کا خیال ہو بلکہ کشور کشائی اور فرمانروائی کی بنا پر اُس سے یہ معاملات صادر ہوے پس ہر چند مقابلہ اور مقاتلہ ممنوعات شرعیہ سے نہیں کہ عدالت اُسکو برباد فرماے لیکن جنس جہاد فی سبیل اللہ سے بھی نہیں کہ اُسکے باعث صاحب دعوت ہو لیکن ازانجا کہ اُسکے اقبال کی ترقی اسلام کی ترقی کا باعث ہے اور اُسکی کسر شوکت رونق اسلام کے کسر کا سبب ہے کیونکہ اگر مغلوب و مقہور ہوے بالضرور اُسکے مخالفین مبطلین بلاد اسلام پر تسلط پائیں گے اور ملت و امت کی تخریب میں کوشش کریں گے اور گزند عظیم اسلام اور مسلمانوں کو پہنچائیں گے بنا علیہ اُسکی اعانت مخالفین پر کہ فی الحقیقت مخالف دین ہیں تمام مسلمانوں کے ذمہ لازم و واجب ہے پس اس باب میں وہ ہر چند حقیقۃً صاحب دعوت نہیں لیکن مجازاً صاحب دعوت کا حکم رکھتا ہے یہ کلام دربارہ صلح و جنگ ہے لیکن درباب نظم و نسق پس ہر سلطان عادل اس باب میں بالضرور صاحب دعوت ہوگا و الا عادل نہوگا سو اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مطلق سلطان عادل درباب نظم و نسق حقیقۃً صاحب دعوت ہے اور دربارۂ صلح و جنگ یا حقیقۃً صاحب دعوت ہے یا حکماً نظر برآن مطلق سلطان عادل کو مفہوم صاحب دعوت میں داخل کیا گیا

نکتہ ثانیہ جاننا چاہیے کہ بیان سابق سے واضح ہوا کہ مطلق سلطان جابر

در مفہوم صاحب دعوت داخل ست نہ ازان خارج بلکہ بعضے
از افراد آن مثل سلطان باحیا در اقسام او منسلک ست و
بعضے ازان مثل فاسق بیحیا و ظالم بیوفا و مدہوش لا العقل و متجبر
جاہل ازان خارج پس اگر یکے بگوید کہ سلطان جابر از اقسام امام نیست
و اعانت و اطاعتِ او واجب نہ و دیگرے بگوید کہ سلطان جابر
ہم از اقسامِ امام ست و از ظلم و تعدی امامتِ او باطل نمی شود
بلکہ اعانت و اطاعتِ او بر کافۂ مسلمین واجب ست و صبر بر
شدائد او لازم این ہر دو کلام در نفس الامر صادق اند چہ حکم بعضے
افرادِ او موافق قولِ اول ست و حکم بعضے موافقِ قولِ ثانی
پس ازین بیان واضح گردید کہ انچہ احادیث مختلفہ درین باب وارد
گردیدہ اند و بظاہر میان آنہا تعارض معلوم می شود فی الحقیقت
دران ہیچ تعارض نیست بلکہ ہر حدیث را بر محل آن حمل باید کرد
کما روی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب امتی فی آخر الزمان
من سلطانہم شدائد لا ینجو منہا الا رجل عرف دین
اللہ فجاہد علیہ بلسانہ و یدہ و قلبہ فذلک الذی سبقت
لہ السوابق و روی ابو ذر رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم و ائمۃ من
بعدی یستأثرون بہذا الفیئ قلت اما والذی بعثک
بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ
حتی الحقک قال او لا ادلک علی خیر من ذلک
تصبر حتی تلقانی و روی ابن عمر رضی اللہ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان السلطان ظل
اللہ فی الارض یأوی الیہ کل مظلوم من
عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر و

مفہوم صاحبِ دعوت میں داخل ہے نہ اُس سے خارج بلکہ اُسکے
بعض افراد مثل سلطان باحیا اُسکے اقسام میں شامل ہیں اور بعض افراد
مثل فاسق بیحیا اور ظالم بیوفا اور مدہوش لا یعقل اور متکبر جاہل
اُس سے خارج ہیں پس اگر ایک شخص کہے کہ سلطان جابر اقسام
امامت سے نہیں اُسکی اعانت و اطاعت واجب نہیں اور دوسرا
کہے کہ سلطان جابر بھی منجملہ اقسام امام ہے ظلم و تعدی سے
اُسکی امامت باطل نہیں ہوتی بلکہ اُسکی اطاعت اور اعانت
تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور صبر اُسکے شدائد اور بلاؤں پر
لازم ہے یہ دونو کلام نفس الامر میں صادق ہیں کیونکہ اُنکے
بعض افراد کا حکم تو قول اول کے موافق ہے اور بعض کا حکم
قول ثانی کے مطابق ہے پس اس بیان سے واضح ہوا کہ
جو کچھ احادیث مختلفہ اس باب میں وارد ہوئی ہیں اور بظاہر
اُنمیں تعارض معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت آپسمیں موافق ہیں
کسی قسم کا اُنمیں تعارض نہیں ہر حدیث کے واسطے ایک
محل متعین ہے اُسکو اُسکے محل پر حمل کرنا چاہیے چنانچہ عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اُنھوں نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ یہ کہ میری اُمت پر
آخر زمانہ میں اُنکے بادشاہوں سے سختیاں پہنچینگی اُنسے نہ بچیگا مگر
جسنے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانا پھر کوشش کی زبان سے اور ہاتھ اور
دل سے پس یہ ہے کہ پہلے پہنچی واسطے اُسکے نیکیاں) اور روایت
کیا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ کیونکر ہوگا تم اور میرے بعد کے امیر مختار بنجاوینگے غنیمت کے
کہا مینے قسم ہے اُس ذات کی کہ آپ کو ساتھ حق کے بھیجا میری تلوار
میری گردن پر رکھیے پھر مار دیجیے تاکہ میں آپ سے ملوں فرمایا کیا میں
تجھکو اس سے بہتر نہ بتا دوں صبر کر یہانتک کہ مجھسے ملے) روایت
کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
(ترجمہ فرمایا کہ تحقیق بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے ہر مظلوم
اُسکی طرف جاتا ہے جب انصاف کرتا ہے تو اُسکو ثواب ہوتا ہے اور

الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر۔ تحقیق کلام درین مقام آنست کہ ترکِ فاقتِ سلطانِ جابر وخلعِ بیعتِ او واظہار خروج وبغی بروی یا بنا بر سرزنشِ جرمِ اوست ومعاوضۂ ظلمِ او وتسکین لہب غضب کہ بسبب تعدی او افروختہ وتسلی قلب کہ بنا بر جورِ او سوختہ یا بنا بر حفظِ ملت ونظمِ امت ست کہ بسبب شیوع فواحش وقبائح در احکامِ ملت فتنہ وفساد راہ یافتہ وبسبب ظہورِ ظلم وتعدی نظمِ امت برباد رفتہ پس اول بغایت مردود است از افحشِ معاصی ومنکرات ثانی نہایت محمود ست از افضل عبادات وطاعات پس حدیثِ اول ناظر ست بشق ثانی وحدیثین آخرین بشق اول پس مراد از شدائد در حدیث اول شدائدِ دینی ست یعنی ظہور فواحش وشیوع قبائح چنانچہ کلمۂ لا ینجو منہ الا رجل عرف دین اللہ بران دلالت میدارد چہ بلائیکہ باعثِ نجات از ان معرفت دینِ حق تواند بود ہمین فتنۂ دینیہ باشد نہ فتنۂ دنیویہ واز مخالفت سلطانِ وقت کہ نجات از ان عارف را متصور ست نہ جاہل را و نیز اختلافیکہ درمیانِ علماء امت درین مسئلہ واقع ست کہ امام بسبب فسق وظلم از امامت خود معزول میشود یا نہ کلام اکثر علماء حنفیہ ناظر ست بثانی وکلام بعضے از علماء شافعیہ باول این اختلاف را ہم فی الحقیقت اختلاف نباید فہمید بلکہ کلام ہر دو فریق را بایں وجہ تطبیق باید کرد کہ کسیکہ حکم بانعزال او کردہ مراد از فسق وظلم مجاہرت فسق وظلم ست بحدیکہ دعوت بسوے این قبائح حالاً یا قالاً متحقق گردد وکسیکہ حکم بعدمِ انعزال او کردہ پس مرادش از فسق وظلم ہمانست کہ بحد مجاہرت ودعوت نرسیدہ باشد پس مذہب واجب القبول درین مسئلہ ہمین ست کہ مجاہرت فسق وظلم امام را معزول میگرداند یا مستحق عزل

رعیت پر شکر اگر ظلم کرتا ہے تو اُسکو گناہ ہوتا ہے اور رعیت کو صبر چاہیے) تحقیق کلام اس مقام میں یہ ہے کہ سلطان جابر کی رفاقت کا ترک کرنا اور اُسکی بیعت سے علیحدہ ہونا اور اُسپر خروج وبغاوت کا اظہار یا تو اس وجہ سے ہے کہ اُسکے جرم کی سرزنش کی جاے اور مظلوموں کی تسکین قلب کی جاے یا اس بنا پر ہے کہ حفظ ملت اور نظمِ اُمت ہو کہ بدکاریوں اور برائیوں کے جاری ہونے کے باعث احکامِ ملت میں فتنہ اور فساد پڑا ہوا ہے اور جور وستم کے ظاہر ہونے سے نظمِ اُمت برباد ہوا ہے پس اول بدترین معاصی اور منکرات سے بغایت مردود ہے اور ثانی افضل عبادات اور اکمل طاعات سے نہایت محمود ہے پس حدیث اول شق ثانی کی طرف مشیر ہے اور پچھلے دونو حدیثیں شق اول کی طرف اشارہ کرتی ہیں پس مراد شدائد سے کہ حدیث اول میں مذکور ہوئیں شدائد دینی ہے یعنی ظہور فواحش اور شیوع قبائح ہے چنانچہ کلمہ (ترجمہ نہیں بچتا ہے اُس سے مگر وہ شخص کہ پہچانا اللہ کا دین) اُس پر دال ہے کیونکہ جس بلا سے کہ دین حق کے معرفت کی وجہ سے نجات پاتے ہیں وہ یہی بلاے فتنۂ دینیہ ہے نہ فتنۂ دنیویہ اور مخالفت سلطان وقت سے نجات عارف کو متصور ہے جاہل اس سے بے بہرہ ہے۔ اور وہ اختلاف کہ مابین علماء امت اس مسئلہ میں واقع ہی کہ امام فسق وظلم کے سبب سے امامت سے معزول ہوتا ہے یا نہیں سو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوتا ہی بعض علماء شافعیہ کے نزدیک معزول ہوتا ہی اس اختلاف کو بھی فی الحقیقت اختلاف نہ خیال کرنا چاہیے بلکہ دونو فریق کلام میں اس طرح پر تطبیق دینا چاہیے کہ جس فریق نے اُسکے معزولی کا حکم دیا اسکی مراد فسق وظلم سے مجاہرت فسق وظلم ہے اُس حد پر کہ دعوت ان قبائح کی طرف حالاً یا قالاً متحقق ہوئی اور جس فریق نے اسکی عدم معزولی کا حکم کیا اُسکی مراد فسق وظلم سے یہی ہی کہ حد مجاہرت اور دعوت کو نہ پہنچا ہو پس مذہب واجب القبول اس مسئلہ میں یہی ہی کہ فسق وظلم کا اعلان امام کو معزول کرتا ہی یا مستحق عزل بناتا ہی

وبمطلق صدورِ فسق وظلم نے مجاہرت و دعوت ہرگز او را معزول میگردانند و نہ مستحق عزل و تفصیل دلیل آن موقوف ست بر تمہید مقدمہ بیانش آنکہ شارع جل شانہ ببعضے احکام امر میفرماید و آنرا وسیلہ امورے دیگر مینماید یعنے مقصود از اقامتِ آن احکام تحصیل غرضے میباشد و حصول منفعتے کہ آن احکام را بنا بر تحصیلِ آن غرض معین فرمودہ و وسائل آن منافع مقرر نمودہ مثلاً عقد بیع بنا بر ہمین معنی مشروع گردیدہ کہ مشتری تملک مبیع حاصل شود و بائع را تملک ثمن و عقد نکاح بنا بر ہمین معنی مشروع شدہ کہ جانبین را حل استمتاع بدیگرے حاصل شود پس اگر معاملات مذکورہ بوجہے منعقد شود کہ غرض مقصود برو مترتب نگردد۔ پس آن معاملہ از اصل باطل ست یا قریب البطلان کہ ہر واحد را از طرفین نقص آن معاملہ میرسد مثلاً مال شخصے در دریا افتادہ او را بدست کسے فروخت پس ہر چند آن مال در تہ دریا موجود ست و ملک بائع برو متحقق اما از انجا کہ حصول تملک مشتری کہ غرض از عقد بیع ست درین صورت متعذر بنا علیہ این بیع باطل گردید و ہمچنین نکاح مسلم با مشرکہ کہ ہر چند یک از طرفین بجاے خود لائق عقد نکاح ست و ارکان نکاح کہ ایجاب و قبول ست ہم درین صورت متحقق گردد فاما از انجا کہ حل تمتع مفقود ست نکاح مذکور باطل و ہمچنین عنّینیت در جانبِ زوج و رق و فسق در جانبِ زوجہ کہ این عیوب ہم مانع لزومِ نکاح ست چون این مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ مقصود از نصبِ امام حفظِ احکامِ ملت ست و نظم اجتماع امت چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر فرمودہ ان المسلمین لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق واقامة الجمع

اور مطلق صدورِ فسق وظلم نے مجاہرتاً اور دعوت ہرگز اُسکو نہ معزول کرے اور نہ مستحق عزل اُسکے دلیل کی تفصیل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے بیان اُسکا یہ ہی شارع جل شانہ بعض احکام کے ساتھ امر فرماتا ہے اور اُسکو دوسرے اُمور کا وسیلہ بناتا ہی یعنی اُن احکام کے قائم کرنے سے مقصود کسی غرض کی تحصیل ہوتی ہے اور اُس منفعت کا حصول مقصود ہوتا ہے کہ اُن احکام کو اُس غرض کی تحصیل کے بنا پر معین فرمایا ہی اور اُن منافع کے وسائل مقرر کئے مثلاً عقد بیع اسی معنی کے واسطے مشروع ہوا کہ مشتری کو تملک مبیع حاصل ہوئی یعنی اُس چیز کا مالک بنجاے اور بائع ثمن کا مالک ہوجاے اور عقدِ نکاح اسی واسطے مشروع ہوا کہ جانبین کو ایک دوسرے سے حل استمتاع حاصل ہووے پس اگر معاملات مذکورہ ایسے وجہ پر منعقد ہویں کہ غرض مقصود اُسپر مترتب نہو تو وہ معاملہ اصل سے باطل ہی یا قریب البطلان ہے، کہ ہر واحد کو طرفین سے اُسکا نقص پہنچتا ہے مثلاً کسی نے مال دریا میں پڑا ہوا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پس ہر چند وہ مال تہ دریا میں موجود ہے اور ملکِ بائع کی اُسپر متحقق ہی لیکن جس صورت میں کہ حصول ملکیت مشتری کہ مقصود از بیع ہی متعذر ہی بناءً علیہ یہ بیع باطل ہوئی اور ایسے ہی مسلمان کا نکاح مشرکہ کے ساتھ کہ ہر چند ایک شخص طرفین سے بجاے خود لائق عقد نکاح ہے اور ارکانِ نکاح کہ ایجاب وقبول ہی بھی اس صورت میں متحقق ہے لیکن از انجا کہ حل تمتع مفقود ہی نکاح مذکور باطل ہی اور ایسی ہی زوج کی عنّینیت اور زوجہ کا رق وفسق مانع لزوم نکاح ہے جو یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ مقصود نصب امام سے حفظ احکام ملت ہی اور نظم اجتماعِ امت چنانچہ مُلا علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں (ترجمہ) بیشک مسلمانوں کو امام ضروری ہے کہ قائم ہو واسطے جاری کرنے احکاموں اُنکے کے اور حدیں قائم کرے اور دفع کرے ضروریات اُنکی کو اور تیار کرے لشکر اور صدقات لیتا ہے اور ڈراوے تغلب کرنیوالوں کو اور رہزنوں کو اور قائم رکھے جمع

ملا علی قاری

والاعیاد وتزویج الصغار والصغائر اللتی لا اولیاء
لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الواجبات
الشرعیة التی لا یتولٰیها آحاد الامة انتهی
پس سلطان جابر وقتیکہ فسق وظلم او بحدے رسیدہ باشد کہ این منفعت
مذکورہ بر ریاستِ او مترتب نگردد بلکہ مضرتے از وبملت وامت برسد مثل ظہور
قبائح وشیوع فواحش ومداہنت در دین وغلبہ مفسدین وترکِ جمعہ واعیاد
بلکہ ترک اصل صلوات وامثال ذلک پس درین صورت لابد از امامت
خود معزول خواہد گردید یا مستحق عزل خواہد شد فاما اگر این غرض متحقق و
مترتب ست گو کہ در معاملات خاصہ خود فاسق باشد پس حکم
بانعزال او ہرگز متوجہ نیست چہ کلام درین مقام در امامت سیاست
است نہ در امامت باطنہ کہ اتباع اقوال وافعال واقتدائے اخلاق و
احوال او موجب نجات ست وباعث رفع درجات وسبب حصول عطیات
وجالب نزول برکات بلکہ ہمین بندوبست صلح وجنگ ونظم ونسق عدالت
وسیاست بر قوانین شریعت درین مقام کافی ست نکتۂ ثالثہ باید دانست
کہ از بیان سابق چنان واضح گردید کہ مدار ثبوت امامت بر وجود معنی وصیت
است حالانکہ کسے از علماء سلف وخلف این معنی را از شروطِ امامت
نشمردہ بلکہ کسے از ایشان در مقام بیان شروطِ امامت این
معنی را بطریق رمز واشارہ ہم ذکر نکردہ پس لابد نوعے از استعجاب
واستبعاد سامعین را لاحق حال خواہد گردید کہ این مشاہیر علماء وجہابیذ
فضلاء مثل این رکنِ رکین را چگونہ در مقام ذکر امامت فرو گذاشتند
وبہ بیانِ شروطِ دیگر ہمت گماشتند وشرح این اجمال وحل
این اشکال موقوف ست بر تمہید یک مقدمہ بیانش آنکہ ہرگاہ
لفظے از الفاظ بر مفہومے از مفہومات دلالت میکرد لابد بعضے از لوازم آن
مفہوم بحیثیے ظاہر وہویدا میباشد کہ از نفس اطلاق لفظ مستفاد شود یا بالتفسیر و
یا از بیان منفعت او وبعضے دیگر بوجہے مخفی می باشد کہ احتیاج بہ بیان

اور عیدوں کو اور نکاح کرا دے جن بچوں کے ولی نہیں ہیں اور تقسیم
کرے غنیمتوں کو اور اسی قسم کے اور ضروریاتِ شرعیہ جنکا ہر واحد
واحد والی نہیں ہو سکتا ہے) پس سلطان جابر کا ظلم وفسق جس وقت
اُس حد کو پہنچا ہو کہ یہ منفعتِ مذکورہ اُسکی ریاست سے حاصل نہووے
بلکہ اُس سے ملّت واُمّت کو مضرّت اور نقصان پہنچے مثلاً بدکاریوں
اور برائیوں کا رواج پانا دین میں سستی اور غفلت مفسدین کا غلبہ
اور شوکت جمعہ اور عیدین کا ترک ہونا بلکہ اصل صلوات کا ترک
ہونا وغیرہ وغیرہ پس اس صورت میں لابد اپنی امامت سے معزول
ہوگا یا مستحق عزل شمار کیا جائیگا لیکن اگر یہ غرض ثابت اور حاصل ہے
گو اپنے معاملات خاصہ میں فاسق ہو پس ہرگز اُسکی معزولی کا
حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ کلام اس مقام میں امامت سیاست میں ہے نہ
امامت باطنہ میں کہ اُسکے اقوال وافعال کا اتباع اور اُس کے
اخلاق واحوال کا اقتدا موجب نجات ہے اور باعث رفع درجات ہے
اور سبب حصول عطیات ہے اور جالب نزول برکات ہے بلکہ یہی
صلح وجنگ کا بندوبست اور عدالت وسیاست کا نظم ونسق قوانینِ
شریعت پر اس مقام میں کافی ہے نکتۂ ثالثہ معلوم کرنا چاہیے
کہ بیان سابق سے ایسا واضح ہوا کہ امامت کے ثبوت کا مدار وجود
معنی وصیت پر ہے حالانکہ کسی نے علماء سلف وخلف سے اس
معنی کو شروطِ امامت سے نہ شمار کیا ہے بلکہ کسی نے اُن میں سے
مقام بیان شروطِ امامت میں اس معنی کو رمز واشارہ کے طور بھی
ذکر نہ کیا پس بالضرور ایک قسم کا تعجب اور استبعاد سامعین کو لاحق
حال ہوگا کہ ان مشاہیر علماء اور جہابیذ فضلاء نے ایسے رکن رکین کو کسواسطے
مقام ذکر امامت میں فرو گذاشت کیا اور دوسرے شرطوں کے
بیان میں ہمت کو کام فرمایا اس اجمال کی شرح اور اس اشکال کا
حل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ جس وقت
کوئی لفظ منجملہ الفاظ مفہومات میں سے کسی مفہوم پر دلالت
رکھتا ہے بالضرور اُس مفہوم کے بعض لوازم اُس وجہ کو ظاہر ہوا کرتے
ہوتے ہیں اور بعض لوازم ایسے طور مخفی ہیں کہ بیان کی حاجت

می دارد پس در مقام ذکر لوازم و شروط همین امور خفیہ را ذکر می نمایند تا قیل و قال و بحث و جدال و اثبات و ابطال بران متوجہ گردد و حق از باطل ممیز شود و اما لوازم ظاہرہ پس ذکر آن را در اکثر مقامات فرو میگذارند و آن را ضمن ہمان لفظ در حکم مذکور می شمارند مثلاً ہرگاه لفظ رسول اللہ اطلاق کنند لابد ازان مفہوم میگردد و صاحب این منصب را و مراتب وجاہت عند اللہ بہ نسبت سائر افراد انسانی امتیازے حاصل ست کہ دیگران را حاصل نیست و ہرگاه تفسیر این لفظ می کنند کہ مراد از رسول شخصے ست کہ از جانب حق برائے تربیت خلق مبعوث باشد لابد ازان مستفاد خواہد گردید کہ او را علمے از بارگاه حضرت حق جل شانہ حاصل می شود کہ دیگری را حصول این علم بلا واسطہ متصور نیست و چون منفعت آنرا بیان کنند کہ مقصود از رسالت ہدایت اہل سعادت ست و اتمام حجت بر اہل شقاوت لابد ازان مستفاد میشود کہ صاحب تربیت کاملہ باشد و دعوت بالغہ پس امثال این امور از لوازم ظاہرہ منصب رسالت ست ولہذا اکثر در بحث نبوت مذکور میگردد و منصب رسالت را لوازمے ست خفیہ کہ حقیقت آن بعد از استعمال انظار عمیقہ و افکار دقیقہ منکشف میگردد مثل عصمت ایشان از صغائر و کبائر و تفضیل ایشان بر ملائکہ مقربین و امتیاز ایشان از اکثر افراد انسان بحسب حقیقت و ماہیت پس امثال این امور از لوازم خفیہ منصب رسالت ست لہذا تمام مبحث نبوت از امثال ہمین مسائل مشحون ست کہ مطرح انظار اہل تدقیق ست و مطمح ابصار اہل تحقیق چون این مقدمہ ممہد شد پس میگویم کہ ہرگاه منفعت نصب امام بیان گردید کہ لا بد لہم من امام یقیمہم حجتہم و یسد ثغورہم الخ خود بخود این بیان واضح گردید کہ درین ابواب صاحب دعوت باشد بتکریر و تجدید ذکر او ہیچ

رکھتے ہیں پس مقام ذکر لوازم اور شروط میں انھیں امور خفیہ کو ذکر کرتے ہیں تاکہ قیل و قال اور بحث و جدال اور اثبات و ابطال اُسپر متوجہ ہو اور حق باطل سے تمیز ہو لیکن لوازم ظاہرہ پس اُنکا ذکر اکثر مقامات میں چھوڑ دیتے ہیں اور اُسکو اُسی الفاظ کے ضمن میں حکم مذکور میں شمار کرتے ہیں مثلاً جس وقت لفظ رسول اللہ بولیں لابد اُس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس منصب والے مراتب وجاہت میں عند اللہ بہ نسبت جملہ افراد انسانی ایک قسم کی امتیاز حاصل ہے کہ دوسروں کو حاصل نہیں اور جس وقت اس لفظ کی تفسیر کیجاتی ہے کہ مراد رسول سے وہ شخص ہے کہ جانب حق سے خلق کی تربیت کے واسطے مبعوث ہے لابد اُس سے مستفاد ہوگا کہ اُسکو علم بارگاہ حضرت حق جل شانہ سے حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے کو اس علم کا حصول بلا واسطہ متصور نہیں اور جب اُنکی منفعت بیان کریں کہ مقصود رسالت سے ہدایت اہل سعادت ہے اور اتمام حجت اہل شقاوت پر ہے لابد اُس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحب تربیت کاملہ ہوا اور دعوت بالغہ پس ایسے امور منصب رسالت کے لوازم ظاہرہ ہیں اور اسی وجہ سے کثر بحث نبوت میں مذکور ہوتے ہیں اور منصب رسالت کے کسی قدر لوازم خفیہ ہیں کہ اُنکی حقیقت انظار عمیقہ اور افکار دقیقہ کے استعمال کے بعد منکشف ہوتی ہے اور جملہ صغائر و کبائر سے اُنکی عصمت اور تمام ملائکہ مقربین پر اُنکی فضیلت اور اکثر افراد انسان سے اُنکی امتیاز بحسب حقیقت و ماہیت ہے پس ایسے امور منصب رسالت کے لوازم خفیہ میں سے ہیں لہذا تمام مبحث نبوت انھیں جیسے مسائل سے مشحون اور پر ہے اور مطرح انظار اہل تدقیق ہے اور مطمح ابصار اہل تحقیق اس مقدمہ کی تمہید کے بعد کہتا ہوں کہ جس وقت امام کے نصب کی منفعت کا بیان ہوا کہ (ترجمہ لوگوں کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے تاکہ اُنکے لشکروں کی تیاری اور اُنکے حدود کی نگہبانی کرے) خود بخود اس بیان سے واضح ہوا کہ ان ابواب میں صاحب دعوت ہو اُسکے ذکر کی تجدید و تکریر کچھ

حاجت نیست بخلاف سائر شروط مثالش آنکه در مقام بیان شروط قاضی ذکر علم و دیانت او می شود نه اینکه از لوازم این منصب ست که همتِ خود در الفیصل خصومات گمارد و آن را از اهم مقاصد خود شمارد که آن از لوازم ظاهره تصوّرِ این منصب ست حاجتِ بیان ندارد و همچنین در مقام بیان اوصاف امام صلوٰة ذکر علم و قرأة و تقویٰ می شود نه آنکه از لوازمِ اوست که همت خود را به اداے صلوٰة گمارد و او را از جملہ فرائض انگارد و همچنین در مقامِ بیانِ اوصافِ موذن ذکرِ طهارت و استقبال قبلہ و معرفتِ وقت میشود نه اینکه از شروط اوست که گنگ نباشد یا سدّه بلغم در حلقوم بوجهے نداشته باشد که جهر صوت از و اصلا ممکن نباشد چه این معنی از لوازم تصور منفعت اذان ست همچنین وجود دعوت از لوازم تصور منفعتِ امامت ست اینست آنچه از بیانِ حقیقتِ امامت و ذکر اقسام آن درین باب بتائید رب الارباب بر منصۂ ظهور رسید و عنقریب ان شاء الله تعالیٰ احکامِ امام در ابوابِ آئندہ بالاستیعاب مذکور خواہد گردید والله یهدی من یشاء الی سواء السبیل وهو حسبی ونعم الوکیل

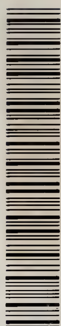
تمت

خاتمة الطبع - مقتدیان و پیروان صراط المستقیم را مژده و متفقان آثار و حدیث رحمة للعالمین را صلہ للہ الحمد که درین زمان میمنت توامان ظهور امام عالی نسبت بمذہب و ملت بیضا یعنی کتاب منصب امامت بصحت تامہ بقالب طبع برآمد و در قلب اہل ایمان یقین روح تازہ درآورد فقط

ضروری نہیں بخلاف جملہ شروط مثال اُسکی یہ ہے کہ مقام بیان شروط قاضی میں اُسکے علم و دیانت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا ذکر نہیں ہوتا کہ اس منصب کے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت کو فیصل خصومات میں کام فرمائے اور اُسکو اپنے اہم مقاصد سے خیال میں لائے کیونکہ یہ اس منصب کے تصور کے لوازم ظاہریہ سے ہی حاجتِ بیان نہ رکھے اور ایسے ہی امام صلوٰة کے اوصاف کے بیان میں علم اور قرأت اور تقویٰ اور طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے صلوٰة میں کام میں لائے اور اُسکو از جملہ فرائض جانئے اور ایسے ہی امام صلوٰة کے اوصاف کے بیان میں علم اور قرأت اور تقویٰ اور طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے صلوٰة میں کام میں نہ لائے اور اُسکو از جملہ فرائض جانئے اور ایسے ہی مقام بیانِ اوصاف موذن میں طہارت اور استقبال قبلہ اور معرفت وقت کا ذکر ہوتا ہے نہ یہ کہ اُسکے شروط میں سے ہی کہ گنگ نہو یا سدّہ بلغم حلقوم میں اسی وجہ پر نہ رکھتا ہو کہ جہر صوت اُس سے اصلا ممکن نہو کیونکہ یہ معنی تصور از لوازم منفعتِ اذان ہے ایسے ہی وجودِ دعوت لوازمِ منفعت امامت سے ہے یہانتک امامت کی حقیقت کا بیان اور اُسکے اقسام کا ذکر اس باب میں بتائید رب الارباب بمنصۂ ظہور پہنچا عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ احکام امام ابواب آئندہ میں بالاستیعاب مذکور ہونگے

تمت

اطلاع - جناب مکارم اخلاق منشی محمد اسحاق صاحب بصرف زر کثیر باعث اشاعت فیضان اس ترجمہ منصب امامت کے ہوئے اور زیور طبع سے آراستہ کرکے جملہ حقوق کاپی رائٹ محفوظ کرائے گئے جن صاحب کو اس رسالہ سے مستفید ہونا ہو وہ مطبع فاروقی دہلی سے طلب فرماکر ممنون منت فرماویں فقط
المشتہر سید محمد معظم عفی عنہ مالک مہتمم مطبع فاروقی دہلی -


3 1761 03936 9749